فہرست مضامین

(۱)	تمہید		صفحہ ۳
(۲)	پہلا باب	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت	۱۴
(۳)	دوسرا باب	کلام الٰہی کی بے نظیر فصاحت و بلاغت	۶۰
(۴)	تیسرا باب	قرآن مجید کی بے مثل تاثیر	۷۷
(۵)	چوتھا باب	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّیت بھی قرآن مجید کا اعجاز ہے	۹۷
(۶)	پانچواں باب	قرآن مجید کی پیشین گوئیاں	۱۰۶
(۷)	چھٹا باب	قرآن مجید کی تعلیم و ہدایت	۱۳۴
(۸)	ساتواں باب	بعض ان امور کا ذکر جو انسانی عقل کی گرفت سے باہر ہیں۔	۱۷۵
(۹)	آٹھواں باب	عرضِ مدّعا	۲۰۸
(۱۰)	تتمہ		۲۳۵

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

بائبل جو ہندوستان کے تمام مشن اسکولوں اور کالجوں میں پڑھائی جاتی ہے اس میں عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید یعنی توریت اور انجیل دونوں شامل ہوتی ہیں۔ وہ اصل الفاظ اور وہ زبان جس میں توریت اور انجیل نازل ہوئی تھیں مدت ہوئی کہ دنیا اُن سے محروم ہو گئی ان کتب سماوی کے قدیم قلمی نسخوں کا دنیا میں کہیں وجود باقی نہیں رہا اب صرف اُن کے ترجمے مروّج ہیں۔ توریت کا عبرانی زبان میں سب سے پرانا قلمی نسخہ جو اس وقت دنیا میں موجود ہے وہ نویں صدی عیسوی کا لکھا ہوا ہے۔ اور انجیل کا کوئی قلمی نسخہ چوتھی صدی عیسوی سے پیشتر کا دنیا میں موجود نہیں ہے۔

سرسید احمد خاں صاحب مرحوم نے اپنی مشہور و معروف

Marfat.com

کتاب "خطبات احمدیہ" سر ولیم میور کی کتاب لائف آف محمدؐ کے جواب میں بہت تحقیق و تفتیش کے بعد بزمانۂ قیام لندن تصنیف فرمائی تھی اس کتاب کے دسویں خطبہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ

"جب قرآن مجید میں یہ پایا گیا کہ توریت اور انجیل میں ہمارے پیغمبر محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر موجود ہے اور آپ کا لقب بھی مذکور ہے تو مسلمان علما نے توریت و انجیل میں اُس کی تلاش شروع کی۔ مگر اُنھوں نے عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابوں کو نہایت ابتر اور پریشان حالت میں پایا۔ کیونکہ کوئی اصلی نسخہ توریت اور انجیل کا دنیا میں موجود نہ تھا۔ اور جس قدر نقلیں موجود تھیں وہ آپس میں نہایت مختلف تھیں اور اُن کے جو ترجمے مشرقی زبانوں میں ہوئے تھے اُن میں باہم اس قدر اختلاف تھا کہ اُن کی نسبت یہ خیال ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ سب ایک ہی اصلی کتاب کے ترجمے ہیں"

توریت اور انجیل کے متعلق یہودیوں اور عیسائیوں کا مسلمانوں کی طرح یہ عقیدہ نہیں ہے کہ وہ کلام الٰہی ہیں۔ بلکہ دونوں مذہب کے علما اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انبیاء بنی اسرائیل پر سوائے احکام عشرہ حضرت موسیٰ کے جو وحی آتی تھی اُس کے الفاظ وہ نہیں ہوتے تھے جو توریت و زبور اور صحف انبیاء میں لکھے ہوئے تھے بلکہ اُن کا صرف مطلب لکھا ہوتا تھا

Marfat.com

پھر وُہ اس کو اپنی زبان اور محاورہ میں لوگوں کے سامنے بیان کر دیا کرتے تھے
اناجیلِ اربعہ یعنی متی کی انجیل۔ مرقس کی انجیل۔ لوقا کی انجیل اور یوحنا
کی انجیل جو عیسائیوں میں مستند اور مقدس تسلیم کی جاتی ہیں اور گرجاؤں
میں پڑھی جاتی ہیں۔ ان کے متعلق کسی تحقیق و تفتیش کی ضرورت نہیں ہے آپ
اتوار کے دن کسی گرجا میں پہونچکر پادری صاحب سے انگریزی زبان میں "ہولی
بائبل" (مقدس انجیل) مانگ لیجیئے۔ اور توریت کے بعد انجیل کا سرورق
ملاحظہ فرمایئے۔ اُس پر آپ کو انگریزی زبان میں یہ عبارت چھپی ہوئی ملے گی

ہز مجسٹی شہنشاہ معظم کے مخصوص حکم سے ہمارے مولے اور نجات دہندہ
حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا یہ عہد نامہ جدید "اصلی" یونانی زبان سے
ترجمہ کیا گیا ہے اور پیشتر جس قدر ترجمے ہو چکے ہیں اُن سے محنت
کے ساتھ اس کا مقابلہ کر کے نظر ثانی (ترمیم) کی گئی ہے" (Revised)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ عیسائی علماء ان اناجیل اربعہ کا اصلی ماخذ (original) یونانی زبان کی انجیل تسلیم کرتے ہیں یعنی عبرانی زبان کی انجیل جو حضرت عیسےٰ کی زبان میں بذریعہ روح القدس حضرت عیسےٰ پر نازل ہوئی تھی ان عیسائیوں کے کبھی ہاتھ ہی نہیں لگی! اس وقت دنیا میں عبرانی زبان کی انجیل کا وجود درکنار اُس کا کہیں مفصل تذکرہ بھی نہیں پایا جاتا۔ بلکہ سب عیسائی علما بالاتفاق اصل بائبل یونانی زبان ہی میں تسلیم

Marfat.com

کرتے چلے آئے ہیں۔ اور ان کی تذکرہ اور تاریخ کی کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے دوسری بات یہ ہے کہ وہ زمانہ حال کے ترجمہ کی بابت اقرار کرتے ہیں کہ پچھلے تمام ترجموں کی روشنی میں اس پر نظرثانی کی گئی ہے۔ نظرثانی (Revision) میں ترمیم اور اصلاح کا تصوّر غالب ہوتا ہے لہذا صاف ظاہر ہے کہ پچھلے ترجمے باہم مختلف ہیں۔ اور مروجہ ترجمہ اُن کی اصلاح شدہ صورت ہے۔ اسی پر بس نہیں۔ اب سرورق اُلٹئے۔ سب سے پہلے متی کی انجیل ہے۔ اس کا عنوان ملاحظہ کیجیے۔ اس کا اُردو ترجمہ ہے۔ "انجیل بموجب" یا "حسب منشا مقدس متی کے" According to S. Mathew یہی الفاظ باقی تین انجیلوں کے عنوان میں بھی درج ہیں۔

عنوانوں کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ انجیلیں حضرت عیسٰی کے اُن حواریوں نے خود نہیں لکھیں جن کے نام سے وہ منسوب ہیں ورنہ لفظ "بموجب" یا "حسب منشا" کے اضافہ کی مطلق ضرورت ہی نہ تھی۔ چار جدا جدا انجیلوں کا وجود ہی بجائے خود یہ امر تسلیم کرنے کے لیے کافی تھا کہ یہ چار شخصوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ عنوان میں بحیثیت مصنف صرف اُن کا نام کافی ہوتا۔

بہرحال یہ واقعہ ہمارے اور عیسائیوں کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ یہ چاروں انجیلیں نہ تو حضرت عیسےٰ پر بذریعہ وحی نازل ہوئیں۔ نہ حضرت

Marfat.com

عیسےٰ کی تصنیف ہیں۔ نہ اُن کے عہد میں لکھی گئیں۔ اور اس واقعہ سے بھی کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت عیسےٰ کی زبان عبرانی تھی۔ لہذا جو انجیل آپ پر نازل ہوئی اور جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور جس کے مختصر حوالے اناجیل اربعہ میں بھی پائے جاتے ہیں یقیناً عبرانی زبان میں تھی جس کا کوئی نسخہ اس وقت دنیا میں موجود نہیں۔

اب ایک اور لطف کی بات یہ ہے کہ منجملہ اُن چار مقدس بزرگوں کے جن سے اناجیل اربعہ منسوب ہیں۔ صرف دو یعنی متی اور یوحنا تو حضرت عیسےٰ کے حواری تھے۔ باقی دو یعنی مرقس اور لوقا کو تو حضرت عیسےٰ کی کبھی صحبت بھی نصیب نہیں ہوئی۔ مرقس تو پطرس حواری کے شاگرد تھے اور عیسائی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ مرقس نے حضرت مسیح کے حالات پطرس حواری سے معلوم کیئے تھے۔ اب رہ گئے لوقا ان کے اُستاد مقدس پولُس بھی حضرت عیسےٰ کے حواری نہ تھے۔ غرض حضرت عیسےٰ کے عہد سے ایک عرصہ کے بعد لوگوں نے حضرت عیسےٰ کے حالات اور اُن کے معجزات اور پند و نصائح آپ کے حواریوں اور حواریوں کے شاگردوں سے معلوم کر کے قلمبند کر دیئے۔

اب ذرا قرآن مجید کی طرف توجہ کیجیئے۔ اس کتاب اللہ نے ایک بار نہیں، دو بار نہیں بلکہ متعدد بار کمال شد و مد سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں

Marfat.com

کلامِ الٰہی ہوں۔ بے مثل ہوں۔ بے مانند ہوں کسی جن و بشر کی مجال نہیں کہ میرے ایک چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے کی مانند بھی اپنا کلام پیش کر سکے۔ دوسری طرف ہر مسلمان کا یہ پختہ عقیدہ اور یقین ہے کہ قرآن مجید لفظاً اور معناً اوّل سے لیکر آخر تک سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو وقتاً فوقتاً بذریعہ وحی نبی آخر الزماں صلعم پر نازل ہوا تھا۔ اس میں ایک لفظ ایک حرف بلکہ ایک نقطہ کا بھی فرق نہیں ہے نظر بہ حالات دنیا میں اس سے زیادہ حیرت انگیز اور کیا واقعہ ہو سکتا ہے کہ بائبل تو تمام دنیا کی درسگاہوں میں ابتدائی درجہ سے لیکر انتہائی درجوں تک اصل پڑھائی جاتی ہے مگر قرآن مجید دنیا کے کسی اسکول اور کالج اور یونیورسٹی میں بطور مذہبی سبجیکٹ بک کے نہیں پڑھایا جاتا۔ حیرت پر حیرت ایک اور یہ ہے کہ بائبل پڑھانے کے لئے دنیا کے بڑے بڑے عیسائی علما فضلا اور محققین نے اپنی زندگیاں وقف کر دی ہیں۔ ہندوستانی طلبا کو صرف بائبل کا متن پڑھانے اور سمجھانے کی غرض سے انگلستان اور امریکہ سے ہزاروں میلوں کا سفر طے کر کے بڑے بڑے نامور اور سند یافتہ پادری صاحبان ہندوستان تشریف لاتے ہیں۔ اور صرف انجیل پڑھاتے پڑھاتے اس غیر ملک میں اپنی عمریں ختم کر دیتے ہیں۔ مگر مجھے غالباً اپنی بدقسمتی سے کسی ایسے مسلمان عالم کا نام معلوم نہیں ہے جس نے صرف قرآن مجید کی تعلیم دینا اپنی زندگی کا

Marfat.com

مقصد قرار دیا ہو۔ اور اپنی زندگی صرف قرآن مجید پڑھانے میں بسر کی ہو

ہندوستان میں قرآن مجید عموماً بچپن میں بغیر ترجمہ کے تبرکاً پڑھایا جاتا ہی۔ اور اس کے پڑھانے والے جس دل و دماغ اور جس پایہ اور حیثیت کے لوگ ہوتے ہیں سب کو معلوم ہی۔ اور اب چونکہ تمدنی اور اقتصادی حالات کے اقتضا سے کسب معاش کی جدوجہد جوں جوں مشکل ہوتی جاتی ہی اسی قدر مذہب کی گرفت قلوب پر بتدریج ڈھیلی ہوتی جارہی ہی۔ اور بچپن میں تبرکاً قرآن پڑھانے کا وہ رواج بھی رفتہ رفتہ معدوم ہوتا جارہا ہی۔

گزشتہ تیس سال میں میرا مختلف درسگاہوں سے تعلق رہا ہی۔ کم و بیش دس سال علی گڑھ کے شہرۂ آفاق مدرسۃ العلوم (ایم۔ اے۔ او کالج) میں رہنے کا موقع ملا۔ اور بہ حیثیت اسسٹنٹ سکریٹری کالج کے اس نامور درسگاہ کے نظم و نسق سے گہرا تعلق رہا ہی۔ اور پچھلے بیس برس میں بہ حیثیت ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ اسکولوں اور اسلامیہ اسکولوں کے حالات کا مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ علی گڑھ کالج کی امتیازی خصوصیت یہی سمجھی جاتی تھی کہ وہ مسلمانوں کی اپنی درسگاہ ہی۔ اور اس میں مسلمان طلبار کی مذہبی تعلیم کا بھی انتظام ہی۔ اسلامیہ اسکولوں کا بھی طرۂ امتیاز یہی دینی تعلیم کا انتظام سمجھا جاتا ہی۔

Marfat.com

مگر طویل تجربہ کے بعد میرا یہ خیال ہے کہ پبلک اسکولوں اور کالجوں میں مسلمان طلبا، کی دینی تعلیم کا کوئی اہم نصب العین مسلمانوں کے کبھی پیش نظر نہیں ہوا۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ نہ تو اس ملک کے مسلمانوں نے من حیث القوم کوئی معین دینی نصاب تعلیم مرتب کیا۔ نہ موزوں مذہبی معلموں کی تیاری اور فراہمی کی طرف کبھی توجہ کی۔

اس وقت ہندوستان کے مختلف حصوں میں جو دینی نصاب تعلیم مروج ہیں اُن میں سے بیشتر میرے پیش نظر ہیں۔ کسی نصب العین کی عدم موجودگی ہیں نصاب تعلیم میں اختلاف اور انتشار لازمی تھا۔ جو نصاب میں نے دیکھے اُن کا مشترک حصہ چند فقہی مسائل ہیں۔ اور حال میں سیرت نبوی کی طرف کچھ کچھ توجہ مبذول ہوتی جارہی ہے۔

تعلیم کا جزو موثر معلم کی ذات ہوتی ہے۔ لہذا پبلک اسکولوں اور کالجوں میں دینی تعلیم کے مسئلہ کا حل بہت کچھ دینیات کے موزوں معلموں کی دستیابی پر منحصر ہے۔ جب سائنس۔ ریاضی۔ تاریخ۔ جغرافیہ فلسفہ منطق اقتصادیات اور زبانوں کی تعلیم کے واسطے جدا جدا اوصاف کے تربیت یافتہ معلموں کی ضرورت اور تلاش ہوتی ہے تو کیا مذہب ایسا گیا گزرا مضمون ہے کہ اس کے معلم کے لیے کسی وصف کی ضرورت نہیں! اور ہر شخص اس کی تعلیم دینے کا اہل تسلیم کیے جانے کے قابل ہے۔

Marfat.com

رہ گیا نصب العین اور ایک موزوں نصاب تعلیم کا مسئلہ۔ یہ علماء دین اور اکابر قوم کی سب سے زیادہ توجہ کا مستحق ہے۔

تمام اعلیٰ اور ادنیٰ عیسائی درسگاہوں میں اصل بائبل کی تعلیم ہوتے ہوئے دیکھ کر فطرتاً میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اسلامی درسگاہوں خصوصاً مشرقی علوم کی درسگاہوں کے نصاب تعلیم میں اصل قرآن مجید کو کیوں داخل نہیں کیا گیا۔

اس سوال کا کوئی شافی جواب مجھے اس وقت تک معلوم نہیں ہوا میرا یہ ایک المناک تجربہ ہے کہ اسکولوں کے مسلمان طلباء کو عموماً یہ تو بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ بائبل کی انگریزی نہایت فصیح اور سلیس ہے جس کو سلیس انگریزی زبان سیکھنا مقصود ہو وہ بائبل کی عبارتیں حفظ یاد کرے مگر شاذ و نادر ایسے طلباء دیکھنے میں آئے جن کو قرآن مجید کی امتیازی خصوصیات کا واجبی علم ہو۔ ہماری بے مثل مذہبی کتاب ہونے کی حیثیت سے ہر مسلمان کے دل میں قرآن مجید کی عظمت اور وقعت ہے مگر اس کتاب الٰہی کے اعجاز کی دلکش تفصیلات سے بہت کم مسلمان واقف ہیں۔

اس کتاب کی ترتیب سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں قرآن مجید کے متعلق کچھ ایسے معلومات طلباء کے سامنے پیش کروں جو غالباً اس تفصیل

Marfat.com

کے ساتھ اُن کے پیش نظر نہیں ہیں جب وہ واقف ہوں گے کہ اُن کی مقدس کتاب کیسے کیسے حیرت انگیز عجائبات اور نادر کمالات پر مشتمل ہے تو وہ فطرتاً اُس کی حقیقی شان سے متاثر ہوں گے اور کم سے کم اُن کے دلوں میں اس کتاب کا حقیقی وقار پیدا ہوگا۔ میں نے اس کتاب میں اپنی طرف سے کوئی نئی بات نہیں لکھی۔ بلکہ صرف اپنے علمائے کرام اور بعض مسلمان اور یوروپین محققین کی تصانیف سے خوشہ چینی کی ہے۔ مثلاً مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کی سیرت نبوی جلد سوم۔ شمس العلما ڈاکٹر نذیر احمد صاحب مرحوم اور مولانا اشرف علی صاحب کا ترجمہ قرآن مجید۔ سرسید احمد خاں صاحب مرحوم کی کتاب خطبات احمدیہ۔ خلیفہ سید محمد حسن خاں صاحب مرحوم کی اعجاز التنزیل۔ مولانا محمد علی صاحب۔ ایم۔ اے لاہوری کا ترجمہ قرآن مجید۔ مولانا عبدالحق صاحب حقانی کا مقدمہ تفسیر حقانی۔ مسٹر گاڈفرے مگنسن کی کتاب ایالوجی فار محمد۔ سر ولیم میور صاحب کی کتاب لائف آف محمد۔ پروفیسر محمود علی صاحب کی کتاب دین و دانش۔ ایڈورڈ گبن کی تاریخ زوال سلطنت روما۔ وغیرہ

دوسرے الفاظ میں یوں سمجھنا چاہیئے کہ میں نے صرف ایک حقیر شہد کی مکھی کی طرح مختلف پھولوں میں سے شہد کے چند قطرے اخذ کر کے ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں۔

Marfat.com

قرآن مجید کے متعلق یہ معلومات چونکہ یکجائی طور پر اور کسی کتاب میں اب تک دیکھنے میں نہیں آئے تھے اس لیئے میں نے خود یہ رسالہ مرتب کرنے کی جرات کی ہی۔ میرے مخاطب زیادہ تر اسکولوں اور کالجوں کے مسلمان طلبا ہیں۔ اگر ان طلبا اور ان کے والدین اور سرپرستوں نے میری اس کوشش کو نظر قبول سے دیکھا تو بشرط زندگی میرا ارادہ ہی کہ اسی سلسلہ میں خاص طلبا کے لیئے اور کئی رسالے مرتب کروں جن میں دین اسلام کے دلفریب اور دلکش پہلوؤں کو اسی طرح جدا جدا نمایاں کیا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ سے دُعا ہی کہ اُس کی توفیق میرے شامل حال ہو۔ آمین

خاکسار

ادریس احمد

بریلی مورخہ یکم مارچ ۱۹۳۴ء

Marfat.com

پہلا باب

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت

(دل و جانم فدائے نامش باد)

مسلّمہ تاریخی واقعات اور مستند شہادتوں سے آنحضرت صلعم کی رسالت کی تصدیق

اس کتاب کا مقصد ناقابل انکار واقعات اور دلائل سے یہ ثابت کرنا ہے کہ قرآن مجید لفظاً اور معناً اللہ تعالےٰ کا کلام ہے لہذا وہ اپنی تمام خصوصیات کے لحاظ سے بے مثل اور بے نظیر ہے۔ اور کسی بشر کی مجال نہیں ہے کہ اس کلام کے ایک چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے کی مانند دوسرا کلام پیش کر سکے۔ لیکن کلام الٰہی کی اہمیت اور عظمت ذہن نشین ہونے کے لیے رسول خدا صلعم کی سیرت مبارک سے شناسائی ضروری ہے جن کے ذریعہ سے یہ کلام ہم تک پہونچا۔ کیونکہ پیام کی وقعت پیام بر کی حیثیت سے بہت کچھ وابستہ ہوتی ہے۔ اگر کسی طرح یہ اطمینان ہو جائے کہ یہ رسولؐ سچے ہیں۔ راستباز ہیں۔ اور تمام نیک صفات سے متصف ہیں اور اُن کے رشتہ دار اور دوست احباب

Marfat.com

ہی نہیں بلکہ اغیار اور مخالف بھی آپ کو سچا اور راست باز سمجھتے ہیں۔ تو پھر یہ باور کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ آپ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں۔ وہ حق ہے۔ یہ بات خلاف قیاس ہے کہ جس شخص کو چالیس برس کی عمر تک دوست اور دشمن سب بالاتفاق سچا۔ متدین اور راستباز تسلیم کرتے رہے ہوں وہ دفعتاً بغیر اپنے کسی ذاتی نفع کی توقع کے اور گوناگوں خطرات میں مبتلا ہو جانے کے قوی اندیشہ کے باوجود غلط گوئی اور افترا پردازی شروع کرے۔ لہذا اس باب میں ہم پہلے آنحضرت صلعم کے چند ابتدائی حالات درج کر کے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اپنے اور پرائے آپ کی رسالت کی نسبت کیا رائے رکھتے تھے۔

احادیث میں مذکور ہے کہ جب آنحضرت صلعم سے دریافت کیا گیا کہ وحی کیونکر نازل ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ کبھی تو گھنٹہ کی آواز کی طرح آتی ہے اور وہ مجھ پہ بہت سخت ہوتی ہے۔ پھر وہ منقطع ہو جاتی ہے اور جو کچھ مجھ سے کہا جاتا ہے میں اسے یاد رکھتا ہوں۔ اور کبھی فرشتہ آدمی کی صورت میں مجھ سے کلام کرتا ہے اور جو کچھ وہ مجھ سے کہتا ہے مجھے یاد ہو جاتا ہے۔

گو وحی کی حقیقت واضح طور پر کسی کو بھی معلوم نہیں تھی۔ مگر یہ سب دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ نزول وحی پیغمبر صاحب پہ بہت شاق

Marfat.com

گزرتا تھا۔ رنگت فق ہو جاتی تھی۔ اور جسم میں گرانی آجاتی تھی یہاں تک کہ کبھی آپ اونٹنی پر سوار ہیں اور وحی نازل ہوئی تو اونٹنی سے آپ کا بوجھ برداشت نہیں ہو سکتا تھا اور بیٹھ جاتی تھی اور کبھی ایسا ہوا کہ آپ کسی صحابی کے ران پر سر رکھے ہوئے لیٹے ہیں اور وحی نازل ہوئی تو اُس صحابی کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی ران مارے بوجھ کے ٹوٹ جائے گی جسم کی گرانی اور رنگت فق ہونے کے علاوہ ایک کیفیت یہ بھی تھی کہ کیسی ہی سخت سردی ہو نزول وحی کے وقت آپ پسینے پسینے ہو جاتے تھے نزولِ وحی کے وقت جو حالت پیغمبر صلعم پر طاری ہوتی تھی اُس کو اوقات مختلف میں سیکڑوں صحابیوں نے دیکھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ نزول وحی میں کسی طرح کا شک اور شبہ نہیں کرتے تھے۔ نزول وحی کسی حالت کسی وقت اور کسی مقام کا پابند نہ تھا۔ پیغمبر صلعم وحی نازل ہونے کے وقت الفاظِ وحی کا اعادہ فرمانے میں عجلت فرماتے تھے! اور کیفیت نزول وحی زائل ہونے پر آپ فوراً کسی پڑھے لکھے صحابی کو بُلوا کر لکھوا دیتے تھے! اور اس کے علاوہ اُسی وقت الفاظ وحی زباں زد صحابہ ہو جاتے تھے۔ پیغمبر صاحب کے زمانہ میں کتابت کا رواج ابتدائی حالت میں تھا۔ اور خاصکر عرب میں یوں بھی لکھنے پڑھنے کا دستور بہت ہی کم تھا۔ لہذا وحی کبھی ہرن کی جھلیوں کبھی اونٹ کی ہڈیوں اور کبھی کھجور کے پتوں پر لکھی جاتی۔ اور اصحاب

Marfat.com

میں سے جن کو زیادہ شوق تھا وہ بطور خود وحی کو جمع کرتے جاتے تھے لیکن بالاستیعاب نہیں بلکہ جس کو جو کچھ بہم پہونچا یا جمع کر لیا۔ اس طرح جماعت صحابہ میں پورا قرآن مجید موجود تھا۔

ہم سب جانتے ہیں کہ انسان کے حواس ظاہری اور باطنی زیادہ استعمال کرنے سے زیادہ قوی ہو جاتے ہیں۔ اُس زمانہ میں چونکہ لوگ پڑھے لکھے نہ تھے قوت حافظہ کو زیادہ کام میں لاتے تھے اس لیے اُن کی قوتِ حافظہ بہت تیز تھی۔ اور چونکہ اہل زبان تھے اور قرآن مجید کی فصاحت اعلےٰ درجہ کی فصاحت تھی قرآن مجید کا جملہ جملہ ضرب المثال کے طور پر سب کی زبانوں پر چڑھا ہوا تھا۔ سورتوں کے نام اور آیات کی ترتیب یہ سب کچھ خود پیغمبر صاحب ہی اپنی زندگی میں معیّن فرما گئے تھے جب وحی نازل ہوتی تو کاتبان وحی سے آپ فرمادیا کرتے تھے کہ اس کو فلاں سورت میں فلاں جگہ لکھ لو۔ آپ خود بھی کلام پاک کے حافظ تھے۔ اور دیگر حفاظ کی ایک جماعت تھی وہ بھی قرآن مجید کو آنحضرتؐ کی بتلائی ہوئی ترتیب کے ساتھ تلاوت کیا کرتے تھے۔ آپ کی آخر حیات تک زید بن ثابت انصاریؓ۔ عبداللہ بن مسعود۔ خلفائے اربعہؓ۔ معاذ بن جبلؓ ابی بن کعب۔ سعد بن ابی وقاصؓ۔ عبداللہ بن ارقمؓ۔ ثابت بن قیسؓ اور اکثر اصحاب صفہؓ وغیرہ ایسے حافظ تھے کہ اول سے آخر تک تمام

Marfat.com

قرآن مجید بالترتیب اُن کو حفظ تھا۔ اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اِس گئے گزرے زمانہ میں بھی مسلمانوں کے ہر شہر اور گاؤں میں بے شمار حافظ مرد عورت بوڑھے جوان اور بچے موجود ہیں۔ جب اس زمانہ میں اُن حفاظ کی جو قرآن مجید کو سمجھتے بھی نہیں یہ کثرت ہے تو عرب جن کے حافظے بہت قوی تھے ہزارہا اشعار جاہلیت کے اُن کے نوک زبان تھے سیکڑوں خاندانوں کے نسب نامے اور سلسلے اُن کی زبان پر تھے۔ بلکہ گھوڑوں اور اونٹوں کے نسب نامے بھی یاد رکھتے تھے اُس پر قرآن مجید کی حلاوت سے واقف تھے۔ اس کی فصاحت و بلاغت کو خوب سمجھتے تھے۔ اُس کے روح کو جنبش دینے والے مضامین اُن میں نشہ پیدا کرتے تھے۔ اور پھر رات دن کی تلاوت موجب ثواب سمجھی جاتی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود صاحبِ قرآنؐ اُن کے درمیان موجود تھے۔ اور نمازوں میں پڑھا جاتا تھا۔ ان موافق اور مویّد حالات میں جس قدر حافظ ہوتے تھوڑے تھے۔

آنحضرتؐ کے زمانہ میں قرآن مجید تمام و کمال لکھا جا چکا تھا۔ مگر اُس کے تمام اجزا کو ایک جلد میں جمع کرنے کی ضرورت ہنوز محسوس نہیں ہوئی تھی۔ آنحضرتِ صلعم کی وفات سے کچھ دنوں بعد مسیلمہ کذاب کے ساتھ لڑائی میں بہت سے حفاظ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اُس وقت

Marfat.com

حفاظتِ قرآن کی ضرورت کا سب سے پہلے احساس ہوا کہ اُس کو لکھوا کر ایک جلد میں جمع کرایا جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کیا۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ جو کچھ جھلیوں۔ ہڈیوں۔ اور پتوں پر لکھا ہوا تھا۔ اور سینوں میں محفوظ تھا۔ آپ نے حفاظ کی مدد سے سب کو ایک جگہ بالترتیب لکھوا کر اُم المومنین حفصہؓ کے پاس رکھوا دیا حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں دور دراز ممالک میں اسلام پہونچ چکا تھا عراق۔ مصر۔ شام اور ایران وغیرہ بلاد کے لوگ کثرت سے مسلمان ہوگئے تھے اور ہر جگہ حفاظ نہ پہونچ سکتے تھے اور اختلافات کا اندیشہ تھا اس لیئے حضرت عثمانؓ نے یہ کیا کہ اُس قرآن مجید کی نقلیں کرا کے حفاظ کی تصدیق کے بعد جگہ جگہ بھیجدیں اور متفرق اور منتشر طور پر جو جس کے پاس تھا اُس کو سدِ اختلاف کی غرض سے تلف کرا دیا۔ اور جیسا کہ خود قرآن مجید میں اعلان موجود ہے (جس کا ذکر آئندہ آئے گا) اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام کی حفاظت کا ایسا مستحکم انتظام فرمایا کہ دنیا میں جس قدر قرآن لکھے گئے اور لکھے جائیں گے اُن میں زیر و زبر بلکہ ایک نقطہ کا بھی فرق نہ ہوگا۔ یہ وہ خصوصیت ہے جو کسی قوم کی کسی کتاب کو اس وقت تک نصیب نہیں ہوئی اور آئندہ ہوگی بھی نہیں۔

صحتِ ترتیب قرآن مجید کے متعلق خود قرآن شریف میں بھی اندرونی

Marfat.com

قوی شہادت موجود ہے۔ جب آنحضرت صلعم پر وحی نازل ہوا کرتی تھی تو آپ اُس کے الفاظ دُہرانے میں عجلت فرمایا کرتے تھے تاکہ وحی الٰہی کے تمام الفاظ حافظہ میں بالترتیب محفوظ ہو جائیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اطمینان دلا دیا کہ آپ کو عبارت یاد رکھنے کی غرض سے الفاظ دُہرانے میں عجلت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اَنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (یعنی اُس کا جمع کر دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ سورۂ قیامۃ پہلا رکوع) صاف ظاہر ہے کہ اس آیت میں لفظ جَمْعَهٗ میں ترتیب کا مفہوم غالب ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ترتیب کلام وحی کی صحت بھی اپنے ذمہ رکھی۔ اس آیت میں سے ترتیب کا مفہوم خارج کر دینے سے یہ ارشاد باری نعوذ باللہ بمعنی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خلاصۂ وحی یا وحی کا صرف مطلب یاد رکھنا ایسا مشکل کام نہ تھا جس کے لیے ایسے اہم وعدے کی ضرورت پڑتی نیز اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن مجید کا صاف صاف اعلان فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (یعنی بے شک ہم ہی نے قرآن اُتارا ہے اور بیشک ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔ سورۂ الحجر رکوع ۱) ترتیب بھی کتاب کا جزو اہم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کی حفاظت کا ایسا مضبوط اور قابل اعتماد انتظام فرمایا ہے کہ قیامت تک اس میں کسی قسم کی تحریف ترمیم کمی بیشی اور تغیر و تبدل کا اندیشہ نہیں رہا۔

Marfat.com

لیکن اگر مرضی الٰہی کے مطابق کلام الٰہی کی شیرازہ بندی ہوئی ہوتی اور صرف بے ترتیب کلام کی حفاظت کا وعدہ ہوتا تو آیات کی ترتیب میں مختلف علما کی رائے کے مطابق ردّ و بدل ہونے سے عیسائیوں کی چار انجیلوں کی طرح کتاب اللہ کی بھی متعدد صورتیں پیدا ہو جاتیں۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ کیا عقل سلیم اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی خود حفاظت کرنے کا ایسا صاف وعدہ فرمانے کے باوجود اس کلام کی ترتیب کو ایک نزاعی مسئلہ بنانے کے لیے تمیز بشری پر چھوڑ دیتا جب قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کے علاوہ اور کوئی ترتیب دنیائے اسلام میں مسلّم نہیں ہے۔ اور اس ترتیب سے کسی اور مختلف ترتیب کا دنیا میں کوئی حافظ نہ پہلے گزرا ہے نہ اس وقت موجود ہے۔ تو ظاہر ہے کہ موجودہ ترتیب ہی "اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ" اور "اَنَا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" کے صریح وعدوں کی مصداق ہے۔ اگر کسی اور غیر معروف ترتیب کی صحت کا کوئی شخص مدعی ہو تو وہ ترتیب مسلمانوں میں کہیں مروج نہیں ہے۔ نہ اس ترتیب کی حفاظت کے کسی انتظام و اہتمام کا پتہ چلتا ہے حالانکہ حفاظت قرآن مجید کی حفاظت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔

نبوت سے قبل آنحضرتؐ آبادی سے دو تین میل دور پہاڑ پر تشریف لے جاتے اور ایک کھوہ میں جو "غار حرا" کے نام سے مشہور ہے کئی کئی دن تک عبادت اور مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ ایک روز غار حرا میں حسب معمول

Marfat.com

آپ محوِ عبادت تھے کہ فرشتہ پہلی بار وحی لیکر آیا۔ اور سورۂ "علق" (اقرأ باسم ربک الذی خلق) کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔ اس فرشتہ نے یہ خوشخبری بھی سنائی کہ اللہ تعالے نے آپ کو اپنا رسول منتخب کیا ہے۔ اس نزول وحی کے بعد آپ پریشان خاطر اور خوف زدہ اپنے گھر تشریف لائے اور اپنی بیوی خدیجہؓ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے جو مکہ کی ایک آسودہ حال دانشمند خاتون تھیں اور نزول وحی سے پندرہ برس کے رات دن کے تجربہ سے آپ کی صفات۔ دیانت دامانت، استبازی حق دوستی اور حق پسندی اور عایت درجہ کی عقل و فہم سے بخوبی واقف تھیں آپ کی بات سن کر فرمایا: "یا حضرت آپ تو نیکی کرتے ہیں۔ بیکسوں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ غریبوں اور محتاجوں کو صدقہ دیتے ہیں۔ یتیموں اور بیواؤں کی پرورش کرتے ہیں۔ عزیزوں کے ساتھ احسان کرتے ہیں کسی کا دل نہیں دکھاتے۔ مقروضوں کا بار اٹھاتے ہیں۔ حق کی حمایت کرتے ہیں اور مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ ایسے نیک بندے کو اللہ تعالیٰ کبھی غمگین نہ کرے گا۔"

آنحضرت صلعم کی تبلیغ اسلام کی سب سے پہلی اور ممتاز خصوصیت یہ تھی کہ آپ نے اپنے گھر سے تبلیغ شروع کی۔ اور سب سے پہلے آپ کی بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ آپ پر ایمان لائیں۔ ان کے بعد حضرت علی کرم اللہ

86134

Marfat.com

وجہ نے جو آپ کے چچا زاد بھائی تھے اور جن کی عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی اسلام قبول کیا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ مشرف باسلام ہوئے۔ یہ اپنی قوم یعنی قبائل قریش میں نہایت ہر دلعزیز اور صاحب ثروت و دولت تھے۔ چوتھے ایمان لانے والے حضرت زید بن حارثہ رضؓ تھے جن کا عرف زید بن محمد تھا۔ یہ پہلے حضرت خدیجہ رضؓ کے غلام تھے انھوں نے آنحضرت صلعم کو ہبہ کر دیا تھا۔ اور آپ نے اُن کو متبنّٰے بنا لیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضؓ ایمان لانے کے بعد اپنے دوستوں کو بھی اسلام کی تلقین کرنے لگے۔ چنانچہ اُن کی کوشش سے حضرت عثمان بن عفان۔ زبیر بن عوام رضؓ۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ سعد بن ابی وقاص۔ طلحہ بن عبید اللہ رضؓ۔ ابوعبیدہ رضؓ بن جراح۔ ابوسلمہ رضؓ ارقم مخزومی رضؓ۔ عبیدہ بن حارث رضؓ۔ اور سعید بن زید رضؓ نے اسلام قبول کیا آنحضرت صلعم ان لوگوں کے ساتھ ارقم مخزومی رضؓ کے گھر میں جمع ہوتے تھے اور وہاں قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔ سُنتے ہیں کہ یہ گھر مکّہ میں اب تک باقی ہے مگر افسوس ہے کہ اس کی تاریخی عظمت کے لحاظ سے اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی

آنحضرت صلعم کے گھر والوں اور عزیز ترین دوستوں کا سب سے پہلے آپ پر ایمان لانا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ کوئی شخص دوسروں سے اپنی بات تب ہی منوا سکتا ہے جبکہ وہ خود سچّا اور معتبر ہو۔ اور جس کی صداقت اور راست بازی کے صرف اغیار ہی معترف نہ ہوں بلکہ اُس کے گھر کے

Marfat.com

لوگ اور اُس کے قریب رشتہ دار اور دوست بھی اُس کو مخلص اور سچا سمجھتے ہوں۔ کیونکہ گھر والوں کو ذرا ذرا سی باتوں کی خبر رہتی ہے۔ اُن کے سامنے کسی قسم کی مکّاری اور عیّاری نہیں چل سکتی۔ غیر لوگ تو ممکن ہے کہ اُس کی چکنی چپڑی اور جھوٹی سچی باتیں مان لیں۔ مگر گھر کے بھیدیوں کو بہکانا محال ہے۔ آپ کی بیوی آپ کی بعثت سے قبل پندرہ سال آپ کی زوجیت میں رہ چکی تھیں۔ لہٰذا آپ کی عادات و اطوار سے بخوبی واقف تھیں۔ اسی طرح آپ کے رشتہ دار اور آپ کے دوست احباب آپ کی سیرت اور خصائل سے بخوبی واقف تھے۔ اور آپ کے ذرا ذرا حالات سے باخبر تھے اس قدسی صفات انسان کی امانت اور دیانت نے ہموطنوں کی طرف سے اُس کے لیے "امین" کا لقب حاصل کیا تھا۔ اس کی راست گوئی اور راست بازی دوست و دشمن سب کو یکساں تسلیم تھی۔ جب آنحضرتؐ نے اسلام پیش کیا تو یہ سب لوگ بلا پس و پیش آپ پر ایمان لے آئے۔ یہ کوئی افسانہ نہیں ہے بلکہ کھلا ہوا تاریخی واقعہ ہے جو سب کو تسلیم ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ آنحضرتؐ اپنے گھر کے اندر مکر و فریب کا ایسا گہرا جال بچھاتے کہ پندرہ برس تک آپ کی بیوی اور قریب کے رشتہ داروں کو آپ کی عیّاری کا پتہ نہ چلتا ایک آدمی چند لوگوں کو کچھ عرصہ کے لیے دھوکا دے سکتا ہے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص تعداد کثیر کو ہمیشہ دھوکے میں مبتلا رکھ سکے۔ اگر حضرت پر

Marfat.com

ایمان لانے والوں کو آپ کی صدق نیت اور آپ کے تبلیغی مواعظ و احکام کے منجانب اللہ ہونے کا یقین نہ ہوتا تو کیا یہ ممکن تھا کہ سمجھدار عورتیں اور اعلیٰ درجہ کے ذی وقعت اور دانشمند اشخاص جن کی لیاقتیں سلطنت جمہوریہ اسلامی کی سرداری اور سپہ سالاری میں اپنے اپنے موقعہ پر آفتاب نیمروز کی طرح چمک کر ثابت ہوئیں۔ دنیا طلبی اور مکر و فریب اور فقدانِ ایمان۔ اور نقصان اور سفاہت عقل کی کوئی علامت ذرا بھی آپ میں پاتے اور فوراً آپ کی بات رد نہ کر دیتے۔ اور کیا باپ بیٹوں سے اور مائیں بیٹوں سے اور بہنیں بہنوں سے اور بھائی بھائیوں سے اس طرح جدا ہونا گوارا کر سکتے تھے جس طرح اسلام اور بانیِ اسلام کی محبت سے اپنے آبائی اور عزیز مذہب کو چھوڑ کر جدا ہو گئے۔ اور کیا ملک و مال اور عزیز و اقارب اور پیارے وطن کی الفت پر خاک ڈال کر غریب الوطنی کی زندگی اختیار کرنا پسند کرتے۔ یا مشکیں بندھے ہوئے بھوکے پیاسے مکہ کی نہایت گرم اور تیز دھوپ میں سینہ پر بھاری پتھر رکھ کر جلتی ہوئی پتھریلی زمین پر ڈالدیئے جانے کو عیش و آرام کی زندگی پر ترجیح دیتے۔ اور برسوں تک اپنی قوم سے بالکل بے تعلق اور الگ قیدیوں کی سی زندگی بسر کرنے اور طرح طرح کی تکلیفیں اور مصیبتیں سہنے اور اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالنے کو مرغوب سمجھتے ہرگز نہیں۔ چنانچہ سر ولیم میور جو ایک بہت بڑے عالم اور محقق انگریز تھے

Marfat.com

اور ۱۸۶۸ء سے ۱۸۷۴ء تک ہمارے صوبہ متحدہ کے لفٹنٹ گورنر رہ چکے ہیں۔ اور جنھوں نے نہایت تحقیق و تفتیش کے ساتھ آنحضرت صلعم کی سوانح عمری (لائف آف محمدؐ) چار جلدوں میں لکھ کر شایع کی وہ اپنی اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ "حضرت محمدؐ کے اخلاص اور صداقت کا یہ بڑا زبردست ثبوت ہے کہ ان کا

مذہب سب سے پہلے قبول کرنے والے اُن کے دلی دوست اور اُن کے گھرانے کے لوگ تھے۔ یہ لوگ سب کے سب ضرور اُن کے روزمرّہ کے حالات اور اُن کی گھریلو زندگی سے بخوبی واقف ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ دوسروں کو دھوکا اور فریب دینے کی غرض سے مکّاری اور عیّاری سے کام لیتے ہیں تو اُن کے اُن اقوال میں جو محض دوسروں کے سنانے کے لیئے وہ باہر مجمع عام میں کہا کرتے ہیں اور گھر کی چار دیواری کے اندر اُن کے اعمال میں عموماً ہمیشہ فرق اور اختلاف ہوا کرتا ہے۔ اگر محمدؐ کی غرض و غایت فریب اور دھوکے سے کام لینا ہوتا تو یہ ناممکن تھا کہ اُن کے دوست اور احباب اور اُن کے قریبی رشتہ داروں کو جو اُن پر سب سے پہلے ایمان لائے اُن کی ریاکاری اور عیّاری کا پتہ نہ چل جاتا۔"

مسٹر گاڈفرے ہگنس انگلستان کے ایک آسودہ حال مشہور عالم و فاضل اور محقق عیسائی ہیں جنھوں نے باوجود عیسائی مذہب رکھنے کے ازراہِ

Marfat.com

منصف مزاجی اب سے سو برس پیشتر ۱۸۲۹ء میں ایک کتاب "اپالوجی فار محمدؐ" صرف اس غرض سے تصنیف کی تھی کہ عیسائی عالموں اور پادریوں نے از راہ تعصب اسلام اور بانی اسلام کے خلاف جو تہمتیں تراشی ہیں اور تمام ممالک یورپ میں اسلام اور پیغمبر عرب کی طرف سے بدظنی اور نفرت پھیلانے کی غرض سے جن جن دروغ بافیوں اور افترا پردازیوں سے کام لیا ہے اُن کا پردہ فاش کریں تاکہ دین اسلام کی حقیقت سے آگاہ ہو کر اہل یورپ اور خصوصاً اہل انگلستان کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کی ساتھ رواداری کے جذبات پیدا ہوں۔ بالخصوص اس لیئے کہ انگلستان سے مسلمانوں کی ایک تعداد کثیر کا تعلق ہے اور اُن کی فلاح و بہبود سے انگلستان کو خاص دلچسپی ہے۔ آپ اپنی کتاب "اپالوجی فار محمدؐ" کے فقرہ ۱۷ میں فرماتے ہیں کہ "اگر حضرت محمدؐ اپنی نبوت کے دعوے میں سچے تھے تو اُن کی بیوی خدیجہؓ کا اُن پر سب سے پہلے ایمان لانا کچھ بھی تعجب کی بات نہ تھی لیکن اگر محمدؐ فریبی اور مکار تھے تو خدیجہؓ سے عقد کے بعد اظہار نبوت کے دن تک اپنی بیوی کو پندرہ سال مسلسل دھوکے میں رکھنے کے لیئے اُنھوں نے حد درجہ کی عیاری سے کام لیا ہوگا۔ کیونکہ یہ سب کو بالاتفاق تسلیم ہے کہ خدیجہؓ اُن کے مذہب پر صدق دل سے ایمان لائیں۔ اور اُن کی سچی معتقد تھیں۔ نہ وہ

Marfat.com

منافق تھیں نہ اُن کی نسبت کسی نے آج تک یہ بدظنی کی ہو
کہ وہ اپنے شوہر کے مکر و فریب کی کارروائیوں میں شریک یا
ہمراز تھیں۔ خدیجہؓ کے بعد اُن کے چچا زاد بھائی علیؓ ابن ابوطالب
ایمان لائے اور پھر ابوبکرؓ نے دین اسلام قبول کیا۔ چونکہ ابوبکرؓ
سب سے زیادہ دولتمند لوگوں میں سے تھے اور ہم چشموں میں
بڑے عقلمند اور تجربہ کار سمجھے جاتے تھے۔ آپ کے ایمان لانے سے
محمدؐ کو بہت کچھ مدد ملی۔ اور اُن کے مذہب کی شہرت ہو گئی
اور آپ کی مثال سے متاثر ہو کر اور کئی شخص ایمان لائے
جن میں عثمان ابن عفانؓ۔ زبیر بن عوامؓ۔ سعد بن ابی وقاصؓ
عبدالرحمن بن عوفؓ۔ اور ابوعبیدہ بن جراحؓ بھی شامل
تھے جو کہ بعد میں اسلامی افواج کے سپہ سالار بنے۔ اور جن کی
بدولت اسلام کو بڑی بڑی فتوحات میسر ہوئیں"

پیغمبر اسلامؐ کی تبلیغ کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ آپ پر جو لوگ سب سے پہلے ایمان لائے وہ بڑے بڑے قابل دانشمند اہل الرائے اور مکہ کے چیدہ افراد تھے۔ جنھوں نے آپ کی وفات کے بعد زبردست حکومت اور سپہ سالاریاں کیں اور حکومت کا بہت عمدہ انتظام کیا۔ اور ساری دُنیا پر اپنے تدبّر اور اپنے عدل و انصاف کا سکہ بٹھا دیا۔ چنانچہ مسٹر گاڈفرے کیس

Marfat.com

اپنی کتاب کے فقرہ نمبر ۱۰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"باوجودیکہ محمدؐ اور عیسیٰؑ کی ابتدائی سوانح عمری میں ایسے حالات ہیں جن میں عجیب مشابہت پائی جاتی ہے۔ لیکن بہت سے اُمور ایسے ہیں جن میں سراسر اختلاف ہے۔ مثلاً حضرت عیسےٰؑ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے آپ کے بارہ حواریوں کی نسبت تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ ناخواندہ۔ بے سمجھ اور بہت ہی کم حیثیت لوگ تھے۔ اس کے برعکس محمدؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اُن کے غلام زید کے سوا سب کے سب معزز طبقہ کے لوگ تھے۔ اور اپنے اپنے وقت پر بہ حیثیت خلیفہ اور سپہ سالار افواج کے ان لوگوں نے اپنے شاندار کارناموں سے آئندہ زمانہ میں ثابت کر دیا کہ یہ سب کے سب نہایت قابل اور اعلیٰ درجہ کے دل و دماغ رکھنے والے لوگ تھے۔ ایسے سیدھے سادے لوگ نہ تھے جو آسانی سے کسی کے دام فریب میں پھنس جاتے حضرت عیسےٰؑ پر ایمان لانے والوں کی بے کسی اور کم حیثیتی کو بعض عیسائی علماء دین عیسوی کی خوبی سمجھتے ہیں۔ اور اُس کو دین عیسوی کی آئندہ کامیابی کا سبب قرار دیتے ہیں مگر مجھ سے کوئی سچ پوچھے تو مجھے اُس حالت میں خوشی ہوتی اگر

Marfat.com

حضرت عیسٰے پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں لاک
اور نیوٹن جیسی حیثیت کے فلاسفر اور حکیم ہوتے"

(فقرہ ۱۹) "ابتدائی چند سالوں میں اپنے دین کی تبلیغ میں محمدؐ کو کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ مخالفوں کی جانب سے اُن کی جو توہین اور تحقیر کی جاتی تھی اور اُن کے ساتھ تمسخر کیا جاتا تھا اور طرح طرح کی دھمکیاں اُن کو دی جاتی تھیں اُن کی اُنھوں نے مطلق پروا نہیں کی اور بلا خوف و خطر اپنے مذہب کی تبلیغ میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ چوتھے سال کے ختم پر عیسائی مورخوں کی شہادت کے مطابق صرف ۳۹ شخص اُن پر ایمان لائے تھے جنمیں ایک عمرؓ بن خطاب بھی شامل ہیں جو اہل مکہ میں نہایت سرآوردہ شخص تھے۔ اور جو اپنی غیر معمولی قابلیتوں کی بدولت آگے چل کر خلیفۂ اسلام اور قریب قریب ساری ایشیا پر حکمراں بنے"

(فقرہ ۲۶) "باوجود پادری صاحبان اور عیسائی مصنفین کی بے شمار غلط بیانیوں اور دروغ بافیوں کے ہجرت کے وقت تک محمدؐ صاحب کی زندگی اور اُن کے اخلاق اور اُن کا چال چلن نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجہ کا تسلیم کیا جاتا ہے۔ سوائے اُن کے آئندہ پر فریب منصوبوں کے کوئی عیسائی مورخ ایک الزام بھی اُن پر عائد نہیں کر سکا ہے"

Marfat.com

(فقرہ ۲۴) "تمام عیسائی مؤرخ بالاتفاق تسلیم کرتے ہیں کہ ابتدا سے لیکر وسط عمر تک محمدؐ کی سیرت اور چال چلن بہت اچھا رہا جس کے خلاف کچھ نہیں کہا جاسکتا تو پھر بھلا یہ کیونکر مان لیا جاسے کہ پچیس۲۵ سال کی عمر سے لیکر چالیس سال کی عمر تک سب کچھ فریب تھا پچیس برس کی عمر تک وہ نہایت متدین اور جفاکش رہے۔ اُن کی دیانت پر کسی کو شک و شبہ نہ تھا اور اس دیانت اور جفاکشی کے صلہ میں اُن کو دولت اور امارت میسر ہوئی تو کیا اس خوش نصیبی اور آسودگی نے اس متدین اور راستباز شخص کو بکایک مکار اور دغا باز بنا دیا اس حیرت انگیز قلب ماہیت کے دو مقصد قرار دیئے جاسکتے ہیں (۱) دنیاوی حکمرانی یا (۲) عورتوں کے ساتھ عیش اور نفس پرستی"

"اگر محمدؐ کو امارت اور حکومت مقصود تھی تو اُس کی سب سے پہلی تدبیر یہ تھی کہ وہ کعبہ کا متولی بننے کی کوشش کرتے خصوصًا اس لیئے کہ کعبہ کی تولیت اُن کے خاندان میں چلی آتی تھی۔ اور یہ کعبہ کی تولیت تمام ملک عرب میں اعلیٰ درجہ کا رتبہ اور منصب سمجھا جاتا تھا۔ با عیش اور نفس پرستی اُنھوں نے سب سے پہلے اپنی شادی ایک بیوہ عورت (خدیجہؓ) سے کی جو عمر میں اُن سے پندرہ برس بڑی تھی۔ اور خود اُن کی عمر اُس وقت پچیس۲۵ برس کی تھی۔ جو عین عروج شباب کا زمانہ

Marfat.com

تھا۔ اور اگرچہ ملکی رسم کے مطابق اُن کو کئی بیویاں رکھنے کی اجازت تھی مگر اُنھوں نے خدیجہؓ کے مرنے تک کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ اور اس ایک بیوی کے ساتھ حد درجہ کی وفاداری اخلاص اور محبّت کا برتاؤ رہا۔ خدیجہؓ کے انتقال کے وقت محمدؐ کی عمر پچاس سے زیادہ تھی یعنی شباب ختم ہوچکا تھا۔ کیا ایسا شخص جو صورت اور سیرت میں یکتا مانا جاتا ہو ایک چالیسؔ سالہ بیوہ عورت کے ساتھ اُس کی محبت کی نسبت اس کے سوا اور کیا خیال کیا جاسکتا ہے کہ چونکہ ضرورت کے وقت خدیجہؓ اُس کی سب سے زیادہ حقیقی دوست ثابت ہوئی لہذا جذبات تشکر اور احسانمندی نے محبت کی صورت اختیار کرلی۔ اور شکرگزاری اور احسانمندی صفتِ محمود ہے۔"

آگے چل کر مسٹر گاڈفرے ہگنس نے اپنی کتاب کے فقرہ نمبر ۱۷ میں انگلستان کے مشہور و معروف مورّخ اڈورڈ گبن مصنف تاریخ زوال سلطنت رومۃ الکبریٰ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

"پہلے چار خلیفوں کے اطوار یکساں مخلصانہ اور اعلیٰ درجہ کے تھے اُن کی سرگرمی دلسوزی اور اخلاص پر مبنی تھی ثروت اور اختیار پاکر بھی اُنھوں نے اپنی عمریں ادائے فرایض اخلاقی و مذہبی میں صرف کیں

Marfat.com

یہی لوگ محمدؐ کے ابتدائی شریک تھے۔ جو پیشتر اس کے کہ اُس نے اقتدار حاصل کیا یعنی تلوار پکڑی اُس کے جانبدار ہو گئے۔ اور ایسے وقت میں کہ وہ ہدفِ آزار تھا اور جان بچا کر اپنے وطن سے چلا گیا۔ ان لوگوں کے سب سے پہلے تبدیل مذہب کرنے سے ان کی سچّائی ثابت ہوتی ہے۔ اور پھر دُنیا کے فتح کرنے سے اُن کی قابلیتوں کی فوقیت ثابت ہوتی ہے۔"

اسی سلسلہ میں مسٹر گاڈفرے ہنس اپنی کتاب کے اگلے فقرہ میں تحریر کرتے ہیں کہ "اِس صورت میں کون تعین کر سکتا ہے کہ ایسے شخصوں نے طرح طرح کی ایذائیں نہیں۔ اور اپنے ملک سے جلا وطنی گوارا کی اور نہایت سرگرمی سے اُس کے پیرو ہوئے۔ اور یہ سب اُمور ایک ایسے شخص کے لیئے ہوں جس میں ہر طرح کی بدکاریاں اور بُرائیاں ہوں۔ اور ایک ایسے سلسلۂ فریب و عیاری کی خاطر ہوں جو اُن ایمان لانے والوں کے خیالات رجحانات اور دیرینہ مذہبی عقاید کے سراسر منافی ہو۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ایسا ہونا ممکن ہے۔

(فقرہ ۱۳۳) "عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمدؐ کے اصولوں نے اُس کے پیروؤں میں جس درجہ کا نشۂ دینی پیدا کیا تھا اُس کو عیسےٰ کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے سود ہے۔ اور اس کا مذہب اس تیزی کے

Marfat.com

ساتھ پھیلا جس کی نظیر دین عیسوی میں نہیں ملتی چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سی عالیشان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا جب عیسیٰ کو سولی دی گئی تو اُس کے پیرو بھاگ گئے۔ برعکس اس کے محمدؐ کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد جمے رہے اور اس کی حفاظت کی خاطر اپنی جانیں خطرہ میں ڈالکر اُس کو کل دشمنوں پر غالب کر دیا"

اینسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا فاضل مقالہ نگار "محمدؐ اور اُس کا مذہب کے عنوان کے تحت میں لکھتا ہے کہ"

"جو یقین کہ اُس نے (آنحضرت صلعم نے) اپنے قریبا کے لوگوں یعنی خدیجہؓ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے دل میں پیدا کیا اور جو ہر طرح کی تکلیف اور ذلت اُس نے بارہ برس تک جھیلی اور نہایت جوانمردی سے ہر قسم کی دولت اور سرداری قبول کرنے سے انکار کر دیا جس کا حاصل ہونا صرف اس شرط پر موقوف تھا کہ وہ اپنی کوشش سے باز آئے۔ نیز اُس سادہ مزاجی اور سادہ طرز معاشرت کا خیال کرکے جو آخری وقت تک اُس میں قایم رہی ہم پریڈو۔ والٹیر اور مراچی کی رائیں قبول نہیں کر سکتے بلکہ مُہلر۔ کاسن۔ کارلائل۔ ارونگ اور دیگر محققین سے متفق ہیں کہ عام طور پر محمدؐ کی صداقت کو تسلیم کریں"

اس بات کو قبول کریں کہ اُس کو اپنے اوپر بھروسہ تھا۔ اور وہ اپنی
رسالت کو برحق سمجھتا تھا۔"

مسٹر ٹامس کارلائل انگلستان کے ایک نہایت مشہور مصنف ہیں جو اپنے علم و فضل کی وجہ سے تمام یورپ میں غیر معمولی شہرت رکھتے تھے۔ وہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ" (لکچر دوم صفحہ ۴۲) میں جو پہلی بار ۱۸۴۰ء میں شایع ہوئی تھی تحریر فرماتے ہیں کہ

"ہم محمدؐ کی نسبت ہرگز یہ خیال نہیں کر سکتے کہ وہ صرف ایک شعبدہ باز اور تہی باطن شخص تھا۔ اور نہ ہم اُس کو ایک حقیر جاہ طلب اور دیدہ و دانستہ منصوبے گانٹھنے والا شخص کہہ سکتے ہیں جو سخت اور کرخت پیغام اُس نے دُنیا کو دیا وہ ہر حال میں ایک سچا اور حقیقی پیغام تھا۔ اُس کا ماخذ وہی ہستی تھی جس کی تھاہ کسی نے بھی نہیں پائی اس شخص کے نہ اقوال ہی جھوٹے تھے نہ اعمال۔ اور نہ وہ خالی از صداقت تھے۔ کسی کی نقل و تقلید تھے۔ حیات ابدی کا ایک نورانی وجود تھا۔ جو قدرت کے وسیع سینہ میں سے دُنیا کو منور کرنے نکلا تھا اور بلاشبہ اُس کے لیئے امرِ ربانی یوں ہی تھا۔"

مسٹر ٹامس کارلائل کی مذکورہ بالا کتاب "ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ" کی عبارت ذیل سرسیّد احمد خاں صاحب مرحوم نے اپنی مشہور کتاب خطبات احمدیہ

Marfat.com

کے دیباچہ میں نقل کی ہے کہ

"ہم لوگوں (یعنی عیسائیوں) میں جو یہ بات مشہور ہے کہ محمدؐ ایک پُرفن اور فطرتی شخص اور گویا جھوٹ کے اوتار تھے اور اُن کا مذہب دیوانگی اور خام خیالی کا ایک تودہ ہے۔ اب یہ سب باتیں لوگوں کے نزدیک غلط ٹھہرتی جاتی ہیں۔ جو جو جھوٹ باتیں سرگرم مذہبی لوگوں (یعنی عیسائیوں) نے اس انسان (یعنی محمدؐ) کی نسبت قایم کی ہیں اب وہ الزام قطعاً ہماری روسیاہی کا باعث ہیں۔ چنانچہ یہ ایک روایت مشہور ہے کہ **پوکاک** صاحب نے جب **گروٹیس** صاحب سے پوچھا کہ یہ قصہ جو تم نے لکھا ہے کہ محمدؐ نے ایک کبوتر کو تعلیم کیا تھا کہ وہ اُن کے کان سے مَیل نکالا کرتا تھا اور مشہور کیا تھا کہ وہ فرشتہ ہے جو اُن کے پاس وحی لاتا ہے تو اس قصہ کی کیا سند ہے۔ تو اُنھوں نے جواب دیا کہ "اس قصہ کی کوئی سند اور کچھ ثبوت نہیں ہے" حقیقت یہ ہے کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ ایسے ایسے قصوں کو بالکل ترک کیا جائے۔ جو جو باتیں اس انسان (محمد) نے اپنی زبان سے نکالیں بارہ سو برس سے اٹھارہ کروڑ آدمیوں کے لیے بمنزلہ ہدایت کے قایم ہیں۔ ان اٹھارہ کروڑ آدمیوں کو بھی اسی طرح خدا نے پیدا کیا ہے جس طرح ہم کو پیدا کیا۔ اس وقت جتنے آدمی محمدؐ کے کلام پر اعتقاد رکھتے ہیں

Marfat.com

اُس سے بڑھکر اور کسی کے کلام پر اس زمانہ کے لوگ یقین نہیں رکھتے پھر کیا ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ جس کلام پر خدائے قادر مطلق کی اس قدر مخلوق زندگی بسر کر گئی اور اُسی پر مر گئی۔ کیا وہ ایسا جھوٹا کھیل ہو جیسا کہ ایک بازیگر کا ہوتا ہے (اس موقع پر سر سید احمد خاں صاحب مرحوم نے حاشیہ پر ایک نوٹ لکھا ہے جو آخر میں نقل کر دیا گیا ہے۔ مولف) میں اپنے نزدیک ہرگز ایسا خیال نہیں کرتا میں اور بہت سی باتوں کا یقین کر سکتا ہوں مگر اس بات کا یقین نہیں کر سکتا اگر جھوٹی اور فریب کی باتیں دنیا میں اس قدر طاقتور ہوں اور رواج پکڑ جائیں اور مسلّم ٹھہر جائیں تو پھر اس دنیا کی نسبت کوئی کیا خیال کرے گا۔ اس قسم کے خیالات جو بہت پھیلے ہوئے ہیں بہت ہی افسوس کے قابل ہیں۔ اگر ہم کو خدا کی سچی مخلوقات کا علم کچھ حاصل کرنا منظور ہو تو ہم کو ایسی باتوں پر ہرگز یقین نہ کرنا چاہیئے۔ یہ باتیں ایسے زمانوں میں پھیلی تھیں جبکہ شکوک اور بے اعتباری کا دور دورہ تھا روحانیت اور اخلاق مفلوج ہو چکے تھے۔ میرے نزدیک اس خیال سے کہ ایک جھوٹے آدمی نے ایک مذہب قایم کیا اور کوئی زیادہ بد اور ناپاک خیال دُنیا میں نہیں پھیلا۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک جھوٹا آدمی جو چور

Marfat.com

اینٹ اور مسالہ کی خصوصیات پر اعتقاد نہ رکھتا ہو اور پختہ مکان بنالے۔ وہ پختہ مکان کاہے کو ہوگا بلکہ خاک کا ایک ڈھیر ہوگا بارہ سو برس تک اُس کو کب قیام ہوسکتا ہے۔ اور اٹھارہ کروڑ آدمی اُس میں کیسے رہ سکتے ہیں۔ بلکہ اب تک وہ مکان کبھی کا سر کے بل گر پڑا ہوتا۔ ضرور ہے کہ آدمی اپنے طریقوں کو قانون قدرت کے مطابق کرے اور قدرت کے اسباب کی حقیقت کو سمجھے! اور اُس پر عمل کرے ورنہ قدرت سے اُس کو یہ جواب ملے گا کہ نہیں یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ عیاری عیاری ہی ہے۔ اور صداقت صداقت ہی ہے۔ افسوس ہے کہ بعض شخص مثل کاگ لسٹرو[1] اور اُس جیسے بہت سے دنیا کے سربرآوردہ لوگ چند روز کے لئے اپنی عیاری سے کامیاب ہوجاتے ہیں مگر اُن کی کامیابی ایک جعلی ہنڈوی کی مانند ہوتی ہے جس کو وہ اپنے نالائق ہاتھوں سے جاری کرتے ہیں اور خود الگ تھلگ رہتے ہیں مگر اوروں کو اس کے سبب سے نقصان پہونچاتے ہیں مگر قدرت آگ کے شعلوں اور فرانسیسی ہنگاموں اور اسی قسم کی غضب ناک صورتوں میں ظاہر

[1] کاگ لسٹرو سسلی کا رہنے والا ایک عیار شخص تھا جو اپنے آپ کو صاحب کرامت بتلاکر لوگوں سے روپیہ ٹھگا کرتا تھا۔ آخر گرفتار ہوکر قید خانہ میں مرگیا (مولف)

Marfat.com

ہو کر یہ صداقت نہایت غضب اور قہر کے ساتھ دنیا پر ظاہر کر دیتی ہے کہ جعلی ہنڈویاں جعلی ہی ہیں۔ غرض اس انسان اعظم (محمدؐ) کی نسبت ہرگز یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ سچے نہ تھے"

سرسیّد احمد خاں صاحب مرحوم کا نوٹ جس کا حوالہ عبارت مندرجہ بالا میں دیا گیا ہے حسب ذیل ہے:-

"میں اس قدر اور زیادہ کرنا چاہتا ہوں کہ کروڑوں آدمی اس وقت بھی اسی کلام پر مستحکم اعتقاد سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور جن ملکوں میں اسلامی سلطنت کبھی نہیں گئی اُن ملکوں کے لوگوں نے بھی اُن کی باتیں سُن کر اُن کو قبول کر لیا۔ اور اب بھی کہ اُس کے بانی کو دنیا سے گئے ہوئے بارہ سَو برس گزر گئے ہر ایک ملک میں اور اُن ملکوں میں بھی جہاں اسلامی سلطنت نہیں ہے۔ ہزاروں نئے لوگ اُس پر بغیر کسی لالچ اور دھوکے کے اور بغیر کسی تدبیر کرنے والوں کی تدبیر و حکمت کے ایمان لاتے جاتے ہیں اور اسلام قبول کرتے ہیں۔ تو کیا وہ ایسا جھوٹا کھیل ہے جیسا کہ ایک بازی گر کا ہوتا ہے نہیں بلکہ اُس کے سچ ہونے کا ہر ایک کے دل پر یقین ہوتا ہے"

Marfat.com

جس قدر شہادتیں اوپر مذکور ہوئیں ان کی اہمیت کا دارومدار شہادت دینے والوں کی فضیلت علمی یا اُن کی زبردست اور بلند پایہ شخصیتوں پر نہیں ہے بلکہ ان راؤں اور شہادتوں کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مشہور و معروف تاریخی واقعات اور ایسی مضبوط بدیہی عقلی دلائل پر مبنی ہیں کہ اُن کی صداقت کا کوئی معمولی سمجھ والا انسان انکار نہیں کر سکتا یہ کھلا ہوا تاریخی واقعہ ہے کہ جس وقت آنحضرت صلعم نے آوازۂ نبوت بلند کیا تو اس آواز کی تائید کرنے والا کوئی دوسرا نہ تھا۔ عرب کا ذرّہ ذرّہ اس صدائے حق کا دشمن تھا۔ آپ پشت ہا پشت کی خوگردہ عادات کے ترک کی دعوت دیتے تھے۔ موروثی مذہب جو لوگوں کی رگ و پے میں سرایت کیئے ہوئے تھا آپ اُس کی مذمت کرتے تھے جن بتوں اور دیوتاؤں کے رعب و ہیبت سے وہ کانپتے تھے آپ اُن کو منہدم کرنے کا حکم دیتے تھے۔ سرقہ۔ ڈاکہ۔ لوٹ مار۔ قتل و خونریزی۔ کینہ و عداوت۔ سود۔ قمار۔ بدکاری شراب۔ غرض وہ تمام افعال جو عرب کے خصائص بن گئے تھے اُن کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے۔ علاوہ بریں آپ کے دست مبارک میں کوئی ظاہری مادی طاقت نہ تھی۔ دولت و خزانہ نہ تھا۔ اس دعوت کو قبول کرنے والوں کے لیئے بجز مصائب اور بلاؤں کے آپ کے پاس کوئی ظاہری قابل معاوضہ چیز نہ تھی۔ ہر شخص کو معلوم تھا کہ اسلام کا نام لینے کے ساتھ وہ اپنے گھر سے

Marfat.com

بیگانہ۔ اپنی جائداد سے محروم۔ اپنے خاندان سے ناآشنا۔ اپنے وطن سے مہجور اور اکابر شہر اور روسا قریش میں رسوا اور بدنام اور ہر قسم کی مصیبتوں کا ہدف اور نشانہ بن جائے گا۔ غریب مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ بے رحمیاں اور سفاکیاں کی جا رہی تھیں وہ سب کے سامنے تھیں۔ باایں ہمہ ایک خلقت تھی کہ آستانۂ محمدی کی تلاش میں چلی آتی تھی۔ عرب کے قبائل دور دور سے چھپ چھپ کر پہونچتے تھے اور بیعت کر کے واپس جاتے تھے اور آخر وہ لوگ بھی جو سالہا سال تک آنحضرت صلعم کے سخت دشمن تھے۔ اسلام کے شدید مخالف اور غزوات بدر و احد اور احزاب و خندق کے بانی تھے وہ بھی ایک روز سر اطاعت جھکانے پر مجبور ہو گئے۔ آخر اس کے کیا اسباب تھے۔ اور کیونکر اُن کو محمد رسول صلعم کی رسالت و صداقت کا یقین آیا۔ عیسائیوں کی طرح یہ کہنا آسان ہے کہ محمدؐ نے لڑکر لوگوں کو مطیع بنا لیا لیکن سوال یہ ہے کہ یہ ہزاروں جاں نثار لڑنے والے کہاں سے اور کیونکر پیدا ہو گئے اُن کو کس نے لڑکر مطیع بنایا۔

اس اپنے اور پرائے کے غمخوار کی دعوت صرف یہ تھی کہ لوگو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہو تو نجات پاؤ گے۔ اس دعوت سے باز رکھنے میں روسا قریش جب ہر قسم کی تدبیروں سے تھک گئے تو اُنھوں نے آپ کے

Marfat.com

سامنے حکومت کا تخت زر و جواہر کا خزانہ اور حسن کی دولت پیش کی کیونکہ مشرکین اپنی کامیابی کے لیئے صرف ایک ہی ہتھیار استعمال نہ کرتے تھے بلکہ جب دیکھتے تھے کہ درشتی اور شدت سے مدعا حاصل نہیں ہوتا تو نرمی اور ملائمت کو کام میں لاتے تھے اور دوستی اور غمخواری کے لباس میں دشمنی کا اظہار کرتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ کفار قریش میں سے ایک شخص جو بڑا ذی وجاہت اور صاحبِ مال و منال تھا اپنے گروہ کے اشارہ سے آپ کے بہکانے کو آیا اور خلاف معمول نہایت ملائمت اور شیریں کلامی کے ساتھ بولا

اے فرزندِ برادر تم صاحبِ اوصاف جمیلہ اور عالی خاندان ہو پھر کیا سبب ہے کہ ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہتے ہو۔ اور اُن کی پرستش کی وجہ سے ہم کو احمق اور پاگل بتلاتے ہو۔ اور ہماری قوم میں پھوٹ ڈال دینے کی کوشش کرتے ہو۔ کیا اس سے یہ مقصود ہے کہ کسی حسین و جمیل عالی خاندان عورت سے تمہاری شادی ہو جائے۔ اگر یہی مُدعا ہے تو جس کو تم پسند کرو ہم اُس سے ابھی تمہارا نکاح کیئے دیتے ہیں۔ اگر مال و زر مطلوب ہو تو اس قدر جمع کر دیتے ہیں کہ تم سب سے زیادہ دولتمند بن جاؤ۔ اور اگر حکومت و سرداری کی تمنا ہے تو تم کو اپنا سردار بلکہ بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ اور اُس طرح تمہاری اطاعت

Marfat.com

اور فرماں برداری کریں گے جس طرح بادشاہوں کی کی جاتی ہے اور اگر کسی جن بھوت کا سایہ ہو گیا ہے اور تم اُس کے دفعیہ سے عاجز ہو تو کسی معالج کو لے آتے ہیں تاکہ تم کو تندرست کر دے۔"

یہ کہکر وہ چپ ہوا تو آپ نے پوچھا کہ بس کہہ چکا جو کچھ تجھ کو کہنا تھا اُس نے کہا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جا اور سُن۔ اور قرآن مجید کی یہ آیتیں ارشاد کیں:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حٰمٓ ○ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ○ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ج..... (غَیْرُ مَمْنُوْنٍ)

یعنی یہ فرمان خدائے رحمٰن و رحیم کے حضور سے صادر ہوتا ہے۔ یہ قرآن کتاب ہے جس کی باتیں زبان عربی میں سمجھدار لوگوں کے لیے تفصیل کے ساتھ بیان کر دی گئی ہیں۔ ماننے والوں کو خوشنودی خدا کی خوش خبری سُناتا اور منکروں کو عذاب خدا سے ڈراتا ہے۔ اس پر بھی ان میں سے اکثروں نے مُنہ موڑ لیا۔ اور وہ اس کو سنتے ہی نہیں۔ اور اے پیغمبر یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہمارے دل تو اُس سے پردوں میں ہیں کہ تمہاری بات ہمارے کانوں میں ایک طرح کی گرانی ہے کہ تم جو کہتے ہو سُنائی نہیں دیتا۔ اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ حایل ہے کہ تم ہم پر کسی طرح کا اثر نہیں ڈال سکتے تو اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے طور پر عمل

Marfat.com

کیے جاؤ ہم اپنے طور پر عمل کر رہے ہیں۔ اے پیغمبر تم ان لوگوں سے کہو کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں مگر مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود بس ہی ایک معبود ہے بس سیدھے اس کی طرف منہ کیے چلے جاؤ اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور شرک کرنے والوں پر افسوس ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے آخرت میں بڑا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں) خلاصہ یہ کہ آپ نے اس مغوی کی چکنی چپڑی باتوں پر کچھ بھی التفات نہ فرمایا اور وہ مایوس واپس چلا گیا۔ اس تدبیر کی ناکامی کے بعد مشرکوں نے مسلمانوں پر اور بھی زیادہ ظلم کرنے شروع کیے۔ اور بالآخر وہ وقت آیا جب آخری ہمدم و دمساز یعنی آپ کے چچا ابوطالب نے بھی ساتھ چھوڑنا چاہا۔ جس کا جواب اولوالعزم رسولِ برحق کی زبان سے فقط یہ ملا کہ "چچا جان اگر قریش میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھدیں تب بھی اپنے اعلان حق سے باز نہ آؤں گا"

نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا یعنی بالآخر حق کامیاب ہوا لیکن کیا اس کامیابی سے داعی حق نے خود کوئی فائدہ حاصل کیا؟

مسجد نبوی کے صحن میں آپ کے سامنے مال غنیمت کے انبار لگ جاتے تھے مگر خود اس انبار کو تقسیم کرنے والے شاہ کونین کی زندگی یہ تھی کہ آپ کھال کی چٹائی یا خالی زمین پر آرام فرماتے تھے۔ کاشانۂ نبوت گو انوار الٰہی کا مظہر تھا

Marfat.com

تاہم اس میں رات کو چراغ نہیں جلتا تھا کئی کئی دن فاقہ سے شکم مبارک پر دو دو تین تین پتھر بندھے ہوتے تھے۔ گھر کا کام کاج خود کرتے۔ کپڑوں میں پیوند لگاتے گھر میں خود جھاڑو دیتے۔ دودھ دوہ لیتے۔ بازار سے سودا لاتے جوتی پھٹ جاتی تو خود گانٹھ لیتے۔ اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھ کر اس کو چارہ دیتے۔ غلام کے ساتھ مل کر آٹا گوندھتے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّد۔

رسولِ خدا صلعم کی نبوت کو چار سال گزر چکنے کے بعد بھی مشرکین مکہ کی مخالفت میں کمی آنے کے بجائے اور زیادتی ہو گئی۔ وہ مسلمانوں کو سخت سے سخت تکلیفیں پہونچاتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے تنگ آکر مسلمانوں کو ملک حبش میں پناہ لینے کی اجازت دی۔ وہاں کا بادشاہ نجاشی ایک نیک دل عیسائی تھا۔ دشمنوں نے وہاں بھی چین نہ لینے دیا اور اپنا ایک وفد نجاشی شاہ حبش کے پاس بھیجا۔ کہ ہمارے چند ناسمجھ آدمیوں نے اپنا آبائی دین ترک کر کے ایک نیا دین ایجاد کیا ہے۔ اور بھاگ کر آپ کے ملک میں پناہ لی ہے۔ آپ اُن کو ہمارے حوالہ کر دیں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا حضرت جعفرؓ نے مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے تمام واقعات بیان کیے اور پھر بادشاہ کے اس سوال پر کہ تم لوگ حضرت عیسٰی کے متعلق کیا کہتے ہو سورہ مریم

Marfat.com

کی چند آیتیں پڑھ کر سُنائیں جن کو سُن کر اُس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اُس نے مسلمانوں کو پناہ دی اور سردارانِ قریش کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا (یہ واقعہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ تیسرے باب میں "قرآن مجید کی بے مثل تاثیر" کے زیرعنوان درج ہوا ہے) سفارت حبش کی ناکامی اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مشرکین عرب کے غیظ و غضب کی آگ اور بھی زیادہ بھڑک اُٹھی۔ چنانچہ اُنھوں نے جھلّا کر بنی ہاشم سے ترک موالات کر دی اور اُن کا مکمل بائیکاٹ کر دیا۔ بنی ہاشم نے پہاڑ میں پناہ لی اور تین برس تک سخت مصائب جھیلتے رہے اسی اثنا میں آپ کی بیوی خدیجہؓ اور آپ کے چچا ابوطالب کی وفات سے آنحضرتؐ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور کفار مکہ کا ظلم و ستم بہت بڑھ گیا۔ اور آپ کو قطعاً مایوسی ہو گئی کہ اب یہ لوگ بُت پرستی سے باز نہ آئیں گے آپ نے مایوس ہو کر اپنے غلام زید ابن حارث کے ساتھ متوکلاً علی اللہ شہر طائف کا قصد فرمایا تاکہ شاید قوم بنی ثقیف کو خدا تعالےٰ قبول اسلام کی توفیق دے اور وہ آپ کی حمایت و حفاظت پر آمادہ ہو جائے طائف مکہ سے مشرق کی طرف قریب ساٹھ میل کے ہے۔ اس تذکرہ کے سلسلہ میں سر ولیم میور اپنی کتاب "لائف آف محمدؐ" میں لکھتے ہیں کہ

"محمدؐ کے اس طائف کے سفر میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی جانبازانہ

Marfat.com

دلیری پائی جاتی ہے۔ ایک یکہ و تنہا شخص جس کو اُس کی قوم کے لوگوں نے بالکل چھوڑ دیا تھا اور اُس کو نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے خدا کے نام پر دلیرانہ آگے بڑھا جس طرح حضرت یونس نینویٰ کو گئے تھے اور اُس نے ایک بُت پرست شہر کو آگاہ کیا کہ توبہ کریں اور اُس کی رسالت کی تائید کریں۔ اس سے ایک نہایت قوی روشنی اس امر پر پڑتی ہے کہ اُس کو اپنے کام کے من اللہ ہونے کا کس شدت کے ساتھ یقین تھا۔"

مگر طائف کے لوگوں میں کسی کو توفیق قبول اسلام نہ ہوئی۔ بلکہ قریش کی طرح اُن کو بھی طیش آگیا اور آنحضرتؐ کو ایذائیں پہونچائیں۔ لاچار آنحضرت تین یوم کے بعد واپس تشریف لے آئے۔

اس واقعہ کو سر ولیم میور صاحب نے اپنی کتاب "لائف آف محمدؐ" (جلد چہارم صفحہ ۳۱۴-۳۱۵) میں اس طرح بیان کیا ہے:-

"پیغمبر عرب جس وقت طائف پہونچے بالکل تن تنہا اور بظاہر بے یار و مددگار تھے۔ مگر اُن کو پیام الٰہی پہونچانا تھا۔ چنانچہ اُنھوں نے اہل طائف کو جمع کیا اور ہدایت کی کہ شرک سے باز آئیں اور توبہ کریں۔ لوگوں نے اُن کی تحقیر و تذلیل کی اور زخمی کر ڈالا۔ اور تیسرے دن شہر سے نکال دیا۔ آپ کے زخموں سے

Marfat.com

خون جاری تھا آپ نے شہر سے کچھ فاصلہ پر اللہ تعالیٰ کو اپنا دردِ
دل سُنایا۔ اور اپنے کام کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیئے پھر مکہ واپس
آئے۔ جہاں اب اُن کو کامیاب ہونے کی کوئی اُمید نہ تھی مگر اُن کو
انجام کار اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا اور قادرِ مطلق پر بھروسہ تھا
جس کا وہ اپنے آپ کو رسول سمجھتے تھے۔ دُنیا کی تاریخ کے صفحات
میں اُن جانکاہ مصائب کے جانبازانہ مقابلہ کی نظیر ڈھونڈے
نہیں مل سکتی جو حد درجہ کے یاس انگیز حالات میں طرح طرح کی
ذلتوں اور دھمکیوں اور ایذاؤں کے باوجود مسلسل تیرہ برس تک
پیغمبر عرب سے ظہور میں آیا۔ اُن کے پائے استقلال میں سرِ مو
لغزش نہیں ہوئی وہ متواتر ناکامیوں کے باوجود برابر منکرینِ
مکہ کو راہ راست پر آنے اور توبہ کرنے کی ہدایت کرتے تھے
اور غضب الہٰی سے ڈراتے تھے۔ مگر وہ خود اور اُس کے مخلص فقا
مردوں اور عورتوں کا مختصر گروہ ہمیشہ تحقیر و تذلیل کا آماجگاہ
بنا رہا۔ اور ان کی جان ہر وقت خطرہ میں تھی۔ مگر ان لوگوں کو
اپنے مستقبل پر نہایت پختہ اعتماد اور اطمینان تھا۔ آخر کار جب
ایک دور دراز مقام سے کمک اور حفاظت کا وعدہ ہوا تو آپ نے
سکون و اطمینان کے ساتھ اُس وقت تک انتظار کیا جب تک

Marfat.com

آپ کے سب پیرو مکّہ سے روانہ ہو گئے جس کے بعد وہ خود بھی یکایک اپنے ناشکر گزار اور مفسد ہم وطنوں کو چھوڑ کر ترک وطن کر گئے"۔

"واشنگٹن ارونگ" امریکہ کے ایک نہایت زبردست ادیب مورّخ اور واقعہ نگار ہیں جن کی تصنیفات انگلستان میں بھی بڑی وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں سنہ ۱۸۰۴-۱۸۰۶ء میں آپ نے تمام یورپ کا دورہ کیا اور آپ متعدد کتابوں کے مصنّف ہیں۔ آپ نے اپنی مشہور و معروف کتاب "محمدؐ اور اُن کے جانشین" میں لکھا ہے کہ

"ہم کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ جس ناپاک اور عظیم الشان فریب سے محمدؐ کو متہّم کیا جاتا ہے اُس سے اُن کو آخر کیا نفع مقصود تھا۔ کیا دولت مقصود تھی؟ خدیجہؓ سے شادی کر کے وہ پہلے ہی دولتمند بن چکے تھے۔ اور اپنے "پر فریب الہام" کے دعوے سے برسوں پیشتر اُنھوں نے اپنی دولت بڑھانے کا کوئی رُجحان ظاہر نہیں کیا۔ کیا شہرت مقصود تھی؟ وہ اپنے وطن میں پہلے ہی سے دانشمند اور متدین مشہور تھے وہ مشہور و معروف خاندان قریش کے اُس شہرۂ آفاق شاخ کے فرد تھے جو سب سے زیادہ معزز سمجھی جاتی تھی۔ کیا وہ جاہ طلب تھے؟ کعبہ کی تولیت اور اُس کے ساتھ

Marfat.com

مقدس شہر مکہ کی حکومت پشت ہا پشت سے اُن کے خاندان میں چلی آتی تھی۔ اور گرد و پیش کے حالات اور اپنے تعلقات کے لحاظ سے اس رتبہ پر جلد پہونچ جانے کے وہ خود ہی مستحق تھے۔ اُن دیرینہ عقائد کو ملیا میٹ کرنے کی کوشش کرنے سے جن میں وہ خود پیدا ہوئے تھے اُنھوں نے مندرجہ بالا تمام توقعات کی خود ہی جڑ کاٹ دی تھی۔ اُنھیں دیرینہ عقائد پر دولت اور اعزاز کا دارومدار تھا اُن پر حملہ کرنا مترادف تھا اپنے رشتہ داروں دوستوں اور تمام ہم وطنوں کی مخالفت اور دشمنی مشتعل کرنے کا اور تمام اہل عرب کے دلوں میں جو کعبہ پرست تھے اپنی طرف سے نفرت اور عداوت پیدا کرنے کا۔ کیا آپ کی تبلیغ کے ابتدائی زمانہ میں کچھ ایسے توقعات پیش نظر تھیں جو اُن کی نفس کشی کا معاوضہ بن سکتیں اور اُن کو اپنا کام جاری رکھنے کی ترغیب دیتیں۔ مگر برخلاف کسی قسم کے خوش گوار حالات کے اُنھوں نے اپنا کام ناکامی کی فضا میں خفیہ طور پر شروع کیا۔ برسوں تک اُن کو کسی قسم کی کامیابی نہیں ہوئی۔ جوں جوں اُنھوں نے اپنے اصولوں کی علانیہ اشاعت کی اور اپنے الہامات کا اعلان کیا لوگوں نے اُن کے ساتھ تمسخر کرنا شروع کر دیا۔ اُن کی تحقیر و تذلیل پر کمربستہ ہو گئے۔ اور آخر میں

Marfat.com

اُن پہ اور اُن کے دوستوں پر طرح طرح کے ظلم ہونے لگے یہاں تک کہ اُن کے بعض قریب عزیز اور رشتہ دار غیر ملک کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے اور اپنی حفاظت کی غرض سے خود اپنے وجود کو مخالفین کی نظروں سے اُن کو پوشیدہ کرنا پڑتا تھا۔ اور انجام کار اُن کو بھی لاچار اور عاجز ہو کر اپنا وطن چھوڑ کر ایک دور دراز غیر مقام میں پناہ لینی پڑی۔ آخر سالہا سال تک ایک ایسی پر فریب کاروائی پر اُن کو کیوں اصرار تھا جس نے اُن کی زندگی کے ہر قسم کے بنیادی مفاد پر ایسی عمر میں پانی پھیر دیا تھا کہ اُس کے بعد پھر از سر نو اپنی کھوئی ہوئی خوش حالی کی بازیافت اُن کے لیئے بہت مشکل تھی"

مسٹر ٹامس کارلائل گویا اس کے جواب میں کہتے ہیں،

نہیں صاحب۔ یہ عمیق القلب چمکدار سیاہ آنکھوں اور گہری روحانیت والا صحرائے عرب کا فرزند کچھ اور ہی خیالات اور نصب العین لیئے ہوئے تھا وہ ایک خاموش مگر عظیم الشان شخص تھا اور اُن لوگوں میں سے تھا کہ سوائے مخلص ہونے کے اُن کے لیئے کوئی چارہ کار ہی نہ تھا۔ خود قدرت نے اُن کو مخلص بنایا تھا۔ ہستی کا خوفناک مگر شاندار راز اُس پہ منکشف ہو گیا تھا۔ ابتدائی سفر اور حضر میں ہزاروں خیالات کا اُن کے دل میں ہجوم تھا میں کیا ہوں؟ یہ چیز جس کی کچھ تھاہ نہیں اور

Marfat.com

جس میں میں رہتا ہوں جس کو لوگ دنیا کہتے ہیں. کیا ہے؟ زندگی کیا ہے؟ موت کیا ہے؟ میں کس عقیدہ کو مانوں؟ میں کیا کروں؟ یہ ایسے سوالات تھے کہ ہیبت ناک کوہ حرا کی چٹان اور غار حرا کی ہولناک خاموشی اور تنہائی اور وہ بڑے بڑے اجرام فلکی جو خاموشی کے ساتھ نیلی اور روشن آسمانی فضا میں گردش کرتے رہتے ہیں ان کا جواب نہیں دے سکے۔ مدتوں ان سوالات کا کوئی جواب نہیں ملا. آخر خدا کے الہام نے عقدہ کشائی کی۔ اور آسمانی تائید کی بدولت محمدؐ نے جو نظام قایم کیا اُس کے نتایج دنیا نے دیکھ لیے"

مسٹر جان ڈیون پورٹ ایک زبردست منصف مزاج انگریز مصنف اور مورّخ جنھوں نے مسٹر گاڈفرے ہگنس کی طرح رسول خدا صلعم اور قرآن شریف کی تائید میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "اپالوجی فار محمدؐ اینڈ دی قرآن" ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۸۶۹ء میں لندن میں چھپی تھی۔ اور پھر دوبارہ ۱۸۸۲ء میں چھپی اپنی اس کتاب میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ

"کیا یہ بات خیال میں آسکتی ہے کہ جس شخص نے اس نہایت ناپسندیدہ اور حقیر بت پرستی کے بدلے جس میں اُس کے ہم وطن (اہل عرب) مدت سے ڈوبے ہوئے تھے۔ خدائے واحد برحق کی پرستش قایم کرکے بڑی بڑی دایم الاثر اصلاحیں کیں مثلاً اولاد کُشی موقوف کی۔ نشہ کی

Marfat.com

چیزوں کے استعمال کو اور قمار بازی کو جس سے اخلاق کو بہت نقصان پہونچتا ہے منع کیا۔ کثرتِ ازدواج کا اُس وقت بہت زیادہ رواج تھا اُس کو بہت کچھ گھٹا کر محدود کیا۔ غرض کیا ایسے بڑے سرگروہ مصلح کو ہم فریبی ٹھہرا سکتے ہیں۔ اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے شخص کی تمام کارروائی مکر پر مبنی تھی نہیں ہرگز ایسا نہیں کہہ سکتے۔ بیشک محمدؐ بجز دلی نیک نیتی اور ایمانداری کے اور کسی سبب سے ایسے استقلال کے ساتھ اپنی کارروائی پر ابتدا نزول وحی سے جو خدیجہؓ سے بیان کی آخر دم تک جبکہ عائشہؓ کی گود میں شدت مرض سے وفات پائی۔ مستعد نہیں رہ سکتے تھے۔ جو لوگ ہر وقت اُن کے پاس رہتے تھے اور جو اُن سے بہت ربط و ضبط رکھتے تھے اُن کو بھی کبھی اُن کی ریاکاری کا شبہ نہیں ہوا۔ اور کبھی اُنھوں نے اپنے نیک برتاؤ سے تجاوز نہیں کیا۔ بیشک ایک نیک اور صادق طبیعت شخص جس کو اپنے خالق پر بھروسہ ہو اور جو ایمان اور رسم و رواج میں بہت بڑی اصلاح کرے حقیقت میں صاف صاف خدا کا آلہ ہوتا ہے اُس کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا کا پیغمبر ہے۔ جس طرح خدا تعالےٰ کے اور وفادار خادم گزرے ہیں اگرچہ اُن کی خدمتیں کامل نہ تھیں اُسی طرح محمدؐ کو بھی خدا کا ایسا سچا خادم کیوں نہ سمجھیں جس نے

Marfat.com

خدا تعالےٰ کی خدمت ایسی ہی وفاداری سے کی جیسی ولیں
نے کی اور جو شل اوروں کے یہودی اور کال[ا] نہ تھی اِس بات پر کیوں
یقین نہ کیا جاوے کہ اُس کو اپنے زمانہ اور اپنے ملک میں اپنی قوم کو
خدا کی وحدانیت اور تعظیم سکھلانے کے لیئے اور ان کی حالت کے
مناسب اُن کو ملکی اور اخلاقی اُمور میں نصیحت کرنے کے لیئے خدا نے
بھیجا تھا۔ اور وہ راست بازی اور نیک کرداری کا واعظ تھا۔"

اکتوبر ۱۹۱۰ء کے رسالہ کوارٹرلی ریویو (لندن) میں اسلام پر ایک آرٹیکل چھپا تھا جو زبان عبرانی کے ایک مشہور عالم نے لکھا تھا۔ اُس میں آنحضرتؐ کے متعلق تحریر تھا کہ

> تمام عمر اُن کو بڑے بڑے خطرے اور تکلیفیں پیش آئیں اُن سب کو اُنھوں نے کمال صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کیا۔ اُنھوں نے خدائے واحد کی پرستش اور عبادت کی تجدید ایسے طور پر کی جس کی کوئی نظیر و مثال نہیں پائی جاتی۔ اور علم الٰہیات کو ایسے پختہ اور معقول اصول پر قائم کیا جن کا ہمسر معدوم ہے۔ اُنھوں نے قوانین تمدن و اخلاق کو ایسا کمال پر پہونچایا جو اُس سے پیشتر کبھی نہیں ہوا تھا۔ اُنھیں کی

[ا] مسٹر جان ڈیون پورٹ عیسائی مذہب کے عالم تھے۔ یہ جملہ اپنے ذاتی مذہب کی ساتھ حسن عقیدت پر مبنی ہے۔ مولف۔

Marfat.com

وساطت سے انسانوں کی بہبودی اور رفاہ کے واسطے وہ مُلکی و مالی۔ دینی اور دُنیوی قوانین کا مجموعہ حاصل ہوا جو اپنی نوع میں یکتا اور بے نظیر ہے۔ آنحضرتؐ ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے اپنی زندگی میں تمام جزیرۂ عرب کو فتح کر لیا اور مختلف قبیلوں کو مجتمع کر کے ایک مضبوط اور طاقتور اور عظیم الشان قوم بنا دیا جس نے اُس زمانہ کی مہذب دنیا کے ایک جزو اعظم کو عرصہ قلیل میں مفتوح و مسخر کر لیا۔ کیا اس بات کا خیال کرنا قرین عقل و انصاف ہے کہ ایسے کارہائے نمایاں ایک لاچار اور ناتواں مصروع[۱] شخص سے عمل میں آئے ہوں گے ایسے کارہائے نمایاں کا عمل میں آنا بجز اُس شخص کے جس کے قوائے روحانی اور جسمانی کامل اور صحیح ہوں، اور کسی شخص سے ناممکن معلوم ہوتا ہے اور اس کی ماہیت تائید ربانی پر دلالت کرتی ہے۔"

قیصر روم کے دربار میں جس وقت قاصد نبوی نامہ مبارک لیکر پہنچا ہے تو اُس نے ابوسفیان کو جنھوں نے اُس وقت تک دین اسلام قبول نہیں کیا تھا اور رسول خدا صلعم کے سخت دُشمن تھے اور اتفاق سے اُن دنوں وہاں موجود تھے اپنے

---

[۱] آنحضرت صلعم پر نزول وحی کے وقت جو حالت طاری ہوتی تھی متعصب عیسائی پادریوں نے اس کو اپنی تصانیف میں ازراہ تعصب مرض صرع (مرگی) سے تعبیر کیا ہے۔ مولف

Marfat.com

دربار میں بُلوایا اور سر دربار قیصر روم اور ابوسفیان کے درمیان حسب ذیل گفتگو ہوئی:-

قیصر: مُدعی نبوّت کا خاندان کیسا ہے؟	ابوسفیان نہایت شریف اور معزز
" اس خاندان میں کسی اور نے نبوت کا دعویٰ کیا؟	" نہیں
" اس خاندان میں کوئی اور بادشاہ گزرا ہے؟	" نہیں
" جن لوگوں نے اس کے مذہب کو قبول کیا وہ امیر ہیں یا غریب؟	" زیادہ تر غریب اور نادار لوگ
" اُس کے پیرو بڑھ رہے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں؟	" تیزی کے ساتھ بڑھ رہے ہیں
" جو لوگ اُس پر ایمان لائے کیا اُن میں سے آگے چل کر کسی نے اُس کا ساتھ چھوڑا؟	" ایسا کبھی نہیں ہوا
" دعوائے نبوت سے قبل اُس کے چال چلن کی نسبت تمہارا کیا خیال تھا؟	" ہم سب اُس کی نسبت بہت اعلیٰ رائے رکھتے تھے اور وہ ساری قوم میں بالاتفاق "الامین" تسلیم کیا جاتا تھا
" کبھی تم لوگوں کو اُس کی نسبت جھوٹ بولنے کا بھی تجربہ ہوا ہے؟	" کبھی نہیں۔
" اُس نے جنگ میں کبھی اپنے عہد و پیمان کی خلاف ورزی کی ہے؟	" آج تک کبھی نہیں۔

Marfat.com

قیصر "تم لوگوں نے اُس سے جنگ کی ہے؟ ابوسفیان "ہاں"

" نتیجہ جنگ کیا رہا؟ " کبھی وہ غالب رہا کبھی ہم

ایک بار اُس کو شکست بھی ہوئی

" وہ کیا سکھاتا ہے؟ " کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت

کرو کسی اور کو خدا کا شریک

نہ بناؤ۔ نماز پڑھو پاکدامنی

اختیار کرو۔ سچ بولو بدی

سے بچو۔

یہ گفتگو ختم ہونے پر قیصر نے کہا کہ تم نے اُس کو شریف النسب بتایا پیغمبر ہمیشہ اچھے خاندان سے پیدا ہوتے ہیں۔ تم نے کہا کہ اُس کے خاندان میں کسی اور نے نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ خاندانی خیال کا اثر ہے۔ تم تسلیم کرتے ہو کہ اس خاندان میں کوئی بادشاہ نہ تھا اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اُس کو بادشاہت کی ہوس ہے۔ تم مانتے ہو کہ اُس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ جو شخص آدمیوں سے جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا پر کیوں کر جھوٹ باندھ سکتا ہے۔ تم کہتے ہو کہ کمزوروں نے اُس کی پیروی کی ہے۔ پیغمبروں کے ابتدائی پیرو ہمیشہ غریب لوگ ہی ہوتے ہیں۔ تم نے تسلیم کیا کہ اُس کا مذہب ترقی کرتا جاتا ہے۔ سچے مذہب کا یہی حال ہے کہ وہ بڑھتا ہے۔

Marfat.com

تم تسلیم کرتے ہو کہ اُس نے کبھی فریب نہیں دیا۔پیغمبر کبھی فریب نہیں دیتے تم کہتے ہو کہ وہ نماز و تقوے اور عفاف کی ہدایت کرتا ہے۔اگر یہ سچ ہے تو وہ یقیناً پیغمبر ہے!"

ایک صاحب نے حال میں بمقام لکھنؤ مؤلف سے روایت بیان کی کہ ۲۱-۱۹۲۰ء کے دوران میں جبکہ تحریک نان کوآپریشن (ترک موالات) ملک میں زور شور سے جاری تھی اور ہندو مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد کا بہت کچھ چرچا تھا مہاتما گاندھی جی نے اجودھیا کے مقام پر اپنی ایک تقریر کے سلسلہ میں بیان کیا تھا کہ جس زمانہ میں وہ قرآن شریف کے مطالعہ میں مصروف تھے تو سورہ الم نشرح کی اس آیت کا مفہوم اچھی طرح نہیں سمجھ سکے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (ترجمہ۔ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کا آوازہ بلند کیا) بعض علما نے جو مطلب سمجھایا اُس سے اس آیت کی اہمیت سمجھ میں نہیں آئی حسن اتفاق سے جناب شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی سے ملاقات ہوئی تو دریافت کرنے پر آپ نے آسانی سے اس کا مطلب ذہن نشین کر دیا۔یعنی آپ نے مجھ سے (مہاتما جی سے) پوچھا کہ کیا دُنیا میں کوئی ملک ایسا ہے جہاں مسلمان نہ ہوں۔میں نے جواب دیا "نہیں" اس پر فرمایا کہ جہاں جہاں مسلمان ہیں وہاں کم سے کم ایک مسجد کا وجود ضروری ہے

اور ہر مسجد میں پانچوں وقت مؤذن بہ آواز بلند خدا کی توحید کے ساتھ آنحضرت صلعم کی رسالت کی صداقت کا اعلان کرتا ہی۔ اور جس طرح کہا جاتا ہی کہ انگریزوں کی سلطنت میں آفتاب کبھی غروب نہیں ہوتا یعنی اس سلطنت کے کسی نہ کسی حصّہ پر آفتاب ہر وقت روشن رہتا ہی اسی طرح شرقاً غرباً فاصلہ (طول البلد) کے لحاظ سے دُنیا کے مختلف مقامات میں ہر وقت کسی نہ کسی نماز کا وقت ہوتا ہی۔ لہذا دُنیا کے کسی نہ کسی گوشہ میں ہر وقت آنحضرت صلعم کا نام مبارک پکارا جاتا ہی۔ کیا دُنیا میں ایسا بے نظیر امتیاز کسی اور بشر کو آج تک نصیب ہوا ہی کہ اُس کا ذکر اور اُس کی رسالت کی تصدیق ہر روز پانچوں وقت دُنیا کے ہر گوشہ میں اس طرح بہ آواز بلند کی جاتی ہو۔ کیا دُنیا کی بڑی سے بڑی سلطنت کے اثر سے کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے نام کو یہ عظمت نصیب ہوئی ہی یا ہو سکتی ہی؟ دُنیا میں آنحضرت صلعم کے نام مُبارک کا یہ چرچا اگر تائید الٰہی کا نتیجہ نہیں ہی تو آخر کس طاقت اور اثر کا نتیجہ ہی۔ یہ واقعہ تو بظاہر معمولی معلوم ہوتا ہی مگر اپنی ندرت اور فوق العادت ہونے کے لحاظ سے تنہا یہی واقعہ آنحضرت صلعم کی صداقت کا کافی ثبوت ہی ؎ ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

Marfat.com

دوسرا باب

کلام الٰہی کی بے نظیر فصاحت و بلاغت

تمام مسلمانوں کا یہ مستحکم عقیدہ ہے کہ قرآن مجید رسول خدا حضرت محمد صلعم کا زندہ جاوید معجزہ ہے۔ لیکن اختلاف اس میں ہے کہ وہ کس حیثیت سے معجزہ ہے۔ اور وجہ اعجاز کیا ہے؟ بعض علماء قرآن مجید کی نہایت صاف اور شستہ اور دل پر اثر کرنے والی اور رجھانے والی فصاحت و بلاغت کو اس کا معجزہ قرار دیتے ہیں۔ اور اعجاز یہ ہے کہ اس کی فوق العادت تاثیر سے قلوب انسانی مسخر ہوگئے اور اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تمام فصحاء و بلغاء عرب و عجم کی زبانیں اس کے مقابلہ میں گنگ کر دیں اور وہ اس کا جواب نہیں لا سکے۔ بعض کا قول ہے کہ وجہ اعجاز یہ ہے کہ ایک اُمّی کی زبان سے ایسا کلام بلاغت نظام نکلا بعض متکلمین کے نزدیک وجہ اعجاز قرآن مجید کا اظہار غیب اور اس کی پیشین گوئیاں ہیں جو انسان کے حیطۂ امکان سے باہر ہیں۔ اور بعض علماء نے یہ خیال کیا ہے کہ قرآن مجید کا اصلی اعجاز اس کی وہ بے نظیر تعلیم و ہدایت ہے جس نے دنیا کی کایا پلٹ کر دی اور بنی آدم کی روحانی اور اخلاقی تعلیم و تربیت اور صلاح و ترقی تمدّن کے لحاظ سے ربّانی کرشمے دکھلائے جن کی بدولت

Marfat.com

ایسے ایسے دایم الاثر حقانی نتائج ظہور میں آئے جنھوں نے عالم کو محوِ حیرت کر دیا اور آج تک کر رکھا ہے۔ متکلمین نے قرآن مجید کے اعجاز کے ان مختلف پہلوؤں کو اختلاف رائے سے تعبیر کیا ہے۔ مگر جیسا کہ آئندہ صفحات سے ظاہر ہوگا قرآن مجید اپنی مذکورہ بالا ہر ہر خصوصیت کے لحاظ سے معجزہ ہے ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

حُسن بہت سی اداؤں کے مجموعہ کا نام ہوتا ہے مگر اس مجموعہ کی ہر وہ ادا جو کسی اہل نظر کے حق میں جاذب نظر اور جاذب توجہ ثابت ہو اُس کے نزدیک بجائے خود حسن ہے کسی کو گلاب کے پھول کی صورت پسند ہے کوئی اُس کی پنکھڑیوں کی نزاکت سے متاثر ہوتا ہے۔ کوئی اُس کی خوشبو کا شیدا ہے۔ کوئی اُس کی طبّی تاثیر کا قدر شناس ہے۔ کوئی اُس کی پتیوں کی معیّن شمار و ترتیب میں صانع ازلی کی صنعت مشاہدہ کر کے وجد کرتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید سراپا معجزۂ کامل ہے اور جن تفصیلات کا اوپر ذکر ہوا اُن میں سے ہر ایک بجائے خود وجہ اعجاز ہے ؎

اے ترا باہر دلے راز دگر ہر گدا را بر درت نازے دگر

جس کلام کو کلامِ الٰہی کہا جائے اُس کے جانچنے اور پرکھنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ دیکھا جائے کہ انسان سے اُس قسم کا کلام صادر ہونا ممکن ہے یا نہیں

Marfat.com

اگر انسان سے اُس جیسا کلام ظہور میں آنا ناممکن ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ کلام الٰہی ہے۔

قرآن مجید کی سب سے بڑی اور سب سے نرالی خصوصیت جو اُس کو اور تمام آسمانی کتابوں سے ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ اُس کا نہایت شد و مد سے یہ دعویٰ ہے کہ وہ خدا کا کلام ہے۔ لہذا بے مثل اور بے مانند ہے۔

۱- چنانچہ سورہ ھود میں ارشاد ہوتا ہے

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

(یعنی کیا کافر قرآن کو کہتے ہیں کہ یوں ہی بنا لیا ہے تو اے پیغمبر اُن سے کہدو کہ اگر تم سچے ہو تو اُس کی دس سورتوں ہی کی مانند تم بھی یوں ہی بنا لاؤ۔ اور خدا کے سوا جس کو بُلا سکتے ہو مدد کے لیئے بُلا لو۔ رکوع ۲)

۲- پھر سورہ طُور میں ارشاد ہوتا ہے اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ۚ فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ۝

(یعنی کہتے ہیں کہ اس شخص نے قرآن از خود بنا لیا ہے (مگر یہ ان کا اپنا کہنا ہے) بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) یہ ایمان ہی لانا نہیں چاہتے۔ اگر یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اسی طرح کا کلام یہ بھی بنا کر لائیں۔ رکوع ۲)

۳- سورہ بنی اسرائیل میں اس سے بھی بڑھ کر یوں ارشاد ہوتا ہے قُلْ لَّئِنِ

Marfat.com

اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ۵

یعنی اے پیغمبر ان سے یہ کہدے کہ اگر جن اور انسان اس بات پر متفق ہوں کہ اس قرآن کی مثل بنا لیں تو اس کی مانند نہ لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار بھی ہوں۔ رکوع ۱۰)

۴۔ پھر سورۂ یونس میں ارشاد فرمان صادر ہوتا ہے اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۵

یعنی کیا کافر قرآن کی نسبت کہتے ہیں کہ یوں ہی بنا لیا ہے تو اے پیغمبر ان سے کہدو کہ اگر تم سچے ہو تو اس کے ایک ٹکڑے ہی کی مانند تم بھی لاؤ اور خدا کے سوا جس کو مدد کے لیئے بلا سکتے ہو بلا لو۔ رکوع ۴)

۵۔ سورۂ بقر میں توصاف صاف اعلان فرما دیا گیا ہے کہ منکرین ہر گز قرآن مجید کی ایک سورۃ کے مانند بھی کوئی کلام پیش نہ کر سکیں گے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا۔

(یعنی اور وہ جو ہم نے اپنے بندے (محمدؐ) پر قرآن اتارا ہے اگر تم کو

Marfat.com

اُس میں شک ہو (کہ یہ کتاب خدا کی نہیں بلکہ آدمی کی بنائی ہوئی ہے) اور اپنے دعوے میں سچے ہو تو اس جیسی ایک سورہ تم بھی بنا لاؤ۔ اور اللہ کے سوا اپنے حمایتیوں کو بھی بُلا لو۔ پس اگر (اتنی سی بات بھی) نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے۔ الخ رکوع ۳)

یہ کیسا عجیب و غریب ماجرا ہے کہ جب سے دُنیا قایم ہوئی ہے کسی کتاب نے آج تک اپنے بے مثل اور بے مانند ہونے کا عظیم الشان دعوے ایسے صاف صاف اور کھلے کھُلے الفاظ میں نہیں کیا۔ اور پھر یہی نہیں کہ پوری کتاب کی مانند دوسری کتاب تیار کر دینے کا مطالبہ ہو۔ بلکہ تمام فصحائے عرب و عجم کو چیلنج (تحدّی) دیا گیا تھا کہ ساری کتاب کے مانند دوسری کتاب بنانا تو رہا ایک طرف قرآن مجید کی ایک سورۃ کی مانند ہی بنا لاؤ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی بعض سورتیں مثلاً سورہ کوثر اور سورۂ اخلاص صرف تین تین آیتوں کی سورتیں ہیں جو ایک ایک سطر میں لکھی جا سکتی ہیں۔ لہذا دوسرے الفاظ میں ساری دنیا کو للکارا گیا تھا کہ اگر تم کو قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے میں شک ہے تو اس جیسی ایک سطر ہی بنا لاؤ۔

یہ آیات شریف جن میں کلام مجید کے بے مثل ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے سب مکہ میں نازل ہوئیں۔ جبکہ مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی۔ اور وہ اپنے اہل وطن کے مظالم کا شکار بنے ہوئے تھے۔ اور گوناگوں مصائب میں مبتلا تھے

Marfat.com

لہذا یہ چیلنج کسی مساوی رتبہ کے فریق کو نہیں دیا گیا۔ بلکہ ایک مظلوم گروہ کی طرف سے سارے ملک کو دیا گیا تھا جو اُن کی مخالفت پر تلا ہوا تھا۔

چونکہ زمانہ نزول قرآن میں اہل عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت کا بڑا ہی دعوےٰ تھا۔ شعر موزوں کر دینا اُن کے نزدیک ایک معمولی بات تھی لونڈیاں تک مختلف مضامین میں ایسے برجستہ اشعار کہدیا کرتی تھیں کہ آج اچھے سے اچھا ادیب اُن کی مثل نہیں کہہ سکتا۔ تو ایک اَن پڑھ پیغمبر کا ان لوگوں سے پکار پکار کر یہ کہنا کہ اس طرح کی ایک ہی سورۃ بنا لاؤ۔ غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ لہذا تقریباً تمام علما اور مفسرین کی یہ رائے ہے کہ خدا نے قرآن کے من اللہ ثابت کرنے کو یہ معجزہ قرار دیا ہے کہ ویسا فصیح و بلیغ کلام کوئی بشر نہیں کہہ سکتا۔ چنانچہ آج تک کوئی نہیں کہہ سکا۔ پیغمبر خدا صلعم کے زمانہ کا کوئی واقعہ ایسا نہیں جو قلمبند نہ ہوا ہو۔ بعثت سے قبل اور بعد آنحضرتؐ کے موافق اور مخالف ہر ہر بات کتب احادیث و سیر میں پوری تفصیل کے ساتھ مذکور ہے اگر کسی نے کلام مجید کے اس چیلنج کو قبول کر کے اس کے مقابلہ میں کبھی کوئی کلام پیش کیا ہوتا تو یہ ناممکن تھا کہ وہ آج تک صیغہ راز میں رہتا اور اُس کا کہیں مذکور نہ ہوتا۔ بلکہ مشرکین مکہ نے تو جو آنحضرت صلعم کی تکذیب اور توہین و تذلیل میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہ اُٹھا رکھتے تھے اُس

Marfat.com

بشری کلام کی نشر و اشاعت میں چوٹی سے ایڑی تک کا زور لگا دیا ہوتا۔ مکہ اور مدینہ میں قریش اور دیگر مشرکین عرب کے علاوہ بے شمار عیسائی اور یہودی آباد تھے جن کے غیر ممالک سے تعلقات تھے۔ اور جو رسول خدا صلعم سے بغض و عداوت رکھتے تھے۔ اگر قرآن مجید کے اس دعوے کی تردید میں کبھی کوئی کلام پیش ہوا تھا تو اس قسم کے زبردست مخالفین کی موجودگی میں ایسے اہم واقعہ کا اخفا ناممکن تھا۔ غرض ساڑھے تیرہ سو برس گزر گئے کہ کوہ صفا کی چٹان پر کھڑے ہو کر ایک اُمّی نے دُنیا سے ایک بار نہیں۔ دو بار نہیں بلکہ کئی بار تحدی کی تھی کہ وہ اس کلام کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے ہی کی مانند کلام پیش کرے۔ تو کیا یہ معجزہ نہیں کہ ان تیرہ صدیوں کا ایک ایک سال گزر گیا مگر ایک آواز بھی اس تحدی کے قبول کرنے کے لیئے بلند نہیں ہوئی۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ عین اُس وقت جب ایک اُمّی کی طرف سے جو ایک شعر تک موزوں نہیں پڑھ سکتا تھا۔ یہ مدعیانہ اعلان عرب میں شایع ہوا۔ اُس وقت عرب کے قبیلہ قبیلہ میں بڑے بڑے زبان آور شعرا اور آتش بیان خطبا موجود تھے۔ مگر اس صوت سرمدی کے سامنے سب کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔

کفار عرب نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی تکذیب کی کیا کیا کوششیں نہ کیں۔ اُنھوں نے ان کوششوں کے سلسلہ میں جان و مال قربان کیا۔

Marfat.com

اپنے عزیزوں اور فرزندوں کو شاید مخالفت پر اُبھارا۔ اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھیں۔ اُن کے سپاہیوں نے میدان جنگ میں پرے جمائے۔ اُن کے دولتمندوں نے اپنے خزانے کھول دیئے۔ اُن کے شاعروں اور خطیبوں نے اپنی آتش بیانیوں سے رسول خدا صلعم کی مخالفت پر تمام قبائل عرب کو بھڑکا دیا۔ یہ سب کچھ کیا مگر اُن سے یہ نہ ہو سکا کہ قرآن مجید کی ایک سورۃ کا جواب پیش کر سکیں جو اسلام کے دعوائے صداقت کے مستحکم قلعہ کو چشم زدن میں مسمار کر دیتا۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس کی مثال لانے سے عاجز رہے۔

قرآن مجید کی جو آیتیں اوپر درج ہو چکی ہیں۔ چونکہ اُن میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت وجہ اعجاز قرار دی گئی ہو اس لیئے سرسید احمد خاں صاحب مرحوم اور اُن کے ہم خیال محققین کی یہ رائے ہے کہ کسی کلام کا بے نظیر ہونا اس بات کی تو بے شبہ دلیل ہے کہ اُس کی مانند کوئی دوسرا کلام نہیں۔ مگر اس کی دلیل نہیں ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے کیونکہ بہت سے کلام انسانوں کے دنیا میں ایسے موجود ہیں کہ اُن کی مثل فصاحت و بلاغت میں آج تک دوسرا کلام نہیں ہے۔ مگر وہ من اللہ تسلیم نہیں ہوئے۔ جب انسانوں کے کلام بے نظیر موجود ہیں اور وہ من اللہ تسلیم نہیں ہوتے تو پھر قرآن مجید میں ایسی کیا خصوصیت ہے کہ اُس کا بے مثل اور بے مانند ہونا من اللہ ہونے کی دلیل قرار دی جائے۔ اس

Marfat.com

بنا پر سرسید مرحوم اور ان کے ہم خیال لوگوں کی رائے ہے کہ مذکورہ بالا آیتوں میں جو تحدّی ہے اس کا یہ منشا ہے کہ اگر قرآن کے من اللہ ہونے میں شبہ ہو تو کوئی ایک سورۃ ایسی بنالاؤ جو قرآن جیسی ہادی اور رہنما ہو۔

سرسید احمد خاں صاحب مرحوم نے اپنے قول کی تائید میں کسی ایسے انسانی کلام کا نام نہیں بتلایا جس کی مثل فصاحت و بلاغت میں آج تک دوسرا کلام نہ ہوا ہو۔ ورنہ اس کلام کی نسبت غور ہو سکتا کہ آیا حقیقت میں اس کو دنیا نے لاثانی تسلیم بھی کیا ہے یا یہ محض سرسید مرحوم کی ذاتی رائے تھی۔ البتہ انگلستان کے مشہور مورخ ایڈورڈ گبن نے دبے الفاظ میں یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر قرآن مجید کی تحریر استعداد انسانی سے متجاوز ہے تو ہومر کی ایلیڈ اور ڈیماستھینز کی فلپکس کو کس برتر عقل کی طرف منسوب کرنا چاہیئے؟

ہر قوم فطرتاً اپنے شاعر کو سب سے زیادہ بلند مرتبہ پر دیکھنا پسند کرتی ہے زمانہ قدیم کے بڑے بڑے لوگوں کی سوانح عمریوں اور تذکروں کی کوئی انگریزی کتاب اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ جو تعریف یونان کے مشہور شاعر ہومر کی کتاب "ایلیڈ" کی درج ہے وہی تعریف اٹلی کے مشہور شاعر ورجل کی کتاب "اینیڈ" کی آپ لکھی پائیں گے۔ انگلستان کے شاعر "ڈرائڈن" نے اپنی ایک نظم میں انگلستان کے مشہور شاعر ملٹن کو ہومر اور ورجل دونوں شاعروں پر ترجیح دی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ تین شاعر تین مختلف زمانوں میں پیدا ہوئے۔ ہومر

Marfat.com

خیالات کی بلند پروازی میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ اور رحل شوکت الفاظ اور اسلوب بیان میں لاثانی تھا اور ملٹن ان دونوں شاعروں کے اوصاف بدرجہ کمال اپنے میں رکھتا تھا۔

ہومر کی ایلیڈ کے متعلق ایک طرف گبن کی رائے ہے۔ دوسری طرف ڈرائڈن کی رائے ہے۔ دونوں انگلستان کے باشندے ہیں۔ مگر ڈرائڈن شاعر ہے لہذا بمقابلہ گبن کے شعرا کے کلام جانچنے کا زیادہ اہل ہے۔ ایسی حالت میں ان تین شاعروں میں سے کسی ایک کے کلام کو بتعداد انسانی سے متجاوز قرار دینا ایک ایسے مورخ کی شخصی رائے ہے جو خود شاعر نہیں۔ اہل فارس کو حق ہے کہ وہ فردوسی کے شاہنامہ اور نظامی کے سکندر نامے سعدی کی گلستاں۔ اور مولانا روم کی مثنوی کو ہومر کی ایلیڈ کی طرح لاجواب سمجھیں۔ معلوم نہیں ایڈورڈ گبن نے شیکسپیر کے مقبول عام کلام کو اس موقعہ پر مثال کے طور پر کیوں پیش نہیں کیا۔ رہ گئیں ڈیماستھنیز کی فلپکس۔ ڈیماستھنیز یونان کے مشہور شہر اتھنز کے فصحا میں البتہ بلند مرتبہ رکھتا تھا۔ فلپکس اس کے وہ فصیح و بلیغ تقریریں کہلاتی ہیں۔ جو اس نے فلپ شاہ مقدونیہ کے خلاف اپنے ہم وطنوں کے جذبات برانگیختہ کرنے کے لیئے اپنے ملک میں کیں۔ اگر ڈیماستھنیز کی یہ تقریریں محیر العقول قرار دی جائیں تو پھر بے شمار عرب فصحا و بلغا کی نسبت ایڈورڈ گبن کیا رائے

Marfat.com

قایم کریں گے جنہوں نے اپنی زبان کو ایسی ترقی دی تھی اور فصاحت و بلاغت میں وہ کمال بہم پہونچایا تھا کہ ایک ایک فصیح صاحب تقریر جو خطیب کہلاتا تھا قبیلوں کے قبیلوں کو فقط اپنے کلام کے زور سے جس ارادہ سے چاہتا روک لیتا۔ اور جدھر چاہتا جھونک دیتا۔ اور اُن کو اپنی فصاحت وبلاغت اور اپنی زبان آوری اور آتش بیانی پر اس قدر ناز تھا کہ اپنے مقابلہ میں وہ ساری دنیا کو عجم یعنی گونگا کہتے تھے۔

خیر یہ تو سب پرانے قصے ہیں۔ حال میں چند سال کا عرصہ ہوا ہندوستان جیسے وسیع ملک میں مہاتما گاندھی کی تحریک ترک موالات اور کسانوں میں پنڈت جواہر لال نہرو کی لگان نہ ادا کرنے کی تحریک کے سلسلے میں ان سیاسی لیڈروں کی تقریروں اور تحریروں نے برطانیہ جیسی زبردست اور عظیم الشان سلطنت کے مقابلہ میں جو اثرات پیدا کیے اُن کے مقابلہ میں ڈیماستھنیز کی "فلپکس" کی کیا حقیقت ہے؟ لہذا امر سید احمد خاں صاحب مرحوم اور ایڈورڈ گبن کے اس قول کی واقعات سے تصدیق نہیں ہوتی کہ دنیا میں انسانوں کے ایسے بہت سے کلام موجود ہیں کہ اُن کی مثل فصاحت و بلاغت میں آج تک دوسرا کلام نہیں ہوا بایں ہمہ وہ من اللہ تسلیم نہیں ہوتے۔ اسی سلسلہ میں ہم مسٹر گبن سے یہ سوال کرنے کا بھی حق رکھتے ہیں کہ کیا ہومر اور ڈیماستھنیز کے

Marfat.com

زمانے کے یونانیوں نے اپنی زبان کو اس قدر ترقی دی تھی اور اس میں ایسا کمال بہم پہونچایا تھا جیسا کہ حضرت محمد صلعم کے زمانہ میں اہل عرب نے اپنی زبان کو ترقی دی تھی اور اس میں کمال بہم پہونچایا تھا۔ اور کیا ہومر اور ڈیما سھننز نے اپنے کسی ایسے دعوے کے اثبات کے لیئے جیسا کہ صاحب قرآن صلعم کا دعوئے رسالت اور نبوت کا تھا اپنی ایلیڈ یا فلپکس کو دلیل گردانا تھا کیونکہ معجزہ کے لیے تحدی یعنی معارضہ کا طلب ہونا شرط ہی۔ اور کیا ان دونوں نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کبھی علانیہ یہ کہا تھا کہ اگر تمام جن و انس متفق ہو جائیں تو بھی کوئی ایسی کتاب نہ بنا سکینگے جیسی کہ ایلیڈ یا فلپکس۔ اور کیا ان کا کوئی نامی گرامی خریدہ دو حید شاعر ایلیڈ یا فلپکس کی چند سطریں پڑھ کر بے اختیار بول اٹھا تھا کہ سوائے اس شخص کے جس پر وحی نازل ہوتی ہو کوئی بشر ایسا کلام نہیں کر سکتا اور پھر کسی طرح کے اجبار و اکراہ یا ترغیب و تحریص کے بغیر اپنا دیرینہ اور آبائی عقیدہ چھوڑ کر ہومر یا ڈیما سھننز کے قول پر ایمان لے آیا تھا اور کیا اسی زمانہ کے فصحا اور بلغا ایلیڈ اور فلپکس کے معارضہ اور مقابلے سے عاجز آکر اپنے خداؤں کو بچانے کے لیئے تیغ و شمشیر کے ساتھ مجادلہ و مقاتلہ پر مجبور ہوئے تھے۔ اگر ان میں اس قسم کی کوئی تاثیر نہیں ہی اور ایلیڈ صرف ایک فصیح نظم ہی اور فلپکس چند بلیغ اسپیچیں اور تقریریں ہیں تو گبن صاحب کا

Marfat.com

یہ بے دلیل قول کہ "اگر قرآن کی تحریر استعداد انسانی سے بڑھ کر ہی تو ہومر کی ایلیڈ اور ڈیماستھنز کی فلپکس کس برتر عقل کی طرف منسوب کرنی چاہیئے"۔ قرآن مجید کے اس دعوے کو رد نہیں کر سکتا کہ وہ اپنی فصاحت و بلاغت اور تاثیر کے اعتبار سے یکتا اور بے مثل ہے۔ لہذا کلام الٰہی ہے۔

کسی کلام کی فصاحت و بلاغت کی جانچ کے لیئے کوئی کسوٹی بھی تو ہونی چاہیئے۔ اور یہ کسوٹی اُس کلام کی تاثیر ہے اپنی فصاحت و بلاغت کی تاثیر کے لحاظ سے الیڈ اور فلپکس اور دُنیا کی کوئی کتاب قرآن مجید کی پُرتاثیر اور ہوگامہ خیز فصاحت و بلاغت کی بے مثالی اور بے نظیری کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اسی وجہ سے قرآن مجید کا بے مثل اور بے مانند ہونا اُس کے من اللہ ہونے کی دلیل گردانی جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ بفرض محال کسی بشر کا کوئی ایسا فصیح و بلیغ کلام حقیقت میں موجود بھی ہو جس کی مثل دُنیا میں کوئی دوسرا کلام موجود نہیں تو اُس کے کمال اور قرآن مجید کے اعجاز میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس کلام بشری کی خصوصیت تو صرف اتنی سی ہے کہ کسی ہمعصر مصنف نے اُس قسم کی تصنیف کی کوشش ہی نہیں کی۔ نہ اُس قسم کی کوشش کرنے کی ضرورت ہی پیش آئی۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اُس بشری کلام کے بے مثل ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ کیونکہ صاحب کلام کے کسی معاصر یا

Marfat.com

ہم قوم نے اُس کو بے مثل اور بے مانند تسلیم نہیں کیا۔
نیز یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ جن شعرا یا مصنفین کا کلام فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بے مثل سمجھا جانے کے قابل ہو ان کا کمال محض ایک خاص صنف کلام سے مخصوص ہوتا ہے۔ کلام کے دیگر اصناف میں وہی شاعر اور مصنف بالکل پھیکے اور بے نمک ثابت ہوتے ہیں۔ کوئی رزم کا مرد میدان ہے۔ کوئی بزم کا۔ کوئی غزل سرائی میں معاصرین پر فوق لے گیا کسی کی مثنوی مشہور ہوئی۔ کسی نے قصیدہ گوئی میں نام پایا کوئی ظرافت نگاری میں مشہور ہوا۔ کسی نے مدح سرائی میں اُستادی کا درجہ حاصل کیا۔ کسی نے ہجو نویسی میں۔ فردوسی دیوان حافظ تصنیف نہیں کر سکتے تھے اور حافظ شیرازی، انوری و خاقانی جیسے قصائد لکھنے سے معذور تھے۔ عمر خیام سے اگر کوئی مرثیہ لکھوانے کی فرمایش کرتا تو غالباً وہ ایک شعر بھی نہ لکھ سکتے۔ سعدی کوئی شاہنامہ یا سکندر نامہ نہ لکھ سکے نہ لکھ سکتے تھے یہی حال تمام نامور شعرا اور مصنفین کا ہے ایسے ناقص کمال کو کلام الٰہی کے ہمہ گیر اعجاز کے مقابلہ میں پیش کرنا سورج کے سامنے چراغ دکھلانا کا مصداق ہے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کسی خاص دائرہ میں محدود نہیں ہے اور پھر جو گوناگوں اور ہمہ گیر مباحث قرآن مجید کا موضوع ہیں اُن غیر معمولی اور بلند پایہ مباحث پر بلحاظ فصاحت و بلاغت کسی

Marfat.com

بشر کے کلام کے بے مثل ہونے کا تو آج تک کسی نے بھی مطالبہ نہیں کیا مثلاً توحید اور خدا پرستی۔ فنا اور بقا۔ موت و حیات۔ جسم و روح۔ دنیا و آخرت حشر و نشر۔ ثواب و عذاب۔ سعادت و شقاوت۔ طہارت و نجاست۔ عبادت و ذکر الٰہی حوادث و انقلابات۔ رضا و تسلیم۔ صبر و شکر۔ بیع و شراء خیر و شر۔ مساوات و اخوت۔ اصول تمدّن۔ اصول سیاست و جہانبانی وغیرہ۔

قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کی یہی ہمہ گیری اور ساتھ ہی مضامین کی ندرت اور بلند پروازی ہی تو تھی جس نے عرب کے بڑے بڑے فصحا و بلغا کے چھکے چھڑا دیئے۔ اور اُن سب نے اس کے سامنے گھٹنے ٹکا دیئے اور اپنے سکوت سے عملاً اپنے عجز کا اعتراف کیا۔

بشری کلام کے برخلاف قرآن مجید نے (۱) اوّل تو یہ دعویٰ کیا کہ میں بے مثل ہوں (۲) ساری دنیا کو چیلنج دیا کہ اگر تم مجھے کلام الٰہی نہیں سمجھتے تو میری جیسی ایک سطر ہی بنا لاؤ (۳) قرآن مجید نے جس قوم کو چیلنج دیا وہ فصاحت و بلاغت میں اپنے لاثانی ہونے کی مدعی تھی۔ (۴) وہ فصحا اور بلغا جو اس چیلنج کے مخاطب تھے اُن میں سے بڑے بڑے نامور زبان آوروں نے اعتراف کر لیا کہ قرآن مجید کی فصاحت بلاغت اور تاثیر کلام بشری سے بالاتر ہے اور صرف اس کلام کی تاثیر سے متاثر

Marfat.com

ہو کر اُنھوں نے اسلام قبول کر لیا (۵) قرآن مجید کے مخاطب صاحب قرآنؐ کے حد درجہ مخالف اور دشمن تھے مگر باوجود متواتر چیلنج اور ہر طرح کی کوشش کے وہ اس مقابلہ میں عاجز ثابت ہوئے۔ چونکہ ہومر کی ایلیڈ یا کسی دوسرے بشری کلام کے لاثانی ہونے کی تائید میں ایسے وجوہ پیش نہیں کیے جا سکتے لہذا قرآن مجید کا بے مثل اور بے مانند ہونا اُس کا مخصوص اعجاز ہے۔ اور اُس کے من اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

بعض متشککین کا خیال ہے کہ جن لوگوں کی زبان عربی نہیں ہے وہ اُس کی فصاحت و بلاغت سے ناآشنا ہیں لہذا قرآن کی فصاحت و بلاغت اُن پر حجت نہیں ہو سکتی۔ یہ اعتراض ہمارے دعوے کا متناقض نہیں ہے۔ کیونکہ اُس زمانہ میں اور کوئی قوم فصاحت و بلاغت کی مدعی نہ تھی جس قوم کو دعویٰ تھا اُسی زبان میں قرآن نازل ہوا۔ اور اُن ہی کو چیلنج دیا گیا۔ اور جب وہ قوم عاجز ہو گئی تو دوسری قوموں کو بھی اُس کے بے مثل فصاحت و بلاغت تسلیم کرنی پڑے گی۔ مثلاً پنجہ کشتی اور کشتی پہلوانی کے دو فن ہندوستان سے مخصوص ہیں۔ ممالک یورپ اور امریکا میں ان کا رواج نہیں۔ فرض کرو گاماں پہلوان کشتی کے فن میں اپنے بے نظیر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اخبارات کے ذریعہ سے دُنیا کے تمام پہلوانوں کو چیلنج دیتا ہے کہ اگر کسی کو حوصلہ ہو تو میرے ساتھ کشتی لڑے۔ ظاہر ہے کہ اس چیلنج کے مخاطب

Marfat.com

ہندوستان کے پہلوان ہوں گے کیونکہ دوسرے ممالک میں ورآزمائی کے اس طریقہ کا رواج ہی نہیں ہے۔ اگر ہندوستان کا کوئی پہلوان گاماں کے مقابلہ پہ نہ آیا تو ظاہر ہے کہ مغربی ممالک میں بھی گاماں پہلوان کا کشتی کے فن میں بے نظیر ہونا تسلیم کیا جائے گا۔ مغربی ممالک میں فن کشتی کا رواج نہ ہونے کی وجہ سے وہاں کے پہلوانوں کا گاماں کے چیلنج کا مخاطب نہ ہوسکنا گاماں کے کمال میں حارج نہیں ہوسکتا۔

جن علما کا یہ خیال ہے کہ قرآن شریف کا بے مثل ہونا صرف اُس کی ہدایت کے لحاظ سے ہے تو اس پر بھی ایک حد تک یہ اعتراض وارد ہوسکتا ہے کہ عرب جیسی جاہل وحشی غیر مہذب اور نا تربیت یافتہ قوم کا قرآن مجید کے حکیمانہ اور پُر از دقایق و معارف مضامین کے مقابلہ میں اُس کے ایک سورۃ کے مانند کلام نہ لا سکنا کوئی ایسی بڑی یا اہم بات نہ تھی جو اس کلام معجز کے لئے باعثِ فخر و مباہات ہوتی۔

مگر جس طرح بعض متکلمین کے نزدیک فصاحت و بلاغت کا چیلنج صرف عرب سے ہی مخصوص سمجھا جاتا ہے اسی طرح یہ اعتراض بھی صرف اہل عرب ہی کے متعلق ہوسکتا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ بہ لحاظ ہدایت چونکہ قرآن مجید کی مخاطب ساری دنیا ہے لہذا یہ آخری اعتراض چنداں اہم نہیں ہے۔ صرف بطور الزامی جواب کے اس کا ذکر ہوا ہے۔

Marfat.com

تیسرا باب

قرآن مجید کی بے مثل تاثیر

قرآن مجید کے دلکش اسلوب بیان اور اُس کی دل پر اثر کرنے والی اور رجھانے والی بے مثل فصاحت و بلاغت کے دو زبردست ثبوت ہیں ایک تو جیسا کہ دوسرے باب میں مذکور ہوا تمام فصحائے عرب کا اُس کے مقابلہ سے عاجز رہنا اور دوسرے صرف اُس کلام سے متاثر ہو کر ایسے ایسے ذی اثر شدید مخالفین کا اسلام قبول کرنا جو رسولؐ خدا کے جان کے لاگو تھے اور اُن کو قتل کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

جس وقت قرآن مجید نے اپنی بے نظیر فصاحت و بلاغت کا دعویٰ کر کے اپنے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کی مانند کفار سے بشری کلام کا مطالبہ کیا ہے اُس وقت حسّان ابن ثابت لبید بن ربیعہ عامری۔ عامر بن اکوع طفیل بن عمرو۔ زید الخلیل۔ زبرقان۔ شمّاس۔ اسود بن سریع۔ کعب بن زبیر۔ عبداللہ بن رواحہ وغیرہ جیسے عرب کے شہرۂ آفاق اور آتش بیان شاعر اور فصحا موجود تھے مگر قرآن مجید کے سامنے ان سب نے سر نیاز خم کر دیا۔ حضرت عمرؓ بن خطاب کے قبول اسلام کا واقعہ زبان زد خاص و عام ہے۔ حضرت عمرؓ اسلام لانے سے

Marfat.com

پیشتر نہایت تیز و تند مزاج تھے اور نہایت بہادر اور دلیر تھے اور مکہ میں بہت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ رسولؐ خدا کے سخت دشمن تھے۔ ایک روز تلوار باندھ کر اس قصد سے گھر سے نکلے کہ جا کر آنحضرتؐ کو شہید کر ڈالیں مگر رستہ میں نعیم بن عبداللہ ملے اور اُن کا ارادہ معلوم کر کے کہا کہ محمدؐ کو قتل کرنے کیا جا رہے ہو پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تمہاری بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید دونوں محمدؐ پر ایمان لا کر مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سُن کر اُن کو سخت طیش آیا اور سیدھے بہن کے گھر پہونچے اتفاقاً وہ اور اُن کا شوہر اور اصحاب رسولؐ میں سے ایک شخص جو اُن کو قرآن پڑھایا کرتا تھا اوراق ہاتھ میں لیے ہوئے سورہ طٰہٰ پڑھ رہے تھے کہ یکایک یہ آن پہونچے اور وہ ان کی آہٹ پاکر چپ ہو گئے اور ورق کو چھپا لیا۔ جب ان کے پوچھنے پر اُنھوں نے کہا کہ ہم تو کچھ نہیں پڑھتے تھے تو طیش میں آکر بہنوئی پر جھپٹے۔ اور اُن کی خوب خبر لی۔ جب اُس کی بیوی اُس کے بچانے کے لیے اُٹھی تو اُس کو لہولہان کر دیا مگر آخر وہ بھی ان ہی کی بہن تھی۔ اسلام کا عشق ایسا نہ تھا جو چڑھ کر اُتر جائے۔ کہنے لگیں عمر تمہارے جو جی میں آئے کرو۔ ہم اسلام چھوڑنے سے رہے بہن کا یہ استقلال دیکھ کر انھیں حیرت ہوئی۔ پھر بہن کو لہولہان دیکھ کر دل نرمایا اور نرم آواز سے پوچھنے لگے کہ اچھا بتلاؤ تم کیا پڑھ رہے تھے مجھے بھی سناؤ بیچاری ڈرتے ڈرتے وہ ورق اُٹھا لائیں۔ اور بہت کچھ عہد و قرار ہو کر ورق

Marfat.com

اُن کے ہاتھ میں دیا گیا۔ حضرت عمر نے پڑھنا شروع کیا جب پڑھتے پڑھتے وہ اس آیت پر پہونچے اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ۵ (یعنی ہم ہی اللہ ہیں۔ ہمارے سوا کوئی معبود نہیں تو ہماری ہی عبادت کیا کرو اور ہماری ہی یاد کے لیئے نماز پڑھا کرو) تو اُن کے قلب پر ایسا اثر ہوا کہ سیدھے آنحضرت صلعم کی خدمت میں پہونچے۔ اور آئے تھے آنحضرت صلعم کو قتل کرنے کی نیت سے مگر جاتے ہی نہایت عاجزی سے عرض کیا کہ مجھے بھی دولت اسلام سے مالا مال کیجیئے اور پھر حرم کعبہ میں پہونچکر علانیہ کہدیا کہ میں تو محمدؐ اور اُن کے خدا پر ایمان لے آیا اور تمام دن مشرکوں کے ساتھ لڑائی اور مار پیٹ میں گزرا۔ (تاریخ ابن اثیر جلد دوم صفحہ ۳۳-۳۴ و تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۱۱۹ ۱۲۰ و تاریخ ابن ہشام صفحہ ۲۲۴-۲۲۷)

حضرت عمرؓ کا ایمان لانا سب کو تسلیم ہے جس وقت آپ ایمان لائے کل مسلمانوں کی تعداد ۳۸ تھی اور یہ سب مسلمان اس قدر مغلوب اور مقہور تھے کہ گھر کے اندر چھپ کر نمازیں پڑھا کرتے تھے حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے اصرار کیا کہ کعبہ میں چل کر کھلے بندوں نماز پڑھی جائے اب سوال یہ ہے کہ اگر قرآن مجید کی تاثیر نے آپ کی کایا پلٹ نہیں کی تو آخر وہ اور کیا اسباب تھے جو آپ کے ایمان لانے کے محرک ہوئے۔ جو واقعہ

Marfat.com

اوپر بیان ہوا یہ سب تاریخی واقعہ ہے جس کی آج تک کسی نے تکذیب نہیں کی۔ مکہ معظمہ کے پاس بمقام "عکاظ" برسویں دن ایک میلا لگتا تھا اور تمام عرب کے لوگ اور نامور فصحا اور بلغا وہاں جمع ہوتے تھے اس میلہ میں بڑے بڑے نامور شعرا اپنے قصیدے اور اشعار پڑھ کر سناتے تھے۔ اور جو قصیدہ پسند ہوتا تھا تمام میلہ میں اس کی دھوم پڑ جاتی تھی اور ہرن بکری یا اونٹ کی جھلی یا ریشمی کپڑے پر سنہرے حرفوں میں نقش و نگار سے مزیّن کر کے کعبہ کی دیوار پر اس کو آویزاں کیا جاتا تھا اور مُعلّقہ کہلاتا تھا چنانچہ سَبْعَہ مُعَلّقَہ جو عربی کے نہایت مشہور و معروف سات قصیدے ہیں اُنھیں میں سے ہیں۔ کعبہ کی دیوار پر قصیدہ کا آویزاں ہونا بڑا ہی موجب فخر سمجھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ مصنف کے پاس قبیلوں سے مبارکباد کے پیام آتے تھے۔ الغرض اُن کا سرمایۂ ناز لے دیکر ایک یہی زبان تھی۔ جس پر وہ نہایت اتراتے تھے اور اپنے مقابلہ میں تمام دنیا کو گونگا اور بے زبان (عجم) بتلاتے تھے۔ جب خدا نے اپنے فضل و کرم سے اُن لوگوں کی ذلیل اور زبوں حالت پر رحم کھا کر خود اُن ہی میں سے ایک شخص کو (دل و جانم فدائے نامش باد) اُن کی تعلیم و ہدایت کے لیے کھڑا کیا۔ اور اُن پر اپنا کلام نازل فرمایا۔ تو اقتضائے وقت سے ضرور تھا کہ وہ کلام جو نہ صرف قوم عرب بلکہ تمام اقوام عالم کی ہدایت و تعلیم

Marfat.com

کے لیئے نازل ہوا تھا اپنی معنوی خوبیوں اور روحانی برکتوں کے علاوہ لفظی لطافتوں اور ظاہری کمالوں سے بھی ایسا مملو اور معمور ہو کہ اُس کی مثل دوسرا کلام پیش کرنا ناممکن ہو۔ تاکہ وہ قوم جاہل جو نکات و دقائق علم مبدا و معاد سے بالکل ناواقف اور بے خبر۔ صرف کلام کی ظاہری خوبی یعنی فصاحت و بلاغت ہی کو ایک بڑی چیز سمجھے ہوئے تھی اُس کے معارضہ سے عاجز ہو کر اُس کو کلام الٰہی جانے اور اُس پر ایمان لائے چنانچہ یہی سبب تھا کہ جب کافروں نے اس کلام پاک کے من اللہ ہونے میں شک کیا اور کبھی جادو اور کبھی شعر اور کبھی کاہنوں کا کلام بتلایا تو خدا نے بطور حجت اور دلیل صداقت اپنے رسول کے اُسی چیز میں اُن سے معارضہ چاہا جس کا اُن کو بڑا گھمنڈ تھا اور نہ صرف ایک بار بلکہ کئی بار۔

عرب کا سب سے بڑا نامی گرامی شاعر جو دنیا میں اپنی بے نظیر اور بے عدیل ہونے کا مدعی تھا اور جس کا نام لبید تھا۔ سورہ بقر کی چند آیتیں پڑھ کر بے اختیار چلا اُٹھا کہ خدا اور اس شخص کے سوا جس پر وحی نازل ہوئی ہے کوئی انسان ایسا کلام نہیں کر سکتا۔ اور فوراً شرک و بت پرستی چھوڑ کر خدا پرست مسلمان بن گیا۔

جارج سیل انگلستان کا ایک مشہور مستشرق ہے (سنہ ۱۶۹۰-۱۷۳۶ء) جس نے

Marfat.com

قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اُس نے اپنے ترجمہ قرآن مجید کے دیباچہ میں لبید کے ایمان لانے کے واقعہ کی تصدیق کی ہے۔ وہ لکھتا ہے

"یہ بات بالعموم مسلم ہے کہ قرآن قریش کی بولی میں جو جملہ اقوام عرب میں شریف ترین اور مہذب ترین قوم ہے۔ انتہا کی لطیف اور پاکیزہ زبان میں لکھا گیا ہے۔ وہ بے شک عربی زبان کا نمونہ ہے اور زیادہ پکے عقیدے کے لوگوں کا یہ قول ہے۔ نیز اس کتاب سے بھی ظاہر ہے کہ کوئی انسان اس کے مثل نہیں لکھ سکتا۔ اور اسی واسطہ اُسے لازوال معجزہ قرار دیا ہے جو مردہ کے زندہ کر دینے سے بڑھکر ہے۔ اور تمام دُنیا کو اپنے ربّانی الاصل ہونے کا ثبوت دینے کے لیئے اکیلا کافی ہے اور خود محمدؐ نے بھی اپنی رسالت کے ثبوت کے لیئے اس معجزہ کی طرف رجوع کیا تھا۔ اور بڑے بڑے فصحائے عرب کو (جہاں کہ اُس زمانہ میں اس قسم کے ہزارہا آدمی موجود تھے جن کا محض یہ مشغلہ تھا کہ طرز تحریر اور عبارت آرائی کی لطافت میں سب سے زیادہ لائق و فائق ہو جائیں) علانیہ کہلا بھیجا تھا کہ اس کے مقابلہ کی ایک سورۃ ہی بنا لاؤ۔ اس بات کے اظہار کے واسطے کہ اس کتاب کی خوبی تحریر کی اُن ذی لیاقت لوگوں نے بھی نی الواقع تعریف اور توصیف کی تھی جن کا اس کام میں مبصّر ہونا مسلّم ہے منجملہ بے شمار مثالوں کے ایک مثال کو بیان کرتا ہوں

Marfat.com

"لبید بن ربیعہ عامری جو محمدؐ کے زمانہ میں سب سے بڑے زبان آوروں میں تھا اُس کا ایک قصیدہ خانہ کعبہ کے دروازہ پر چسپاں تھا۔ یہ رتبہ صرف نہایت اعلیٰ درجہ کی تصنیف کے لیے مرعی تھا۔ (نوٹ۔ مشہور و معروف قصائد "سبعہ معلقہ" میں سے چوتھا قصیدہ وہی ہے جس کا ذکر مسٹر سیل نے اپنے اس بیان میں کیا ہے۔ مولف) اور کسی شاعر کو اُس کے مقابل میں کسی اپنی تصنیف کے پیش کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی لیکن جبکہ کچھ عرصہ کے بعد قرآن کی دوسری سورۃ (بقر) کی آیتیں اُس کے مقابلہ میں لگائی گئیں تو خود لبید جو اُس زمانہ میں مشرکین میں سے تھا شروع ہی کی آیت پڑھ کر بحر تحیر میں غوطہ زن ہوا۔ اور فی الفور اسلام قبول کر لیا اور بیان کیا کہ ایسے الفاظ صرف نبی ہی کی زبان سے صادر ہو سکتے ہیں۔"

اس کے بعد آگے چل کر مسٹر سیل لکھتے ہیں کہ

"قرآن کا طرز تحریر عموماً خوش آئند اور رواں ہے۔ بالخصوص اُس جگہ جہاں وہ پیغمبرانہ شعار اور توریتی جملوں کو نقل کرتا ہے۔ وہ مختصر اور بعض مقامات میں مبہم ہے اور مشرقی ڈھنگ کے مطابق پُر جرات صنعتوں سے مرصع اور روشن اور پُر معنی جملوں سے مزین ہے۔ اور اکثر مقامات میں خصوصاً جہاں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اوصاف کا بیان آتا ہے نہایت عالی مرتبہ

Marfat.com

اور رفیع الشان ہے"

کیا اُن ہزارہا فصحا اور بلغا میں جن کا بقول مسٹر سیل صرف یہ مشغلہ تھا کہ طرز تحریر اور عبارت آرائی کی لطافت میں لایق اور فایق ہو جائیں. کوئی بھی ایسا نہ تھا جو ایک ایسے شخص کا کہ جو نہ کسی مکتب میں بیٹھا نہ کسی اُستاد سے پڑھا اور نہ کسی شاعر سے شعر کہنا سیکھا مقابلہ کرتا اور قرآن کے طرز کے چند چھوٹے چھوٹے فقرے لکھ کر اُس کے دعوے کو رد کر دیتا۔ اور اس طرح اپنی قوم اور اپنے خداؤں کو اُس ذلت و رُسوائی سے بچا لیتا جن کی پیغمبر عرب سے اُن کو شکایت تھی کہ وہ کرتے ہیں۔ اور باوجود اس بار بار چیلنج کے کوئی فصیح و بلیغ شخص اُس کی تردید نہ کر سکا۔ اور وہ لوگ لفظی مقابلہ سے عاجز آکر تیر و شمشیر کے ساتھ مقابلہ پر مجبور ہوئے تو صاف ثابت ہے کہ یہ ایک ربّانی کرشمہ تھا جس نے تمام فصحائے و بلغائے عرب کو قرآن مجید کے مقابلہ میں لاچار اور عاجز کر دیا۔

اپنی تفسیر فتح المنّان موسوم بہ تفسیر حقّانی کی جلد ہشتم کے صفحہ ۲۶۱ میں جارج سیل کی طرح علّامہ ابو محمد عبدالحق صاحب حقّانی دہلوی نے سورۂ "کوثر" کی نسبت بھی بیان کیا ہے کہ جب سورۂ اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ کو تین مصرعوں کی شکل میں لکھ کر خانۂ کعبہ پر اس غرض سے آویزاں کیا گیا کہ چوتھے مصرعہ کی جو جگہ خالی ہے وہ کوئی نامور شاعر پُر کر دے۔ تو ایک شاعر نے یہ چوتھا مصرعہ اضافہ کیا ھٰذَا لَیْسَ مِنْ قَوْلِ الْبَشَرِ (یعنی یہ بشر کا کلام ہی نہیں)

Marfat.com

آنحضرتؐ کی نبوّت کو چار سال گزر چکے تھے مگر کافروں کا ظلم برابر بڑھتا چلا جاتا تھا۔ مسلمانوں کو سخت سخت ایذائیں پہونچاتے تھے۔ جب پانی سر سے گزر گیا تو آنحضرتؐ نے اپنے ستم رسیدہ اصحاب کو ملک حبش کی طرف ہجرت کر جانے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ سب سے پہلے پندرہ شخص اپنے پیارے وطن اور خانماں سے دست بردار ہو کر وہاں چلے گئے۔ اس گروہ میں پیغمبر صاحب کی صاحبزادی رقیہؓ اور اُن کے شوہر حضرت عثمانؓ بن عفان اور آنحضرتؐ کے پھوپی زاد بھائی زبیر بن عوام بھی تھے۔ ان کے بعد اور بہت سے مرد اور عورتیں جنھوں نے راہ خدا میں بڑی بڑی سختیاں جھیلیں اور جن کی تعداد قریب ایک سو کے تھی حبش پہونچکر اُن کے شریک ہو گئے اس جماعت میں آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر طیار بن ابی طالب شریک تھے۔ دشمنوں نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا اور بہت سے تحائف لیکر نجاشی بادشاہ حبش کے پاس گئے جو ایک نیک دل عیسائی تھا۔ اور کہا کہ ہمارے چند بے سمجھ آدمیوں نے ایک نیا دین ایجاد کیا ہے اور اپنے آبائی دین سے پھر گئے ہیں اور بھاگ کر آپکے ملک میں پناہ لی ہے اُنھیں آپ ہمارے سپرد کر دیجیے۔ اور بادشاہ کو مشتعل کرنے کی غرض سے یہ بھی کہا کہ یہ لوگ ہمارے ہی مذہب کو بُرا نہیں کہتے بلکہ آپ کے عیسائی مذہب کو بھی بُرا کہتے ہیں۔ یہ حالات سُن کر نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں بُلایا

Marfat.com

اور پوچھا وہ نیا دین کیا ہے جس کی خاطر تم نے اپنے آبائی دین کو چھوڑ دیا اور ہمارا دین اختیار کیا نہ کسی اور قوم کا۔ اُس وقت حضرت جعفرؓ نے جو جناب علیؓ مرتضےٰ کے حقیقی بھائی تھے مسلمانوں کا نمائندہ بن کر نجاشی کے سامنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیں اور بتلایا کہ ہم کس طرح گمراہی میں مبتلا تھے اور گناہوں سے آلودہ تھے پیغمبرؐ نے ہمیں ضلالت سے نکال کر کس طرح اعلیٰ مقام پر پہونچا دیا۔ تب اُس نے پوچھا کہ تم لوگ حضرت عیسےٰ کے بارہ میں کیا کہتے ہو۔ اس پر اُنھوں نے سورۂ مریم کی وہ آیات جن میں حضرت عیسےٰ کی پیدائش کا ذکر ہے ایسے لب و لہجہ اور موثر انداز سے پڑھ کر سنائیں کہ بقول مستند مورخین کے نجاشی پر ایسا اثر ہوا کہ "وہ رو پڑا" اور اُس نے اقرار کیا کہ قرآن مجید نے حضرت عیسےٰ کے بارہ میں جو کچھ بیان کیا ہے اس سے وہ ایک تنکے کے برابر بھی زیادہ نہ تھے۔ اس کے بعد نجاشی نے قریش کے سرداروں کو جواب دیدیا کہ میں ان مظلوموں کو تمھارے حوالے نہیں کرسکتا۔ اور مسلمانوں سے کہا کہ تم بلاخوف و خطر یہاں رہو۔ میری عملداری میں تم کو کوئی شخص اذیت نہیں پہونچا سکتا۔ اس واقعہ کا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے۔ چنانچہ سورۂ مائدہ کے گیارھویں رکوع میں ارشاد ہوتا ہے

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (ترجمہ۔ اور مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں میں اُن کو قریب تر پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں مسلمانوں کی طرف نصاریٰ کا یہ میلان اس سبب سے ہے کہ ان میں علما، اور مشائخ ہیں، اور نیز یہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب قرآن کو سنتے ہیں اس رسول (محمدؐ) پر نازل ہوا ہے تو اے مخاطب تو ان کی آنکھوں کو دیکھتا ہے کہ اُن سے آنسو جاری ہیں اس لیے کہ اُنھوں نے حق بات کو پہچان لیا ہے۔)

مفسّرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیتیں نجاشی بادشاہ حبش اور اُس کے درباریوں کے حق میں نازل ہوئیں جو نصاریٰ تھے۔

ریورنیڈ مسٹر باسورتھ اسمتھ ایم۔اے۔ انگلستان کے ایک مشہور و معروف منصف مزاج محقق ہیں جنھوں نے از راہ انصاف پسندی باوجود عیسائی مذہب رکھنے اور پادری ہونے کے رسول خدا صلعم اور اسلام کی تائید میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "محمدؐ اور محمد نزم" ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۸۸۱ء میں بمقام لندن شایع ہوئی تھی۔ اُنھوں نے بھی اپنی اس کتاب میں مذکورہ بالا واقعہ کا ذکر کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں

"کہ دس برس اور گزر گئے اور محمدؐ کے اصول مذہب باوجودیکہ چاروں

Marfat.com

طرف سے نہایت سخت اندیشوں اور مزاحمتوں کی بوچھار تھی صرف اپنے اخلاقی ذریعوں اور اپنی ذاتی قوت سے اپنا راستہ صاف کرتے جاتے تھے مگر جس قدر کہ اُن کے پیروؤں کی تعداد بڑھتی گئی اُسی قدر مخالفین کا تشدّد اور ایذا رسانی بھی جو اُس کے معتقدین کو برداشت کرنا پڑتی تھی زیادہ ہوتی گئی۔ اور آخرکار محمدؐ نے یہ پسند نہ کرکے کہ اُس کے پیرو اپنے نئے مذہب میں داخل ہوتے ہی ایسے پُر ملال امتحان میں مبتلا ہو جائیں اُنھیں یہ صلاح دی کہ ملک حبش میں جاکر پناہ گزیں ہوں۔ چنانچہ پندرہ آدمیوں نے اُس کی صلاح مانی۔ اور محمدؐ بدستور وہیں رہے۔ ان لوگوں کا محمدؐ کی صلاح مان لینا کچھ افسوس کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ اوّل تو اگر کسی ثبوت کی ضرورت ہو تو یہ ایک یقینی ثبوت اس امر کا ہے کہ اس تمام زمانہ میں محمدؐ کی اصل قوت اُس شے میں تھی جس کو دُنیا اُس کی کمزوری کہے گی (یعنی آپ کا بے یار و مددگار رہونا) دوم یہ کہ اس واقعہ کے سبب سے جو ہجرت کہلاتا ہے اس میں نبیؐ عربی کی ابتدائی تعلیم کا ایک اعلےٰ درجہ کا خلاصہ ہاتھ آگیا ہے جو اب تک ہمارے پاس موجود ہے (نوٹ۔ یہ خلاصہ تعلیم و ہدایت قرآنی کے ذیل میں نقل کیا جائے گا۔ مؤلف) قوم قریش نے نجاشی

Marfat.com

بادشاہ حبش کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ ان فراریوں کو ہمارے حوالے کردو تاکہ ہم انھیں قتل کرڈالیں لیکن اس گروہ میں سے جعفر نامی ایک شخص نے آگے بڑھ کر بادشاہ اور اُن پادریوں کے سامنے جو اس غرض سے بُلائے گئے تھے اور انجیلیں ساتھ لیکر آئے تھے اپنے تبدیل مذہب کے وجوہ بتلائے، (نوٹ. مسٹر باسورتھ اسمتھ صاحب نے اپنی کتاب میں حضرت جعفر کی تقریر کا ترجمہ لکھا ہے۔ اور تاریخ ابن ہشام میں حضرت جعفرؓ کے خطبہ کے اصل الفاظ نقل کیئے گئے ہیں. جن کا ترجمہ تعلیم و ہدایت قرآنی کے سلسلہ میں آئندہ درج ہوگا۔ مولف) تبدیل مذہب کے وجوہ بیان کرنے کے بعد حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ "جب مشرکین نے ہم کو نہایت عاجز کردیا اور طرح طرح کے ظلم کیئے اور نہایت دق اور تنگ کیا اور ہمارے دین میں مزاحم ہوئے تو ہم اپنا وطن چھوڑ کر اور تجھ کو اور بادشاہوں کی نسبت بہتر سمجھ کر تیرے ملک میں چلے آئے۔ اور یہ اُمید کرکے کہ تیرے ہوتے ہوئے کوئی شخص ہم پر ظلم نہ کرسکے گا تیری پناہ اختیار کی۔ (اس تقریر کے بعد کا واقعہ اوپر مذکور ہوچکا ہے۔)

انیس قبیلہ غفار کے شاعر تھے اُنھوں نے جب آنحضرت صلعم کا چرچا سُنا تو

Marfat.com

چھپ کر مکّہ آئے اور آں حضرتؐ کی زبان مبارک سے کلام مجید کی کچھ آیتیں سُن کر واپس چلے گئے اُن کے بھائی نے پوچھا کہ تم نے محمد کو کیسا پایا اُنھوں نے جواب دیا کہ قریش کہتے تھے کہ وہ شاعر ہیں ساحر ہیں۔ کاہن ہیں۔ ہم نے کاہنوں کا کلام سُنا ہے۔ یہ اُن کی بولی نہیں۔ ہم نے شعر کے ہر ایک وزن کو جانچا ہے۔ وہ شعر بھی نہیں۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ محمدؐ سچے اور قریش جھوٹے ہیں۔ (صحیح مسلم)

ولید بن مغیرہ قریش میں بڑا دولتمند اور صاحب اثر شخص تھا۔ وہ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں آیا اور فرمائش کی کہ کچھ پڑھ کر سُنائیے۔ آپ نے چند آیتیں پڑھیں اُس نے مکرّر پڑھوا کر سُنیں۔ آخر بے خود ہو کر بولا قسم ہے کہ اس میں کچھ اور ہی شیرینی اور تازگی ہے۔ یہ کسی انسان کا کلام نہیں

حضرت عثمان بن مظعون نے کلام مجید کی چند آیتیں سُن لیں اور فوراً حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ حضرت طفیل بن عمرو کے کانوں میں اتفاقیہ قرآن مجید کی چند آیتیں پہونچیں اور وہ مسلمان ہو گئے۔ یہ سب تاریخی واقعات ہیں۔ اور صحیح احادیث کی کتابوں میں منقول ہیں۔ کلام کی یہ شیرینی یہ نمکینی۔ یہ تاثیر اور یہ تسخیر جو دوست دشمن۔ موافق اور مخالف۔ شاہ و گدا اور عالم و جاہل سب کو یکساں فریفتہ کرتی ہیں یہ اعجاز نہیں تو اور کیا ہے؟

Marfat.com

مسٹر ٹامس کارلائل انگلستان کے نامور عالم وفاضل اپنی کتاب لکچرز آن ہیروز میں لکھتے ہیں کہ

"اسلام قوم عرب کے حق میں گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا۔ عرب کا ملک پہلے پہل اُس کے ذریعہ سے زندہ ہوا۔ اہل عرب گمنامیوں کی ایک غریب قوم تھی اور جب سے دُنیا بنی تھی عرب کے چٹیل میدانوں میں پھرا کرتی تھی اور کسی شخص کو اُن کا کچھ خیال بھی نہ تھا۔ اُس قوم میں ایک اولوالعزم پیغمبر ایسے کلام کے ساتھ جس پر وہ یقین کرتے تھے بھیجا گیا۔ اب دیکھو کہ جس چیز سے کوئی واقف ہی نہ تھا وہ تمام دنیا میں مشہور و معروف ہو گئی اور چھوٹی چیز نہایت بڑی چیز بن گئی۔ اُس کے بعد ایک صدی کے اندر عرب کی ایک طرف غرناطہ اور دوسری طرف دہلی ہو گئی عرب کی بہادری اور عظمت کی تجلی اور عقل کی روشنی زمانہ ہائے دراز تک دنیا کے ایک بڑے حصہ پر چمکتی رہی۔ اعتقاد ایک بڑی چیز ہے اور جان ڈالنے والا ہے۔ جس وقت کوئی قوم کسی بات پر اعتقاد لاتی ہے تو اُس کے خیالات بارآور بلند اور روح کو عظمت دینے والے ہو جاتے ہیں۔ یہی عرب اور یہی محمد اور یہی ایک صدی کا زمانہ گویا ایک چنگاری ایسے ملک میں پڑی جو ایک کمپریس

Marfat.com

تاریک ریگستان تھا۔ مگر دیکھو کہ اس تاریک ریگستان نے زور
شور سے اُڑجانے والی بارود کی طرح نیلے آسمان تک اُٹھتے
ہوئے شعاؤں سے دہلی سے غرناطہ تک روشن کردیا"

جان گوئٹھہ جرمنی کا نہایت مشہور شاعر اور فلسفی گزرا ہے اُس کا قول ہے کہ
جس قدر ہم اس کتاب (قرآن شریف) کے قریب پہونچتے ہیں
یعنی اُس پر زیادہ غور کرتے ہیں وہ ہم سے دور کھنچی جاتی ہے (یعنی
زیادہ اعلیٰ معلوم ہوتی ہے) وہ بتدریج فریفتہ کرتی ہے۔ پھر متعجب
کرتی ہے۔ اور آخر کار فرحت آمیز تحیّر میں ڈالدیتی ہے"

مکہ شریف میں جب آنحضرت صلعم نے اسلام کی تبلیغ شروع کی اور بعض چیدہ افراد نے اسلام قبول کرلیا تو قریش کا غیظ وغضب حد سے تجاوز کرگیا۔ لہٰذا آنحضرتؐ کو اور اُن کے اصحاب کی مختصر تعداد کو طرح طرح کی ایذائیں اور تکلیفیں دینے لگے۔ چنانچہ جن بیکس مسلمانوں کا کوئی حامی اور مددگار نہ تھا اُن کی مشکیں باندھ کر اول خوب مارتے اور پھر ٹھیک دوپہر کی تیز و تند دھوپ میں جھلستی ہوئی زمین پر بھوکا پیاسا کبھی اوندھا کبھی سیدھا لٹادیتے اور بڑے بڑے بھاری بھاری پتھر چھاتی پر رکھدیتے جس کے بوجھ کے مارے زبان باہر نکل پڑتی۔ کسی کی آنکھ پھوڑ ڈالتے۔ کسی کو نیزے یا تلوار سے زخمی کرتے اور کہتے یا تو محمدؐ اور اُس کے خدا کو گالیاں دو اور ہمارے بتوں

Marfat.com

کی تعریف اور اُن کے پوجنے کا اقرار کرو ورنہ اسی طرح عذاب دے دے کر تم کو مار ڈالیں گے۔ مگر یہ خدا کے سچے بندے اس شدید تکلیف اور اذیت کی مطلق پرواہ نہ کرتے اور ہر حال میں خدا کا شکر بجالاتے۔ اور بعض اسی عذاب اور تکلیف کی حالت میں جان سے گزر جاتے۔

ظالم ابو جہل یاسر نام ایک صحابی کو بہت تکلیف دے رہا تھا یاسر کی والدہ سُمیّہؓ نے اُس کو بُرا بھلا کہا اُس ظالم نے طیش میں آکر سُمیّہؓ کے نیزہ مارا کہ اُن کی جان نکل گئی۔ اسلام میں یہ خاتون سب سے پہلی شہید ہیں یاسر بھی اذیتوں کو برداشت نہ کر سکے اور دنیا سے چل بسے۔ یاسر کے والد عمّارؓ کی مشکیں باندھ کر مکہ کی جلتی ہوئی پتھریلی زمین پر لٹا کر اُن کے سینہ پر بہت بھاری پتھر رکھدیا جاتا اور کبھی پانی میں غوطے دیئے جاتے مگر یہ اپنے ایمان پر قایم رہے یہی حال خبّابؓ بن ارتؓ کا تھا کہ ننگا کر کے نہایت گرم زمین پر ڈال دیا جاتا۔ اور آگ سے گرم کی ہوئی پتھر کی بڑی بڑی سلیں اُن کے سینہ پر رکھی جاتیں۔ اور سر کے بال کھینچکر گردن مروڑی جاتی۔ مگر اُن کو ان تکلیفوں کی سرمو پرواہ نہیں ہوئی۔ جب حضرت زبیرؓ اسلام لائے تو آپ کا چچا آپ کو بوریئے میں لپیٹ کر آگ لگا دیتا اور کہتا کہ اسلام چھوڑ دو مگر آپ فرماتے کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ حضرت بلالؓ نے دین کی محبّت میں اپنی جان کو ہیچ سمجھا اور ہر طرح کی تکلیف برداشت کرتے رہے یہاں تک

Marfat.com

کہ مشرکین عاجز آگئے اور اپنے لڑکوں سے کہا کہ بلال کے گلے میں رسّی باندھکر مکہ کے ارد گرد گھسیٹتے پھرو وہ بلال اس نازک حالت میں بھی "احد احد" پکارتے غرض اس قسم کے بے شمار مظالم ہوتے رہے۔ مگر کلام ربانی کی "تاثیر نے مسلمانوں کے قلوب میں ایسا گہرا اثر کیا تھا کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں اپنی جان کی مطلق پرواہ نہ کرتے تھے گوناگوں صعوبتوں اور اذیتوں کی برداشت اور اسلام کی محبّت محض کلام الٰہی کی "تاثیر ہی کا نتیجہ تو تھا ورنہ اُن کی ثابت قدمی کا اور کیا ممکن سبب ہو سکتا تھا۔

جب آنحضرتؐ ہجرت کر کے مدینہ شریف میں رونق افروز ہوئے تو آپ ہمیشہ اہل مدینہ کو کلام الٰہی کا وعظ فرمایا کرتے تھے اور طالبان حق شرک و بُت پرستی چھوڑ کر نہایت رغبت اور صدق دل سے مشرف باسلام ہوتے جاتے تھے چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں اُس قبیلہ کے تمام لوگ جسمیں آپ تشریف فرما تھے کیا مرد کیا عورت سب خدا کے دین میں داخل ہو گئے۔ اور اس معجزانہ دل ہلا دینے والے کلام کے اثر سے وہی حقانیت اور روحانیت اُن کی طبیعتوں میں بھی سرایت کر گئی جو مہاجرین کے دلوں میں سمائی ہوئی تھی۔ چنانچہ سر ولیم میور اپنی کتاب "لائف آف محمدؐ" کی جلد دوم کے صفحہ ۲۷۱ پر ارقام فرماتے ہیں کہ

"یہودیوں کی حقانی باتیں عرصہ سے اہل مدینہ کے گوش گزار

Marfat.com

ہو چکی تھیں مگر وہ بھی اُس وقت تک خواب خرگوش سے نہ چونکے
جب تک کہ روح کو کپ کپا دینے والا کلام نبی عربی کا اُنھوں
نے نہیں سُنا۔ تب البتہ دفعتاً ایک نئی اور سرگرم زندگانی کا
دم بھرنے لگے"

کلام مجید کی جس حیرت انگیز تاثیر کی بدولت عرب عیسی جاہل اور وحشی قوم خدا پرست بن گئی اُس کی بابت مسٹر سیل قرآن مجید کے اپنے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ

"دنیا میں اسی دین کو وہ قبولیت حاصل ہوئی جس کی کوئی مثال اور نظیر نہیں ہے۔ اور اس دین کو نہ صرف اُن قوموں نے قبول کیا جن پر مسلمانوں نے کبھی فوج کشی نہ کی تھی بلکہ اُن قوموں نے بھی قبول کر لیا جنھوں نے اہل عرب کو اُن کی فتوحات سے محروم اور اُن کی سلطنت بلکہ اُن کے خلیفوں کا خاتمہ کر دیا اور اور جس میں کوئی بات اُس سے بڑھکر تھی جو ایک مذہب میں عموماً خیال کی جاتی۔ اور جس کی وجہ سے اُسے ایسی عجیب ترقی نصیب ہوئی"
(نوٹ۔) غالباً مسٹر سیل کا اشارہ تاتاریوں کے اسلام قبول کرنے کی طرف ہے۔ چنگیز خاں والی خراسان کے پوتے ہلاکو خاں نے ۶۵۶ھ ہجری میں خلافت عباسیہ کا خاتمہ کر دیا اور دارالخلافہ بغداد کو تباہ کر ڈالا

Marfat.com

مگر ۱۲۹۵ ہجری میں ہلاکو خاں کے ایک بیٹے نے اسلام قبول کر کے
اپنا نام احمد خاں رکھا اور تاتاری بہ تعداد کثیر مسلمان ہو گئے (مؤلف)

آنحضرتؐ مدینہ شریف میں بہ حیثیت فاتح یا حملہ آور کے داخل نہیں ہوئے تھے بلکہ اہل مدینہ کی دعوت پر صرف تبلیغ اسلام کی غرض سے تشریف لائے تھے۔ آپ کے پاس سوائے کلام الٰہی کے تبلیغ کا مطلق اور کوئی ذریعہ یا وسیلہ نہ تھا۔ اسی کلام پاک کی تاثیر سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوتے تھے آنحضرت صلعم جیساکہ آگے چل کر معلوم ہوگا اُمی محض تھے۔ لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے آپ صرف کلام الٰہی کو دہراتے تھے۔ جو بذریعہ وحی آپ پر نازل ہوتا تھا۔ اسی کلام ربانی کی تاثیر سے مکہ میں اسلام پھیلا اور اسی کلام الٰہی کی بدولت اہل مدینہ دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔

مذکورہ بالا تمام واقعات کو پیش نظر رکھ کر سوچو اور غور کرو کہ جس کلام نے اس طرح بڑے بڑے فصحا و بلغا اور شرفاء عرب کا ناطقہ بند کر کے اسلام کے نور سے اُن کے قلوب کو منوّر کر دیا یہ قرآن مجید کی تاثیر نہ تھی تو اور کیا تھا کیا دُنیا کی تاریخ حضرت عمرؓ اور لبید بن ربیعہ جیسی نامور ہستیوں کی کایا پلٹ کی نظیر پیش کر سکتی ہے؟ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۛ

Marfat.com

چوتھا باب

آنحضرت محمد صلعم کی اُمیّت بھی قرآن مجید کا اعجاز ہی

آنحضرت صلعم کے زمانہ سے پیشتر نیز حضرت کے زمانہ میں ملک عرب میں تعلیم کا کوئی معین یا باقاعدہ طریقہ جاری نہ تھا عرب میں علم کی صرف دو شاخیں تھیں۔ یعنی قدرتی فصاحت و بلاغت اور علم الانساب۔ ان کی تحصیل کے لیے کسی مکتب یا مدرسہ میں تعلیم پانے کی ضرورت نہ تھی۔ اُن کا دارومدار صرف ربّانی تعلیم پر تھا۔ اسی وجہ سے اُس زمانہ میں بے شمار آدمی لکھنا اور پڑھنا نہیں جانتے تھے اور جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے اُن کی تعداد بہت کم تھی۔

ایک روایت کے مطابق آغاز اسلام کے وقت سارے حجاز میں کل ستّو آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے دوسرا راوی لکھتا ہے کہ پورے صوبہ حجاز میں اُس وقت بہ مشکل چھ یا سات آدمی لکھنے پڑھنے سے واقف تھے۔ خلاصہ یہ کہ عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت ہی کم تھا۔ جو لوگ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے وہ اُمّی کہلاتے تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ آنحضرت صلعم کو لکھنا پڑھنا کچھ نہیں آتا تھا۔ نہ وہ خود کچھ لکھ سکتے تھے اور نہ دوسروں کا لکھا پڑھ سکتے تھے اور اسی سبب سے آنحضرتؐ کا لقب اُمّیؐ ہو گیا تھا۔ اس بیان کی تصدیق خود قرآن مجید

Marfat.com

اور بے شمار معتبر اور مستند روایات اور احادیث سے ہوتی ہے۔ اور اس کے برخلاف ایک بھی معتبر روایت نہیں پائی جاتی۔ قرآن مجید میں متعدد موقعوں پر اس واقعہ کا اظہار ہوا ہے کہ آنحضرت صلعم ظاہری تعلیم اور نوشت خواند کے داغ سے پاک تھے۔

چنانچہ سورہ اعراف کے انیسویں رکوع میں ارشاد ہوتا ہے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ (یعنی وہ جو ہمارے اِن اَن پڑھ نبی رسول کی پیروی کرتے ہیں)

پھر اسی سورۃ میں ذرا آگے چل کر بیسویں رکوع میں حکم ہوتا ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ (یعنی اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے ان پڑھ رسول نبی پر بھی)

پھر سورہ عنکبوت کے پانچویں رکوع میں فرمایا وَمَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِہٖ مِنْ کِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیْنِکَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (یعنی اے پیغمبر قرآن سے پہلے نہ تو تم کوئی کتاب ہی پڑھتے پڑھاتے تھے اور نہ تم کو اپنے ہاتھ سے لکھنا ہی آتا تھا کیونکہ ایسا ہوتا تو یہ بے دین خواہی نخواہی شبہ کرتے)

مطلب یہ ہے کہ پیغمبر صاحب پڑھے لکھے تو تھے نہیں اس میں بھی خدا نے یہ مصلحت رکھی تھی کہ اگر پیغمبر صاحب پڑھے لکھے ہوتے تو منکر ضرور شبہ کرتے

Marfat.com

کہ یہ باتیں جو یہ شخص سمجھا تا ہی اس کی دیکھی بھالی ہوئی ہیں۔ اگلی کتابوں میں سے چن چُنا کر ایک قرآن بنالیا۔ مگر پیغمبر صاحب کے اُمّی ہونے کی وجہ سے یہ شبہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اس پر بھی اگر انکار کریں تو اُن کی نری ہٹ دھرمی ہی

اسی طرح سورۂ شوریٰ کے پانچویں رکوع میں دوہرایا گیا ہی مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ (یعنی تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہی اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کس کو کہتے ہیں)

آنحضرتؐ ہمیشہ قریش کے مجمع میں رہے کبھی اُن کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوئے۔ مکّہ سے باہر بھی قریش کے جھرمٹ میں رہنا ہوا۔ اگر آپ نے ظاہری تعلیم پائی ہوتی تو شاعر مجنون اور ساحر کی طرح وہ اس الزام کا بھی اظہار کر سکتے تھے۔ مگر اُنھوں نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ اُن کو اس کا یقین تھا کہ محمدؐ کا سینہ ظاہری تعلیم کے عیب سے داغدار نہیں ہی۔ ایک شبہ یہ تھا کہ محمدؐ کسی دوسرے سے سُن کر یہ قرآن پیش کرتے ہیں قرآن مجید نے اس اعتراض کو نقل کیا۔ اور اُس کا جواب بھی دے دیا۔ سورہ نحل۔ رکوع ۱۴۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ۝ (یعنی۔ اے پیغمبر ہم کو تحقیق معلوم ہی کہ کافر قرآن کی نسبت یہ شبہ کرتے ہیں کہ ہو نہ ہو تم کو فلاں آدمی سکھایا کرتا ہی۔ سو جس شخص کی طرف سکھانے کی نسبت کرتے ہیں اُس کی بولی تو عجمی ہی۔ اور یہ

Marfat.com

قرآن صاف عربی زبان میں ہی) مطلب یہ کہ "قرآن کی عبارت بڑی فصیح عربی ہی غیر ملک کا آدمی ایسی عمدہ عربی جان نہیں سکتا۔ تو وہ دوسرے کو کیا سکھائے گا۔ ایک نصرانی اپنی زبان میں انجیل پڑھا کرتا تھا۔ روایت یہ ہی کہ اُس کی نسبت بعض لوگوں نے شبہ کیا کہ آنحضرتؐ اُس کی مدد سے قرآن تصنیف کرتے ہیں۔ خود قرآن مجید نے یہ شبہ قوی دلیل کے ساتھ دور کر دیا۔

درحقیقت اگر آنحضرتؐ کو لکھنا پڑھنا آتا ہوتا تو اُن کے صحابہ۔ رفقا اور متبعین اس بارہ میں ہرگز سکوت اختیار نہیں کرتے۔ اور اُن کے ازواج مطہرات اُن کے عزیز و اقربا اور بالخصوص اُن کے چچا جنھوں نے انھیں پالا تھا آپ کی تعلیم سے بے خبر نہیں رہ سکتے تھے۔ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہی کہ جس دایہ نے آپ کو پالا تھا (یعنی حلیمہؓ) اُس کے اور اُس کے بیٹوں تک کے نام سے اور آنحضرتؐ کے غلام کے نام سے تو بچہ بچہ واقف ہو مگر جس اُستاد سے آنحضرتؐ نے تعلیم پائی تھی اور جس کے سامنے آپ نے زانوئے ادب تہ کیا تھا اُس کے نام سے دُنیا یوں ناواقف رہتی۔ اور پھر آپ یہ جرات کیوں کر فرما سکتے تھے کہ اپنے قبیلہ کے سامنے خلاف واقعہ اپنے آپ کو اُمّی فرماتے اگر آپ اُمّی نہ ہوتے تو قرآن مجید میں متعدد بار آپ کے لیئے یہ لقب استعمال ہونے پر مخالفین کو گرفت کا بہت آسان موقعہ ہاتھ آجاتا۔ اور ایسی حالت میں کلام الٰہی کی صداقت پر اُن کو ہرگز یقین نہ آتا۔

Marfat.com

قطع نظر اس کے اس خفیف بات کے چھپانے سے جناب پیغمبرِ خدا کو کیا فائدہ تھا اُن کا لکھا پڑھا ہونا منصبِ نبوت کے کسی طرح مخالف نہ تھا۔ اور نہ اُس سے قرآن مجید کی شان اور اُس کے معجزہ میں اور بے مثل فصاحت وبلاغت میں کچھ فرق آسکتا تھا۔ کیونکہ حروف کے لکھ پڑھ لینے سے انسان فصیح وبلیغ نہیں بن سکتا۔ خصوصاً ایسا فصیح وبلیغ جس کا مثل بڑے بڑے فصحا میں سے کوئی بھی نہ تھا۔

اسلام کے مورخوں میں سے کسی کو اس بات کا انکار نہیں کہ اُس زمانہ میں فن تحریر عرب میں رائج تھا۔ اور کچھ لوگ لکھنا جانتے تھے اور دوسروں کا لکھا ہوا پڑھ سکتے تھے۔ اُس زمانہ کے بڑے بڑے شاعر اپنے قصیدوں کو خانہ کعبہ کے دروازوں اور دیواروں پر آویزاں کرتے تھے چنانچہ قصائد "سبعہ معلقہ" اسی نام سے مسلمانوں میں معروف ومشہور ہیں۔ اُن کا قول صرف اس قدر ہے کہ فن تحریر کا رواج تو تھا مگر بہت کم۔ لوگ اُس کو جانتے تھے مگر بمقابلہ نہ جاننے والوں کے اُن کی تعداد بہت قلیل تھی۔

ریورینڈ جے۔ ایم۔ راڈویل صاحب جنھوں نے قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے (۱۸۶۱ء) اپنے ترجمہ کے دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ

"ہمارے پاس اس امر کی کوئی شہادت نہیں ہے کہ ہمارے کتب مقدسہ کبھی محمدؐ کو دستیاب ہو گئی ہوں۔ گو یہ صرف ممکن ہے کہ عہد عتیق یا جدید

Marfat.com

کے ٹکڑے خدیجہؓ یا اُن کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل یا مکہ
اور عیسائیوں کے ذریعہ سے جن کے پاس ہماری مقدس کتاب کے
قلمی نسخے موجود ہوں اُس کے پاس پہونچ گئے ہوں اور یہ امر بھی
ذہن میں رکھنے کے قابل ہے کہ ہم کو کوئی صاف سُراغ اس امر
کا نہیں ملتا کہ کوئی عربی ترجمہ عہد عتیق یا جدید کا محمدؐ کے زمانہ سے پہلے
موجود تھا۔"

مشہور و معروف پادری ریورینڈ جان فنڈر صاحب نے اپنی کتاب میزان الحق
کے باب سوم میں تصریح کی ہے کہ

آنحضرت توریت اور انجیل پڑھے ہوئے نہ تھے یعنی زبان عبرانی
ایرانی غیرہ سے جن میں توریت و انجیل منقول تھیں ناواقف تھے۔"

روایات میں بکثرت واقعات درج ہیں کہ یہود آپ کے پاس آتے تھے اور
آپ سے وہ سوالات کرتے تھے جو اُن کی کتابوں میں مذکور تھے جب آنحضرت
صلعم جواب دیتے تھے تو وہ متحیر رہ جاتے تھے۔ اگر یہود کو یہ یقین نہ ہوتا کہ آپ
اُمی ہیں تو ایسے سوالات کیوں کرتے۔ اور اگر سوالات کرتے بھی تو جواب
سُن کر یہ خیال کر لیتے کہ ہماری کتابوں کو پڑھ لیا ہے۔

ریورینڈ مسٹر بوسورتھ آسمتھ صاحب ایم۔ اے اپنی کتاب محمد
اینڈ محمدنزم" (صفحہ ۳۴۰) میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

محمدؐ کو دینی اور دنیاوی دونوں قسم کی حکومتوں کی سرداری حاصل تھی اُن کے تنہا وجود میں "قیصر اور پوپ" دونوں شامل تھے لیکن وہ پوپ تھے بغیر فوق القدرت دعووں کے۔ اور قیصر تھے بغیر قیصری افواج کے۔"

"بغیر کسی مستقل فوج کے۔ بغیر کسی دستۂ محافظ (باڈی گارڈ) کے۔ بغیر رہنے کے محل کے۔ اور بغیر کسی معین آمدنی کے اگر کسی آدمی کو یہ کہنے کا حق تھا کہ "میں محض تائید الٰہی سے حکومت کرتا ہوں" تو یہ دعویٰ صرف محمدؐ کو زیبا تھا۔ کیونکہ اُن کو بغیر ظاہری وسائل کے اور بغیر کسی امداد کے ہر طرح کی طاقت حاصل تھی۔"

"بالکل لاثانی خوش قسمتی سے محمدؐ تین چیزوں کے بانی ہوئے۔ ایک قوم کے بانی دوسرے ایک عظیم الشان سلطنت کے بانی اور تیسرے ایک مذہب کے بانی محمد خود تو اُمی تھے اور لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ مگر وہ ایک ایسی کتاب کے مصنف ہیں جو چار عناصر پر مشتمل ہے یعنی جو سرتا پا شعر ہے۔ ایک مجموعہ ہے قوانین کا مجموعہ ہے دعاؤں کا۔ اور ساتھ ہی ایک بائبل بھی ہے۔ اس کتاب کی اس وقت تک ساری دنیا کی کل آبادی کا چھٹا حصہ تنظیم کرتا ہے اور اس کے پاکیزہ اسلوب بیان اور اُس کی صداقت و ہدایت

Marfat.com

کے لحاظ سے معجزہ تسلیم کرتا ہے۔ محمدؐ نے صرف اسی ایک معجزہ کا دعویٰ کیا وہ اس کو اپنا ابدی معجزہ قرار دیتے تھے۔ اور حقیقت میں یہ معجزہ ہی ہے لیکن زمانہ کے تقاضہ کا لحاظ کرتے ہوئے اور اُس انتہا درجہ کی تعظیم و تکریم اور جوش عقیدت کو پیش نظر رکھ کر جو محمدؐ کے پیروؤں کے دلوں میں اپنے پیغمبر کی جانب سے ہے اور ان کا ازمنۂ وسطےٰ کے مقدس پیشواؤں سے مقابلہ کرتے ہوئے میرے نزدیک محمدؐ میں سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُنھوں نے معجزے دکھلانے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا اُن کے معتقدین نے البتہ اُن سے ایسے معجزات منسوب کئے جو اُن سے صادر نہیں ہوئے۔ اور جن کے دکھلانے سے وہ ہمیشہ انکار کرتے رہے۔ اس سے بلند تر اُن کے اخلاص کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔"

محمدؐ نے آخر عمر تک اپنے لیئے صرف اُسی ایک لقب کا دعوےٰ کیا جس کے ساتھ اُنھوں نے اپنا کام شروع کیا تھا۔ اور مجھے یقین ہے کہ ایک ایسا دن ضرور آئے گا کہ بلند ترین فلسفہ اور سچی عیسویت بھی اُن کو اُس لقب کا مستحق سمجھے گی۔ یعنی پیغمبر اور رسول خدا کا لقب"۔

ایک ضعیف روایت ہے کہ آنحضرتؐ کو آپ کے چچا ابوطالب اپنے ساتھ ملک شام کو لیئے جا رہے تھے۔ راستہ میں بحیرا نام ایک راہب نے آپ کو دیکھا اور

Marfat.com

آثار سے پہچان لیا کہ یہ پیغمبر ہوں گے۔ چنانچہ اُس نے ابوطالب کو مشورہ دیا کہ اُن کو مکہ واپس بھیج دو ورنہ یہود قتل کر ڈالیں گے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے اسی راہب کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ اگر یہ صحیح ہو تو دنیا کے لیئے اس سے بڑھ کر معجزہ حضرت محمدؐ کا اور کیا ہو سکتا ہو کہ ایک ابجد ناشناس طفل دوازدہ سالہ نے چند گھنٹوں میں حقایق و اسرار دین۔ اصول عقائد۔ نکات اخلاق۔ مہمات قانون اور ایک شریعت عظمیٰ کی تکمیل و تاسیس کے طریقے سب کچھ سیکھ لیئے۔ اور بحیرا کو کوئی جانتا بھی نہیں۔ آخر اگر کوئی سکھانے والا ہوتا تو مدعی نبوت کی شہرت دیکھ کر وہ کیونکر پردہ گمنامی میں چھپا رہنا پسند کرتا۔ اور صحابہ کرام کی نگاہوں سے اُس کا وجود ہمیشہ کیونکر مستور رہتا۔ اور ان کا عقیدہ کیوں کر مستحکم رہ سکتا تھا۔ اور کفار اُس سے استفادہ ہی کیوں کرنے دیتے۔ اور وہ خود ہی نبوت کا اعلان کیوں نہ کرتا۔

اب غور کا مقام ہو ایک اُمیّ محض جو اُمیوں ہی کی گودوں میں پلا اور پلکر جوان ہوا۔ اُس نے ہوش سنبھالا تو گردو پیش تاریکیوں اور ظلمتوں کے سوا اُس کو کچھ نظر نہیں آیا۔ علوم و فنون اور تمدن و تہذیب سے ایک عاری ملک۔ عاری شہر۔ عاری خاندان کے اندر نشو و نما پائی۔ جہاں اہل فکر اور ارباب علم کا وجود نہ تھا۔ خود اُس کا خاندان اور اُس کا وطن نوشت و خواند کے نقوش و حروف سے آشنا نہ تھا۔ گزشتہ صحف انبیا اور اذکار عالیہ کا ایک

Marfat.com

حرف اُس کے کان میں کبھی نہیں پڑا۔ علما اور دانش وروں کی صحبت اُس نے نہیں اُٹھائی۔ اصول قانون۔ مبادیِ اخلاق۔ اور محاسن علم وعمل کی کوئی تعلیم اُس کو نہیں ملی بلکہ مدرسۂ علم وحکمت کے سایۂ دیوار تک کبھی اُس کا گزر نہیں ہوا۔ اسی طرح وہ اپنی زندگی کے چالیس سال پورے کرتا ہے۔ کہ دفعتاً غارِ حرا کے دہانے سے اُجالا ہوتا ہے۔ علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کا سرچشمہ ابلتا ہے۔ ظاہری نوشت وخواند کے نقوش وحروف کا طلسم ٹوٹ جاتا ہے صحف انبیا اور اذکار عالیہ کے اوراق اُس کی زبان پر جاری ہوگئے ہیں اُس کے پرتو صحبت سے اُمّی اور جاہل علمائے دہر اور دانشوران روزگار بن کر نکلنے لگتے ہیں۔ اصول قانون۔ مبادیِ اخلاق۔ اور محاسن علم وعمل کی تعلیم کا غلغلہ اُس کے بزم فیض کے گوشہ گوشہ سے بلند ہوتا ہے۔ کلام ربانی کے پردہ میں علم وحکمت کے پوشیدہ اسرار فاش ہونے لگتے ہیں اس سے زیادہ قرآن مجید کے معجز ہونے کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے؟

Marfat.com

پانچواں باب

قرآن مجید کی پیشین گوئیاں

۱۔ قرآن مجید کی ایک سورۃ کی برابر بھی کوئی دوسرا کلام کبھی پیش نہ کیا جا سکے گا

سورۂ بقر تیسرے رکوع میں ارشاد ہوتا ہے

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا (ترجمہ) "اور وہ جو ہم نے اپنے بندے (محمدؐ) پر (قرآن) اُتارا ہے۔ اگر تم کو اس میں شک ہو (اور سمجھتے ہو کہ یہ کتاب خدا کی بنائی ہوئی نہیں بلکہ آدمی کی بنائی ہوئی ہے) اور (اپنے اس دعوے میں) سچے ہو تو اس جیسی ایک سورۃ (تم بھی) بنا لاؤ۔ اور اللہ کے سوا اپنے حمائتیوں کو بھی بُلا لو۔ پس اگر (اتنی بات بھی) نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے"

اس آیت شریف کا آخری حصّہ تاکیدی پیشین گوئی ہے جس میں نہایت وثوق کے ساتھ اعلان کیا گیا ہے کہ جو لوگ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے میں شک کرتے ہیں وہ ہرگز اس جیسا تھوڑا سا کلام بھی کبھی پیش نہ کر سکیں گے۔ رسول خدا صلعم اپنی پیغمبری اور قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے

Marfat.com

جو بہت سے دلائل پیش فرمایا کرتے تھے اُن میں یہ پیشین گوئی سب سے زیادہ مستحکم دلیل تھی۔ ایک اَن پڑھ پیغمبر کا مدعیان فصاحت و بلاغت سے پکار پکار کر یہ کہنا کہ تم لوگ ہرگز ایسا کلام نہ لاسکو گے بڑی وقیع پیشین گوئی تھی جو صحیح ثابت ہوئی اور تمام فصحاء و بلغائے عرب اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز رہے اور اپنے سکوت سے اپنے عجز کا صاف اعتراف کر لیا۔

۲۔ حفاظت کلام الٰہی کی پیشین گوئی۔

سورہ اَلحجر کے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (ترجمہ) "بیشک ہم ہی نے قرآن اُتارا ہے اور بیشک ہم ہی اس کے نگہبان ہیں"۔

حفاظت قرآن سے صاف یہ مراد ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی اور تغیر تبدل نہ ہو سکے گا۔ قرآن مجید کے حق میں یہ ایک کھلی ہوئی پیشین گوئی ہے اور کیسی عمدہ طور پر پوری ہو رہی ہے۔ خدا نے اپنے کلام کی حفاظت کا ایسا مستحکم انتظام فرمایا ہے جس کو قرآن کا معجزہ کہنا چاہیئے کہ ہر ایک زمانہ میں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو قرآن حفظ کرنے کا شوق رہا۔ اور اب بلا مبالغہ یہ کیفیت ہے کہ اگر خدانخواستہ تمام روئے زمین سے مکتوبی قرآن معدوم ہو جائیں تو کوئی قطعہ زمین ایسا نہیں ہے جہاں حافظ قرآن نہ ہوں اور اُن کی یادداشت سے قرآن نہ لکھ لیا جائے اور کسی حالت میں قرآن کا ایک جملہ ایک لفظ

Marfat.com

بلکہ ایک حرف بھی نہ ضایع ہو سکتا ہے۔ نہ بدلا جا سکتا ہے۔ اور جس قدر قرآن مختلف قطعات زمین میں اس طرح لکھے جائیں گے اُن میں باہم زیر و زبر کا بھی فرق نہ ہوگا۔ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی صداقت دشمنوں تک کو مسلم ہے اور جس کی کبھی اور کسی طرف سے تکذیب نہیں ہوئی۔

چنانچہ سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں لکھتے ہیں کہ "جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس (قرآن مجید) کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو"۔ نیز واقعات اس کے شاہد ہیں کہ اس کتاب کے پہلے دن سے لکھے جا کر بکثرت نسخے ہر قوم اور ملک میں شایع ہوئے اور آخر کار مشرق سے مغرب تک پھیل گئے۔ ان ہزار در ہزار قدیم ترین نسخوں میں ایک بھی نسخہ ایسا نہیں ملا اور نہ کبھی مل سکے گا جس میں ایک حرف یا زیر زبر کا فرق ہو۔

۳۔ کفار عرب کی شکست اور مسلمانوں کے غلبہ کی پیشین گوئیاں

(الف) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَاۗىِٕفِيْنَ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (سورۂ بقر رکوع ۱۴)

Marfat.com

(ترجمہ) اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں (جن میں مسجدِ حرام یعنی خانہ کعبہ بھی شامل ہی) خدا کا نام لیئے جانے کو منع کرے اور اُن کی بے رونقی کے درپے رہے۔ یہ لوگ خود اس لائق نہیں کہ مسجدوں میں آنے پائیں مگر ڈرتے ڈرتے۔ ان کے لیئے دُنیا میں بھی رُسوائی ہی اور ان کے لیئے آخرت میں بھی بڑا بھاری عذاب ہی۔ اور اللہ ہی کا ہی پورب اور پچھم تو جہاں کہیں (قبلہ کی طرف) منہ کرلو اُدھر ہی کو اللہ کا سامنا ہی۔ بے شک اللہ بڑی گنجایش والا اور سب کچھ جانتا ہی"

"تاریخ اس کی شاہد ہی کہ ابتدائے اسلام میں پیغمبر صاحب اور اُن کے چند متبعین کو جو اُس وقت تھے خانہ کعبہ میں کفار اذان دینے اور نماز پڑھنے سے مانع ہوتے تھے۔ پیغمبر صاحب کے راستہ میں کانٹے اُنھوں نے بچھائے پیغمبر صاحب نماز پڑھ رہے ہیں زبردستی آکر لپٹ پڑے اور گلا گھونٹا۔ ایک بار سجدہ میں تھے کہ اونٹ کی اوجھڑی گردن پر رکھدی اور معمولی تکالیف تو آئے دن ہوتی رہتی تھیں۔ باوجودیکہ پیغمبر صاحب مسلمانوں کے ساتھ مکہ چھوڑ کر مدینہ جا بسے تھے اور ہجرت کے چھٹے برس عمرہ کرنے کے لیئے مکہ جانا چاہا کہ وہ بھی ایک قسم کا حج تھا۔ مکہ والوں نے آپ کو اور آپ کے ہمراہیوں کو مکہ میں نہ آنے دیا۔ اس آیت میں کفار کے ان ہی مظالم کی طرف اشارہ ہی اور وہ جو پیشین گوئی کی تھی سو پوری ہو کر رہی۔ کہ انجام کار

Marfat.com

خانۂ خدا پر مسلمان قابض ہوگئے اور کفار مارے ڈر کے بھاگے بھاگے پھرنے لگے۔

کفار جو مسلمانوں کو خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے یا آنے سے منع کرتے تھے تو اس سے مسلمانوں کو ضرور بے دلی ہوئی ہوگی کہ خانۂ خدا میں ہم عبادت نہیں کر سکتے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ اس چند روزہ روک ٹوک سے تم کیوں بددل ہوتے ہو۔ نماز کچھ خانۂ کعبہ پر ہی موقوف نہیں جہاں چاہے خدا کی عبادت کرو۔ تمام روئے زمین مسلمانوں کے لیے مسجد ہے۔ کہیں بھی ہو قبلہ کی طرف نماز پڑھ لو۔ خدا قبول کرتا ہے۔

جس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں اس وقت دشمنان اسلام کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ آگے چل کر ان کی طاقت اور قوت کا خاتمہ ہو کر وہ مغلوب اور مقہور ہو جائیں گے۔

(ب) قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ (ترجمہ) "(اے پیغمبر) جو لوگ (دین اسلام سے) منکر ہیں ان سے کہدو کہ کوئی دن جاتا ہے کہ (مسلمانوں کے مقابلہ میں) تم مغلوب ہو گے"۔ (سورۂ آل عمران رکوع ۲) یہ پیشین گوئی اس زمانہ کی ہے کہ ابھی نبی کریم کی جمعیت ملک عرب میں دشمنوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ تھی اور مخالفت صرف مشرکین عرب ہی کی طرف سے نہ تھی بلکہ اندرونی مخالف منافق اور بیرونی مخالف عرب کے سب مشرک اور یہود و نصاریٰ اسلام کی

Marfat.com

مخالفت پر کمربستہ ہو چکے تھے۔ ان حالات میں ایسے صاف الفاظ میں کفار کی مغلوبیت کی پیشین گوئی کرنا اور اُس پیشین گوئی کا آنحضرت صلعم کے سامنے پورا ہو جانا اسلام کی صداقت کا چمکتا ہوا نشان ہے۔

(ج) لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ط وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ (سورۂ آل عمران رکوع ۱۲)

ترجمہ (مسلمانو معمولی) ایذا دہی کے سوا وہ ہرگز تم کو کسی طرح کا (کوئی بڑا) نقصان نہیں پہونچا سکینگے۔ اور اگر تم سے لڑیں گے تو اُن کو تم سے پیٹھ پھیرتے ہی بن پڑے گی پھر (یہ بھی) اطمینان رکھو کہ اُن کو (کہیں سے) مدد بھی نہیں ملے گی۔ جہاں دیکھو ذلت اُن (کے سر) پر سوار ہے۔

(د) وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (سورہ آل عمران کوع ۱۴)

ترجمہ اور ہمت نہ ہارو (اور اس (اتفاقی شکست سے) آزردہ خاطر نہ ہو اور اگر تم سچے) مسلمان ہو تو (آخرکار) تمہارا ہی بول بالا ہے۔

جنگ اُحد میں ستر مسلمان شہید ہو گئے تھے۔ اور بہت سی تکلیفیں اُن کو پہونچیں۔ اور یہ امر طبائع میں کچھ سستی اور کمزوری پیدا کر سکتا تھا۔ اس سے مسلمانوں کو غم بھی پہونچا تھا تو تقویت کے لیئے فرمایا کہ جو وعدے تمہارے غلبہ کے ہیں وہ تو سچ ہو کر رہیں گے کیونکہ تم مومن ہو۔ اور ہلاکت کافروں کا

Marfat.com

انجام ہے نہ کہ مومنوں کا۔

(۵) سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ (سورہ آل عمرانؑ رکوع ۱۶)

ترجمہ "گھبراؤ نہیں کہ) ہم عنقریب تمہاری ہیبت کافروں کے دلوں میں بٹھا کر رہیں گے" اُحُد کے میدان میں باوجود مسلمانوں کو اس قدر نقصان پہونچانے کے کفار مسلمانوں سے مرعوب رہے۔ اُن کو معلوم تھا کہ آنحضرتؐ زندہ ہیں۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی زندہ ہیں۔ ابوسفیان نے جب دیکھا کہ مسلمان آنحضرتؐ کے گرد جمع ہوگئے تو اُس نے بہتری اسی میں دیکھی کہ فوراً مکہ کی راہ لی۔ راستہ میں اُن کو اپنی اس حرکت پر ندامت بھی ہوئی کہ ہم بغیر قلع قمع کئے کیوں میدان چھوڑ آئے۔ مگر بوجہ رُعب کے لوٹ نہ سکے بلکہ اُلٹا نبی کریمؐ نے اُن کا حمراء الاسد تعاقب کیا۔

(۶) فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَا اَسَرُّوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ۝ (سورہ مائدہ رکوع ۸)

ترجمہ "سو کوئی دن جاتا ہے کہ اللہ (مسلمانوں کی) فتح یا اور کوئی امر اپنی طرف سے پیش لائے گا تو (اُس وقت یہ منافق) اُس (بدگمانی) پر جو اسلام کے غلبے اور اُس کی صداقت کی نسبت) اپنے دل چھپاتے تھے پشیمان ہوں گے"۔ منافقین مدینہ اس خوف سے کہ مسلمان بوجہ اپنی قلیل تعداد کے

Marfat.com

مغلوب ہوں گے. یہودیوں اور کفار سے خفیہ تعلقات رکھتے تھے کہ ہم کسی طرح بچ جائیں۔

(ط) اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ

(سورہ انفال رکوع ۴)

ترجمہ:۔ اس میں شک نہیں کہ یہ کافر اپنے مال (اس لیئے) خرچ کرتے رہتے ہیں تاکہ (لوگوں کو) راہ خدا سے روکیں سو یہ لوگ تو مال کو (اسی طرح پر) خرچ کرتے رہیں گے مگر پھر (آخرکار وہی مال) ان کے حق میں (موجب) حسرت ہوگا (خرچ بھی کریں گے اور) پھر مغلوب بھی ہوں گے۔"

(ی) وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا اِنَّهُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ

(سورہ انفال رکوع ۸)

ترجمہ:۔ اور کافر یہ نہ سمجھیں کہ (ہمارے قابو سے) نکل گئے. وہ ہرگز (ہم کو) ہرا نہیں سکتے۔" یعنی کفر اسلام پر غالب نہیں آسکتا۔)

(ك) وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ (سورہ توبہ رکوع ۱۳)

ترجمہ:۔ اور (مسلمانو) تمہارے آس پاس کے دیہاتیوں میں سے (بعض)

Marfat.com

منافق ہیں اور خود مدینہ کے رہنے والوں میں سے بھی جو نفاق پر اڑے بیٹھے ہیں (اے پیغمبر) تم ان کو نہیں جانتے ہم ان کو خوب جانتے ہیں سو ابھی تو ہم (دنیا میں) ان کو دُہری مار دیں گے"۔

آپ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو بعض لوگ منافق تھے۔ بظاہر ملے رہتے تھے بباطن کفار کے شریک تھے آنحضرت کو اُن کے نام بتلا دیئے گئے۔ اور حضرت نے خطبہ میں اُن منافقوں کے نام لے لے کر مسجد سے نکال دیا نتیجہ یہ ہوا کہ اوّل تو مسلمانوں کی نظر میں بے اعتبار ہوئے۔ اور جب ورپردہ کافروں کا ساتھ دیا تو کفار مغلوب ہو گئے غرض منافقین کی وہی حالت ہوئی۔ ازیں سو راندہ وازاں سو درماندہ دوہری مار سے غالباً یہی مطلب ہے۔

(ل) وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ط (سورہ نحل رکوع ۶)

ترجمہ" اور جن مسلمانوں پر (کافروں کی طرف سے) ظلم ہوئے اور ظلم ہوئے پیچھے اُن کو خدا کے لیئے اپنے وطن چھوڑنے پڑے ہم اُن کو ضرور ضرور دنیا میں اچھے ٹھکانے سے بٹھائینگے۔

مسلمانوں کے غلبہ کی پیشین گوئیوں میں سے ایک پیشین گوئی یہ بھی ہے جس کا وقوع ہو چکا۔ اس آیت میں جو ہجرت کا ذکر ہے تو اس میں

Marfat.com

دونوں ہجرتوں کی طرف اشارہ سمجھنا چاہیئے پہلی ہجرت جو ملک حبش کی طرف ہوئی اور دوسری ہجرت مدینہ کی طرف ہوئی۔ مدینہ کی ہجرت بھی نبی کریم کے مکہ کی موجودگی ہی میں شروع ہو گئی تھی اور آپ نے سب سے آخر میں ہجرت کی۔ ان لوگوں کو جو اس بے سروسامانی کے ساتھ اپنے گھروں سے نکلے اور جن کی کوئی بڑی تعداد نہ تھی اتنی بڑی بشارت کہ انھیں ہم دُنیا میں بھی اچھی جگہ دیں گے۔ قرآن کریم کی اُن بے نظیر پیشین گوئیوں میں سے ایک ہے جن کے سامنے سخت سے سخت مخالف کو بھی سر جھکانا پڑتا ہے۔ یہ مکی صورت ہے۔ مکہ میں یہ اعلان ہوتا ہے اور اُن لوگوں کے متعلق جو کس مپرسی کی حالت میں کفّار کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھا کر بھاگے جا رہے ہیں۔ یہ آواز بلند اُن کے مخالفین کو سُنایا جاتا ہے کہ ان کا استیصال نہیں ہوگا جیسا کہ تم نے گمان کر لیا ہے بلکہ اُن کو دُنیا میں بھی بلند مقامات عطا ہوں گے۔ سارا ملک چند نفوس کے استیصال کے درپے تھا۔ یہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ یہی چند نفوس اس دنیا میں بھی اعلیٰ مقامات پر پہونچیں گے۔ اس قسم کی پیشگوئیوں نے ملک عرب کو آنحضرت کے سامنے جھکا دیا۔

قرآن مجید کی جس قدر پیشین گوئیاں اوپر مذکور ہوئیں یہ سب اُس وقت ہوئیں جب مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی اور ظاہری اسباب کے لحاظ سے

Marfat.com

کسی کو مسلمانوں کے غلبہ کا وہم وگمان بھی نہ ہو سکتا تھا چنانچہ جب ہر طرف سے کفار کا ہجوم تھا اور مسلمانوں کا مختصر گروہ بے کسی کی حالت میں تھا تو اپنی کثرت اور قوت کے بھروسہ پر کفار کو یقین تھا کہ ہم تمام مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ تیرہ چودہ برس تک مسلسل مسلمانوں کو ستاتے رہے۔ اُن کو طرح طرح کی ایذائیں اور تکلیفیں دیں اور مسلمان یہ تمام ایذائیں اور تکلیفیں اور بے آبروئی اور بے حرمتی کی سختیاں برداشت کرتے رہے اور اُن کی تسلی کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کی معرفت بار بار یہ اعلان کیا کہ عنقریب خود مسلمان تمام عرب قبائل کی مخالفانہ قوتوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کے قلیل زمانہ قیام مدینہ میں قرآن مجید کی یہ سب پیشین گوئیاں پوری ہوئیں کفار کو شکستوں پر شکستیں اُٹھانی پڑیں۔ اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ ہوا۔ اور آپ ہی کی زندگی میں سارے ملک عرب میں اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ اور کفر و بت پرستی اپنی تمام بُرائیوں کے ساتھ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئی۔

یہ پیشین گوئیاں نجومیوں رمّالوں اور جوتشیوں کی پیشین گوئیوں کی طرح گول مول اور مُبہم الفاظ میں نہ تھیں بلکہ کھلے کھلے الفاظ میں مسلمانوں کو صاف صاف اطمینان دلایا گیا تھا کہ کوئی دن جاتا ہے کفار مغلوب ہوں گے اور مسلمانوں کا غلبہ ہوگا۔ تاریخ اور واقعات شاہد ہیں اور ساری دُنیا جانتی ہے کہ مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی۔ سارا عرب اُن کی دشمنی پر تلا ہوا تھا۔ اور

Marfat.com

وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا نام و نشان دُنیا سے مٹا دیں آغاز نبوت کے بعد آنحضرتؐ کا قیام مکہ میں تیرہ برس رہا۔ مدینہ شریف پہونچکر دوسرے سال ہجری میں سب سے پہلے جنگ بدر پیش آتی ہے۔ مکہ سے ایک ہزار سے زیادہ کی تعداد میں مسلح ہوکر کفار اپنے بڑے بڑے سرداروں کی سرکردگی میں مدینہ پر چڑھائی کرتے ہیں۔ اُن کے مقابلہ میں اُس وقت مسلمانوں کی کل تعداد تین سو تیرہ میدان میں لائی جاسکی۔ اس وقت تک مسلمانوں کی یہی کل کائنات تھی۔ اُن کے پاس نہ سواری کے لیئے کافی اونٹ تھے نہ لڑنے کے لیئے پورے ہتھیار نہ رسد کا سامان۔ مگر تائید ایزدی اُن کے شامل حال تھی۔ اسی زمانہ سے غلبۂ اسلام کی پیشین گوئیاں پوری ہونا شروع ہوگئیں۔ مسلمانوں کو شروع ہی سے ان الہامی پیشین گوئیوں پر کامل اعتماد اور یقین تھا۔ انھیں بشارتوں نے اُن کے دل قوی اور ارادے مضبوط رکھے۔ جو شخص ایک بار اسلام قبول کرلیتا تھا پھر اُس کو وحی اور الہامی خبروں پر پورا یقین ہوتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ باوجود گوناگوں مصائب کے اُن کے قدم کبھی نہ ڈگمگائے اور وہ ہمت اور استقلال کے ساتھ غلبہ اسلام کے منتظر رہے۔

۴۔ فتح بدر کی پیشین گوئی۔ ہجرت کے بعد قریش کو مہلت نہ ملے گی
اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ

Marfat.com

الدُّبُرُ ۵ (سورۂ القمر۔رکوع ۳)

ترجمہ" یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری بڑی قوی جماعت ہے سو کوئی دن جاتا ہے کہ (ان کا) گروہ شکست کھائے گا۔ اور (مسلمانوں کے مقابلہ میں) پیٹھ پھیر پھیر کر بھاگیں گے" یہ آیت مکہ میں نبوت کے پانچویں چھٹے سال نازل ہوئی جو آنحضرت کی تبلیغ کا ابھی بالکل ابتدائی زمانہ تھا۔ اس وقت کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ نہ آسکتا تھا کہ رسول خدا کے ساتھ کبھی اس قدر جمعیت ہو گی کہ وہ کفار کے مقابلہ میں جنگ کو نکلیں گے اور کفار کے لشکر کثیر کو جو سب ایک دوسرے کی مدد پر تلے ہوئے تھے شکست دے سکیں گے ایسی حالت میں جبکہ مسلمانوں کی کوئی بات بھی سننے والا نہ تھا یہ کھلی ہوئی پیشین گوئی کہ مسلمانوں اور کفار میں جنگ ہو گی اور اس جنگ میں کفار شکست کھا جائیں گے اور پیٹھ پھیر پھیر کر بھاگیں گے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کے علم غیب کی گواہی دیتی ہے۔ آنحضرت نے جس بے سروسامانی کے ساتھ ہجرت فرمائی تھی اس حالت کو دیکھ کر کسی کے دل میں یہ خیال بھی نہ پیدا ہو سکتا تھا کہ یہ بے خانماں قافلہ ایک دن مدینہ سے اس قدر طاقتور ہو کر نکلے گا کہ جن لوگوں نے آغاز ہجرت تک اُن کی جان لینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی وہ اُس کے ہاتھوں خود ہلاک و برباد ہو جائیں گے لیکن قرآن مجید دوسری پیشین گوئی کر رہا تھا

Marfat.com

چنانچہ یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ اور ہجرت کے بعد ایک ہی سال کے اندر غزوۂ بدر نے سرداران قریش کا خاتمہ کر دیا اور اُن کے نامی سردار مارے گئے۔ اور اہل عرب کی مخالفت کی جڑ کٹ گئی۔

صحیح بخاری میں منقول ہے کہ رسول خدا بدر کے دن خیمہ میں تھے اور خیمہ دعا کے بعد جب آپ باہر تشریف لائے تو زرہ پہنے ہوئے تھے اور آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت میں سمجھا کہ اس آیت میں آج (غزوۂ بدر) کی فتح کی پیشین گوئی ہے۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اس جنگ میں کفر و اسلام ہی کا مقابلہ نہ تھا بلکہ عزیزوں۔ دوستوں۔ باپ اور بھائی ماموں اور چچا کے خلاف تلوار اُٹھانی تھی مسلمان اس امتحان میں پورے اترے اور اللہ اور اللہ کے رسول کے مقابلہ میں اُنھوں نے کسی کی پروا نہیں کی۔ اللہ کی شان کہ تین سو آدمیوں کی چھوٹی سی بے سروسامان جماعت کو ایک ہزار بہادر سورماؤں کے مسلّح لشکر پر ایسی زبردست فتح حاصل ہوئی۔ قریش کا خیال تھا کہ ان مٹھی بھر مسلمانوں کو دم بھر میں مسل کر رکھ دینگے مگر اللہ تعالےٰ نے اُن کی ساری اکڑفوں اور غرور کو مٹی میں ملا دیا۔

جَلَّ جَلَالُہٗ

Marfat.com

۵۔ مسلمانوں کو خلافت یعنی سلطنت عطا ہونے کی پیشین گوئی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط (سورۂ النور۔ رکوع ۷)

ترجمہ "تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرتے ہیں۔ اُن سے خدا کا وعدہ ہے کہ (ایک نہ ایک دن) اُن کو ملک کی خلافت (یعنی سلطنت) ضرور عنایت کرے گا۔ جیسے اُن لوگوں کو خلافت عنایت کی تھی جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ اور جس دین کو اُس نے ان کے لیئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اُس کو ان کے لیے جما کر رہے گا۔ اور خوف وخطر جو ان کو (لاحق) ہے اس کے بعد (عنقریب ہی) ان کو (اُس کے) بدلے میں امن دے گا (کہ باطمینان) ہماری عبادت کیا کریں گے اور کسی چیز کو ہمارا شریک نہ گردانینگے"۔

ایسی صاف اور مستحکم پیشین گوئی پیغمبر صاحب کی نبوت کی بڑی قوی دلیلوں میں سے ہے اُس کو پورا ہوتے ہوئے ساری دنیا نے دیکھ لیا۔ اس کی تصدیق کے لیئے کسی ثبوت اور شہادت کی ضرورت نہیں۔ اس آیت میں تین وعدے صراحت کے ساتھ کیئے گئے ہیں اول وعدہ خلافت یعنی

Marfat.com

سلطنت۔ دوم تمکینِ دین۔ سوم خوف کی جگہ امن قایم کر دینا سیاق عبارت سے دوامِ خلافت مستنبط ہوتا ہے۔ یعنی بادشاہت مسلمانوں میں ہمیشہ رہے گی۔ بادشاہت میں ملک عرب کی بادشاہت تو امر لازم ہے اس لیئے کہ وہ بادشاہت نبی کریم کو ملی۔ لہذا ضرور ہے کہ وہ مسلمانوں میں رہے۔ نیز دین اسلام کے قیام اور تمکین کے لیئے اور اس کے ارکان کی حفاظت کے لیئے بھی اس ملک کی بادشاہت کا مسلمانوں کے پاس رہنا ناگزیر ہے۔ وعدہ الٰہی سچا ہے۔

تمکین دین سے مراد دین کو ایسا مضبوط کر دینا کہ کوئی طاقت اس کو برباد نہ کر سکے۔

مسلمانوں کا گروہ ایک مظلوم بیکس اور ضعیف گروہ تھا جس کو کفار مکہ نے طرح طرح کی اذیتیں دے کر خانماں برباد کر دیا تھا۔ اس نے مدینہ میں آکر خدا کے نیک بندوں کے سایہ میں پناہ لی تھی۔ یہاں آکر بھی اس کو اطمینان اور راحت کی نیند نصیب نہ ہوئی۔ کفار مکہ تو پہلے ہی سے خون کے پیاسے تھے۔ مدینہ میں آکر دشمنوں کی تعداد میں منافقین اور یہود کا اور بھی اضافہ ہو گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہ کو ہمیشہ کفار کے حملہ کا خوف لگا رہتا تھا۔ اور ذرا سے شور و غل پر مدینہ میں بدحواسی پھیل جاتی تھی۔ یہاں تک کہ صحابہ سوتے جاگتے مسلح رہتے تھے۔

Marfat.com

چنانچہ اس مظلوم گروہ نے اس حالت سے تنگ آکر ایک دن رسولؐ خدا سے عرض کیا کہ ہم کو دن رات ہتھیار بند رہنا پڑتا ہے۔ کیا کبھی وہ دن بھی آئے گا جب ہم کو اطمینان حاصل ہوگا۔ اور خدا کے سوا اور کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ اس پر اُن کو خدا نے قرآن مجید میں خلافت ارض یعنی دینی اور دنیاوی شہنشاہی کی بشارت دی اور وہ پوری ہوئی۔ اسلام کو استحکام میسر ہوا۔ اور اللہ تعالےٰ نے خوف کی جگہ امن کر دیا۔ اس ضعیف گروہ نے آگے چل کر دنیا پر اس طرح کی کامیاب حکومت کی کہ اس کے سامنے متمدن حکومتوں کا شیرازہ بکھر گیا۔

یہ بشارت عظمےٰ واقعات اور حالات گرد و پیش کے لحاظ سے کس قدر ناممکن معلوم ہوتی تھی۔ مگر چند ہی سال میں محال نے وقوع کی صورت اختیار کر لی۔

گوئٹے ایک مشہور جرمن فاضل نے اپنے اک مضمون میں لکھا ہے کہ

> "اس کتاب (قرآن) کی اعانت سے عربوں نے سکندر اعظم کے جہان سے بڑا جہان اور رومۃ الکبریٰ کی سلطنت سے وسیع تر سلطنت فتح کر لی اور جس قدر زمانہ کہ سلطنت روما کو اپنی فتوحات کے حاصل کرنے میں درکار ہوا تھا اس کا دسواں

Marfat.com

حصّہ بھی اُن کو نہ لگا۔"

۶۔ فتح مکّہ کی پیشین گوئی

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ط

(سورۃ التوبہ۔ رکوع ۲)

ترجمہ:۔ ان لوگوں سے بے تامل لڑو۔ خدا تمہارے ہی ہاتھوں ان کو سزا دے گا۔ اور اُن کو رسوا کرے گا اور اُن پر تم کو فتح دے گا۔ اور مسلمانوں کے گروہ کے کلیجوں کو ٹھنڈا کرے گا اور ان کے دلوں میں جو (کافروں کی طرف سے) غصّہ (بھرا ہوا) ہے اُس کی خلش کو بھی دور کر دے گا!!

اس سورۃ میں اس آیت سے پیشتر صلح حدیبیہ اور اُس معاہدہ کا ذکر ہے جو کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان ہوا تھا۔ یہ صلح فتح مکہ سے تین سال پیشتر کفار قریش اور مسلمانوں کے درمیان ہوئی تھی جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ نیز کفار کی معاہدہ شکنی کا ذکر ہے جس کا نتیجہ جنگ ہوا اور مسلمانوں کو فتح عظیم نصیب ہوئی اور مکّہ فتح ہو گیا۔ یہ پیشین گوئی جو اوپر نقل ہوئی اسی تذکرہ کے سلسلہ میں ہے لہذا یہ آیت بالاتفاق فتح مکہ کی پیشین گوئی تسلیم کی جاتی ہے۔

Marfat.com

مسلمانوں کو فتح مکہ کی لَو لگی ہوئی تھی یعنی اُس شہر پر قبضہ جہاں سے وہ نہایت بے بسی اور بیکسی کے عالم میں نکلے تھے۔ اور جس کے حدود میں اُن کو قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی۔ وہ گو اب مدینہ میں مقیم تھے۔ مگر وطن کی یاد دلوں سے کم نہ ہوتی تھی۔ اُن کو فتح پر فتح ہوتی چلی جا رہی تھی لیکن اُن کے دل کی کلی اپنی شگفتگی کے لیئے جس موسم بہار کا انتظار کر رہی تھی وہ ہنوز نگاہوں سے دور تھا۔ مگر بشارت الٰہی قدم قدم پر اُن کی تسکین کے لیئے نیا پیام لا رہی تھی اور مژدۂ فتح سے اُن کو شاد کرتی جاتی تھی۔

چنانچہ سورۂ صف میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بشارت دی تھی۔

وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(سورہ الصف رکوع ۲)

ترجمہ "(ایک اور نعمت بھی) ہے جس کو تم (دل سے) پسند کرتے ہو۔ کہ خدا کی طرف سے (تم کو) مدد (ملے گی) اور تم عنقریب فتح پاؤ گے اور (اے پیغمبر) مسلمانوں کو (اس کی) خوشخبری سنا دو۔"

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ (سورہ الفتح رکوع ۴)

Marfat.com

ترجمہ" بے شک اللہ نے اپنے رسول کو واقعی سچا ہی خواب دکھایا تھا کہ انشاء اللہ تم (مسلمان) مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں بے خوف و خطر باطمینان تمام داخل ہو گے (وہاں جاکر) تم (کچھ تو) اپنا سر منڈواؤ گے اور (کچھ فقط) بال ہی کتروا ؤ گے "

ہجرت کے چھٹے برس صلح حدیبیہ سے پہلے آنحضرتؐ نے خواب میں دیکھا کہ مسلمان مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں گئے اور وہاں احرام اتارنے کے لیئے کوئی بیٹھا سر منڈوا رہا ہے اور کوئی بال کتروا رہا ہے۔ اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کے اسی خواب کا ذکر فرمایا ہے۔ چونکہ سر منڈوانا بال کتروانا اعمال حج میں سے آخری عمل ہے تو خواب کا مطلب یہ ہوا کہ تم باطمینان تمام حج کرو گے مسلمانوں کو مکہ سے نکلے ہوئے کوئی چھ برس ہو گئے تھے کچھ تو وطن کی یاد کیونکہ بعض صحابہ کے بال بچے ابھی تک وطن ہی میں تھے کچھ عزیزوں کی محبت اور کچھ کعبہ کی زیارت کا شوق۔ غرض یہ لوگ مکہ جانے کے لیئے بے چین تھے اُدھر انصار مدینہ بھی کافروں کے ڈر سے ہجرت کے بعد حج کو نہیں جا سکے تھے۔ وہ بھی اللہ کے گھر کی زیارت کے لیئے بے تاب تھے۔ کچھ تو صحابہ کا یہ شوق اور بے تابی دیکھ کر اور کچھ اس خواب کی بنا پر آنحضرتؐ ذیقعدہ ۶ھ کی پہلی تاریخ عمرہ (زیارت وطواف کعبہ) کے ارادہ سے مدینہ سے روانہ ہوئے اور حدیبیہ کے مقام پر پہونچے جو مکہ سے نو میل کے فاصلہ پر ہے۔

Marfat.com

چودہ سو (۱۴۰۰) کی تعداد میں مسلمان آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے قربانی کے لیئے بہت سے اونٹ بھی ساتھ لے لیئے تاکہ کافروں کو لڑائی کا شبہ نہ ہو۔ ہتھیاروں میں سوائے تلوار کے کوئی چیز ساتھ نہ تھی۔ کفار مکہ نے باوجود اس علم کے کہ سوائے زیارت وطواف بیت اللہ آپ کا اور کچھ منشا نہیں ہے حرم کی حد پر پہونچے ہوئے ۱۴۰۰ مسلمانوں کو داخلہ مکہ سے روک دیا۔ لیکن جب قریش کو معلوم ہوا کہ مسلمان مرنے مارنے پر آمادہ ہیں تو سہیل بن عمرو کو سفیر بنا کر بھیجا۔ کافروں کا سب سے بڑا مطالبہ یہ تھا کہ مسلمان اس سال حج نہ کریں آخر بڑی ردوکد کے بعد صلح ہو گئی۔ اور صلح کی شرطیں یہ قرار پائیں (۱) مسلمان اس سال مکہ میں داخل نہ ہوں (۲) دوسرے سال آئیں اور صرف تین دن ٹھہر کر واپس چلے جائیں (۳) سوائے تلوار کے کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں (۴) کوئی شخص کافر ہو یا مسلمان مدینہ سے مکہ آنا چاہے تو اجازت ہوگی مگر کوئی شخص مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ نہ جا سکیگا (۵) تمام قبیلوں کو آزادی ہوگی کہ وہ خواہ مسلمانوں سے معاہدہ کریں یا کافروں سے۔

اس صلح سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے دب کر صلح کی ہے مسلمانوں کو یہ بات بہت ناگوار گزری حضرت عمرؓ نے عرض کیا کیا آپ نبی نہیں ہیں آپ نے فرمایا بے شک ہوں۔ حضرت عمر نے پوچھا کیا ہم حق پر ہیں۔ فرمایا

Marfat.com

ہاں حق پر ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر ہم دین کے معاملہ میں دب کر کیوں صلح کریں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ جو کچھ ہوا ہے خدا کے حکم کے مطابق ہوا ہے۔

اس صلح حدیبیہ کے بعد آپ نے مدینہ کی طرف واپسی کا قصد فرمایا۔ صلح کے کے دو روز بعد یہ آیت نازل ہوئی اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ (سورۂ فتح رکوع ۱) یعنی ہم نے کھلی فتح تم کو دی۔ آپ نے اُسی وقت حضرت عمرؓ کو بلوا کر یہ خوشخبری سُنائی جس سے مسلمانوں کے سارے غم اور پریشانیاں دور ہو گئیں۔ اور دو برس بعد مکّہ فتح ہو گیا۔ تمام مفسّرین کی بالاتفاق رائے ہے کہ یہ فتح مکہ کی بشارت ہے۔ جس کا آگے چل کر ظہور ہوا اس فتح کے مسلمان سب سے زیادہ منتظر تھے! اس کے بعد سورۂ توبہ میں جو مدینہ شریف میں سب سے آخر نازل ہوئی ارشاد ہوا۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۝ (سورۂ توبہ رکوع ۴)

ترجمہ: مسلمانو مشرک تو (نرے) گندے ہیں تو اس برس کے بعد حرمت والی مسجد (خانۂ کعبہ) کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں گے۔" اس سے زیادہ صاف اور کیا پیشین گوئی ہو سکتی ہے چنانچہ اگلے سال مکہ فتح ہو گیا۔

مکہ میں داخلہ کے بعد آپ نے سب سے پہلے خانہ کعبہ کو تین سو ساٹھ ۳۶۰

Marfat.com

بتوں کی نجاست سے پاک کیا اور تمام بُت نکلوا کر پھنکوا دیئے۔ اور دیواروں پر جو انبیاء اور رسولوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں انھیں مٹا دیا۔ جب پوری صفائی ہوگئی تو آپ نے نماز پڑھی اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اُس نے اپنے وعدہ کے مطابق مسلمانوں کو اپنے گھر پر قبضہ دلا دیا۔ جو اُس کے صحیح حقدار تھے۔ مکہ میں آپ پندرہ دن ٹھیرے۔ اس عرصہ میں مکہ کے مردوں اور عورتوں کی بہت بڑی تعداد نے اسلام قبول کر لیا۔ اور خانہ کعبہ پر سے کفار کا قبضہ بالکل اُٹھ گیا اور مذکورہ بالا قرآن مجید کی پیشین گوئی پوری ہوگئی۔

۷۔ غلبۂ روم کی پیشین گوئی

الٓمّٓ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۙ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ بِنَصْرِ اللّٰہِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝ وَعْدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ وَعْدَہٗ (سورہ روم رکوع ۱)

ترجمہ۔ قریب کے ملک (یعنی عراق) میں رومی (جو نصاریٰ ہیں) اہل فارس سے (جو آتش پرست ہیں) مغلوب ہوگئے ہیں لیکن یہ لوگ اپنے مغلوب ہوئے پیچھے عنقریب چند سال میں (پھر اہل فارس پر) غالب آجائینگے (اس سے) پہلے بھی (فتح و شکست کا) اختیار اللہ ہی کو تھا اور (اس واقعہ

Marfat.com

کے) بعد بھی (اُسی کو اختیار ہے) اور اُس دن (جبکہ رومی غالب ہوں گے) مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہو جائیں گے وہ جس کی چاہے مدد کرتا ہے اور وہ زبردست اور رحم والا ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کیا کرتا۔"

"اُدْنَی الْاَرْضِ" کے لفظی معنے ہیں۔ قریب سرزمین کے۔ عرب کے شمال میں عرب سے ملحق شام و فلسطین کی سرزمین ہے اور مشرق میں عراق و فارس کے حدود عرب سے ملتے ہیں۔ عراق۔ شام اور فلسطین ہرقل شاہ روم کے قبضہ میں تھے ایرانی افواج نے عراق پر یورش کرکے دمشق اور بیت المقدس کو بھی فتح کرلیا اور صلیب مقدس کو لے گئے۔ یہ رومیوں (عیسائیوں) کی انتہائی مغلوبیت تھی۔

بِضْعِ سِنِیْنَ (چند سال) محاورہ عرب کے مطابق اس چند سال کی میعاد تین سال سے نو سال تک ہے یعنی بضع سِنِیْنَ کی انتہائی میعاد نو سال ہے۔

آنحضرت صلعم کے عہد میں مملکت روم (ایشیائے کوچک ملک شام و فلسطین و آرمینا وغیرہ) نصاریٰ کے قبضہ میں تھی اور شاہ روم ہرقل تھا۔ ملک فارس پر آتش پرست مسلط تھے اور خسرو ثانی بادشاہ تھا۔

Marfat.com

رومیوں اور عیسائیوں میں لڑائی ہوئی۔ اگرچہ یہ لڑائی عراق میں شروع ہوئی تھی جو عرب سے خارج اور اُس کی سرحد پر واقع ہی اور عرب کو اس جنگ سے کچھ تعلق نہ تھا مگر تاہم مسلمان چاہتے تھے کہ رومیوں کا غلبہ ہو کیونکہ وہ اہل کتاب ہیں۔ اور مشرکین عرب اہل فارس کی خیر مناتے تھے۔ کیونکہ وہ بھی ایک طرح کے بُت پرست تھے۔ اتفاق سے اہل فارس کی فتح ہوئی تو مشرکین عرب بہت خوش ہوئے اور مسلمانوں پر آوازے کسنے لگے۔

ان آیتوں میں خدا نے کئی سال پہلے بتا دیا کہ گو اس وقت رومی مغلوب ہو گئے ہیں مگر وہ چند سال بعد اہل فارس پر فتح پائینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہ واقعہ "تاریخی پیشین گوئی کا بڑا زبردست معجزہ ہی۔

دو زبردست سلطنتوں کے بارہ میں برسوں پہلے ایک قطعی فیصلہ وثوق کے ساتھ کر دینا کسی بشر کا کام نہیں اور پیغمبر صاحب کو تو ان دونوں سلطنتوں کی فوجی قوت اور انتظام کے جانچنے کا کبھی موقعہ ہی نہ ملا۔ اس پیشین گوئی کے مطابق جو وقت رومیوں کے ایرانیوں پر غلبہ پانے کا ہی وہی مسلمانوں کے اپنے دشمنوں پر غلبہ کا ہی۔ اور دونوں کو اکھٹا کرنے کی یہ وجہ ہی کہ اس پیشین گوئی کے وقت دونوں قومیں رومی اور مسلمان مغلوب تھیں اور مغلوب بھی ایسی کہ اُن کے اُٹھنے اور ایک طاقتور دشمن پر غالب آنے کا خفیف سے خفیف بھی قرینہ نہ تھا۔

Marfat.com

یہ سورۃ بالاتفاق مکّی ہی مکّہ میں نازل ہوئی اس کا نزول یقین کے ساتھ پانچواں سال نبوت ہی یہی وہ وقت ہی جبکہ رومیوں کی مغلوبیت انتہا کو پہونچ چکی تھی اور اہل فارس نے ان کے تمام صوبے یکے بعد دیگرے فتح کر لیے تھے اس پیشین گوئی کے بعد آنحضرتؐ سات آٹھ سال مکہ میں رہے اور ایک سال مدینہ کے قیام کے بعد مسلمانوں کو بدر کی فتح نصیب ہوئی یہی وہ وقت تھا جب رومی از سر نو فارس پر غالب آئے سلطنت روما اور اہل فارس کا عرصہ سے مقابلہ چلا آتا تھا ۶۰۲ء عیسوی میں وہ عظیم الشان جنگ چھڑ گئی جس کا اوپر کی آیت میں ذکر ہی۔ اور ۶۱۵ء عیسوی میں ایرانی جرنیل نے دمشق اور یروشلم کو فتح کیا اور رومی اس کا مقابلہ نہ کر سکے (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا)

ایک ایسی لمبی جنگ کے بعد جو تیرہ سال جاری رہی سلطنت ایران سلطنت روما پر غالب آجاتی ہی۔ اس کا صوبہ پر صوبہ لیے چلی جاتی ہی یہاں تک کہ کل صوبجات کو لیکر دارالخلافہ کے دروازہ پر جا پہونچتی ہی ایسے وقت میں پیشین گوئی کہ مغلوب سلطنت زیادہ سے زیادہ نو سال میں غالب آجائے گی قیاس و قرائن کے سراسر خلاف تھی اسی پر بس نہیں بلکہ ساتھ ہی ایک بظاہر ایسی ناممکن الوقوع بات اور بتلادی کہ عین اسی وقت جبکہ رومی ایرانیوں پر نو سال کے اندر غالب آئینگے مسلمان بھی مشرکین پر

Marfat.com

غالب آجائینگے۔ حالانکہ مسلمانوں کی اُس وقت کوئی جماعت بھی نہیں تھی جس کے غالب آنے کا وہم و گمان بھی کسی کو ہو سکے لیکن قدرت خداوندی کا کرشمہ کہ ایک ہی سال یعنی ۶۲۴ء عیسوی میں ہرقل نہ صرف اپنے علاقے واپس لے لیتا ہے بلکہ ایران کے اندر داخل ہو کر اُن کے بڑے آتش کدے کو تباہ کر دیتا ہے اور اسی سال ۳۱۳ مسلمان جن کے پاس ہتھیار نہیں اور جو جنگ آزمودہ نہیں ایک ہزار قریش کی مسلح جمعیت پر غالب آجاتے ہیں (فتح بدر)

(نوٹ۔ ۶۱۵ء میں ایران نے روم پر فتح کامل پائی اور نو برس پورے نہ ہوئے تھے کہ ۶۲۴ء میں رومیوں نے ازسرنو فارس پر غلبہ پایا۔)

ایسی عظیم الشان پیشین گوئی سُن کر عرب خاموش نہ رہ سکتے تھے۔ ابی بن خلف نے شد و مد سے انکار کیا۔ کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جن کا ایمان وحی پر پہاڑ کی طرح مضبوط تھا اس پر شرط لگائی کہ اگر تین سال میں اہل روم غالب نہ آئے تو دس اونٹ میں دونگا اور اگر غالب آگئے تو دس اونٹ تم سے لونگا۔ آنحضرتؐ کو جب یہ علم ہوا تو آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ "بضع سنین" کا لفظ نو برس تک کے لئے آتا ہے۔ لہٰذا میعاد اور شرط دونوں بڑھا دو۔ ابی بن خلف نے اس کو منظور کر لیا اور شرط یہ ٹھہری کہ اگر نو سال کے اندر رومیوں نے ایران کو مغلوب نہ کیا تو حضرت ابوبکر ایک سو اونٹ ابی کو دیں ورنہ اُس سے ایک سو اونٹ لے لیں۔ چنانچہ

Marfat.com

احادیث میں مذکور ہے کہ جب بدر کا واقعہ ہوا تو رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے اور ابوبکر نے ابی کے وارثوں سے حسب قرار داد سو اونٹ لیئے اور آنحضرتؐ کے پاس لائے آپ نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ کر دو۔ غرض یہ پیشین گوئی کفار میں بہت شہرت پا چکی تھی اور اس کا پورا ہونا بھی ان پر اچھی طرح ظاہر ہو گیا تھا۔ اس پیشین گوئی کے اس طرح پورے ہونے پر بہت سے قریش مسلمان ہو گئے

اس واقعہ کے ساڑھے بارہ سو برس کے بعد تاریخ زوال سلطنت روما کا مشہور مصنف ایڈورڈ گبن اس حیرت ناک پیشین گوئی کی صداقت سے متحیر ہو کر لکھتا ہے۔

"مشرق کی ان دو عظیم الشان سلطنتوں کے ڈانڈے پر بیٹھ کر ان دونوں کی ایک دوسرے کو تباہ کرنے والی روز افزوں کوششوں کی ترقی کو دلی مسرت کے ساتھ بغور مطالعہ کر رہا تھا (آنحضرتؐ کی طرف اشارہ ہے) اور عین اس وقت جبکہ ایرانیوں کو مہیم کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں اس نے اس پیشین گوئی کی جرأت کی کہ چند سال میں فتح و ظفر رومی علم پر سایہ افگن ہوں گے۔ جس وقت یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کوئی پیشین گوئی اس سے زیادہ دور از قیاس نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ ہرقل کے بارہ سال یعنی سنہ ۶۰۲ء سے سنہ ۶۱۲ء تک کے حکومت نے اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ رومی شہنشاہی کا شیرازہ

Marfat.com

جلد بکھر جائے گا۔"

(نوٹ یعنی ہرقل نہایت کاہل آرام طلب اور عیش پرست بادشاہ تھا جس کو انتظام سلطنت کی طرف بالکل توجہ نہ تھی لہذا بظاہر سب آثار زوال سلطنت کے تھے۔ مؤلف) تاریخ زوال روم جلد سوم صفحہ ۳۰۲)

آنحضرتؐ نے اپنی الہامی زبان میں جن واقعات کی پیشین گوئی کی ہے اُن سب میں سب سے زیادہ شاندار سب سے زیادہ صاف وصریح اور سب سے زیادہ معرکۃ الآرا غلبہ روم کی پیشین گوئی تھی۔ یہ پیشین گوئی دنیا کا عظیم ترین معجزہ ہے۔ اپنی صفائی کے لحاظ سے آنحضرتؐ کا یہ معجزہ قیامت تک آپ کی رسالت کی تصدیق کرنے کے لیئے کافی ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ۔

Marfat.com

چھٹا باب

قرآن مجید کی تعلیم اور ہدایت

اس باب میں قرآن مجید کی معنوی خوبیوں اور باطنی کمالات کا ذکر ہوگا تاکہ معلوم ہو کہ اس کلام پاک نے بنی آدم کی روحانی اور خلاقی تعلیم و تربیت اور اصلاح و ترقی تمدن میں کیا کیا کرشمے دکھائے اور کیسے دایم الاثر نتیجے پیدا کیئے جو اس امر کے ثابت کرنے کو کافی ہیں کہ جس کلام کے وہ نتیجے ہیں وہ بے شک و شبہ کلام الہٰی ہے اور ممکن نہیں ہے کہ بغیر تائید وحی و الہام کے انسان ویسا کلام کر سکے جس کے نتیجے ایسے عظیم الشان اور دائم الاثر ہوں۔

جس زمانہ میں قرآن مجید نازل ہوا دنیا ایک عجیب روحانی سکتہ میں مبتلا تھی۔ توحید ذات و صفاتِ باریِ تعالےٰ اور خالص خدا پرستی کو تقریباً سب لوگ بھولے ہوئے تھے۔ اور طرح طرح کے فاسد عقیدے اور غلط رائیں اور باطل پرستیں اختیار کر رکھی تھیں۔ کوئی خدائے واحد کے مقابل دو وجود نور و ظلمت یا یزدان و اہرمن کو قایم کر کے نیکی اور بدی کے اختیارات اُن میں تقسیم کرتا تھا۔ کوئی چاند اور سورج وغیرہ ستاروں کے نور و ضیا کا فریفتہ تھا

Marfat.com

اور اُن کو نورِ خدا بلکہ خدا سمجھ کر اُن کے آگے سر جھکاتا تھا۔ کوئی آتش پرستی میں سرگرم تھا اور آگ کو معبودِ حقیقی سمجھ کر اُس سے لو لگائے ہوئے تھا کوئی پہاڑوں دریاؤں اور جھیلوں کی محبّت و عقیدت میں ڈوبا ہوا تھا۔ کوئی ان گھڑ پتھروں کو خدا سمجھ کر دنیا و آخرت کی توقع پر اُن کے سامنے ہیتا نی رگڑتا تھا۔ کوئی نیچر یعنی طبیعت ہی کو خالق اشیا سمجھتا تھا اور خالق نیچر سے بے خبر اور اُس کا منکر تھا۔ بعض قومیں جو خدا پرستی کا دم بھرتی تھیں اور اپنے کو خالص خدا کا بندہ بتلاتی تھیں اُن کی حالت سب سے خراب تھی۔ چنانچہ یہودی جہاں جہاں پہونچے غیر قوموں کے مذہبی خیالات اور اعتقادات سے متاثر ہونے سے نہ بچ سکے۔ ان میں سے جو عرب پہونچکر آباد ہوئے مشرکین مکہ کی بُت پرستی نے اُن پر ایسا اثر کیا کہ وہ اُنھیں کے رنگ میں رنگے گئے۔ یہ باور کرنے کے معقول وجوہ ہیں کہ کعبہ کی دیواروں پر جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ وغیرہ کی تصویریں بنی ہوئی تھیں اور جن کو فتح مکہ کے دن آنحضرتؐ کے حکم سے مٹایا گیا وہ سب یہودیوں کی بنائی ہوئی تھیں نیز خانہ کعبہ میں حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کی جو مورتیں موجود تھیں اُن کا وجود بھی یہودیوں کے مذہب سے وابستہ تھا۔ عیسائیوں کے عقاید میں بھی فرق آگیا تھا حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا بلکہ پورا خدا سمجھنے لگے۔ اور نہایت ذلیل بت پرستی نے خدائے واحد کی اُس سادہ پرستش کی جگہ چھین لی تھی جس کی حضرت عیسےٰ

Marfat.com

نے ہدایت کی تھی۔ خلاصہ یہ کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ بھی اپنے مذہب کی بڑی اصل یعنی اللہ تعالےٰ کے خالص پرستش کو بھول گئے تھے۔ اور سوء عقائد اور بدعتوں کے لحاظ سے اپنے بت پرست معاصرین کے مساوی تھے عرب کی حالت سب سے بدتر تھی۔ وہ گویا سب ملکوں کی بے دینی کا نمونہ اور مجموعہ تھا۔ اور نہایت ناشائستہ اور ذلیل فسق و فجور اور اخلاقی اور تمدنی پستی میں مبتلا تھا۔ مشرکین اور تمام اہل عرب ایک جاہل لٹیری اور خونخوار خانہ بدوش قوم تھی جس میں ذرا ذرا سی باتوں پر ہمیشہ خونریزیاں ہوا کرتی تھیں۔ مثلاً وہ لڑائی جو اشعار عرب میں حرب بسوس کے نام سے مشہور ہے چالیس برس تک جاری رہی اور اس میں اول سے آخر تک ستر ہزار آدمی مارے گئے۔ اس کی بنیاد صرف یہ تھی کہ قبیلہ بنی تغلب میں بسوس نام ایک عورت تھی اس کے ایک مہمان کی اونٹنی قبیلہ بنی بکر کے ایک شخص کی چراگاہ میں چلی گئی اور اس شخص نے اس اونٹنی کے تھن کاٹ ڈالے۔ اس بات پر بنی تغلب اور بنی بکر دونوں قبیلوں میں لڑائی ٹھن گئی اور چالیس برس تک اس کا سلسلہ جاری رہا۔ اسی طرح ایک دوسری لڑائی جو حرب داحس کے نام سے مشہور ہے وہ ۶۳ برس جاری رہی۔ اس کا سبب بھی صرف اتنی سی بات تھی کہ داحس نامی ایک گھوڑا گھڑ دوڑ میں آگے بڑھا چاہتا تھا کہ ایک شخص نے آگے بڑھ کے اس کو بدکا دیا۔ اس پر وہ رن پڑے

Marfat.com

کہ قبیلے کے قبیلے پامال ہوگئے۔ کینہ و قساوت کا یہ حال تھا کہ عورتیں اپنے زخمی اور مقتول دشمنوں کا کلیجہ نکال کر دانتوں سے چباتیں اور اُن کے ناک کان اور شرمگاہیں کاٹ کر ڈورے میں پرو کر کمال بے شرمی سے ہار اور پہنچیوں کی طرح گلے اور ہاتھوں میں پہنتی تھیں۔ چوری اور قزاقی میں یگانہ تھے۔ سب سے زیادہ وحشیانہ اور ہولناک رسم جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اُن میں یہ جاری تھی کہ معصوم بچوں کو ذبح کرکے بتوں پر بھینٹ چڑھایا کرتے تھے اور غریب بے زبان لڑکیوں کو خسر کہلانے کی شرم سے یا افلاس کے ڈر سے کبھی تو پیدا ہوتے ہی اُن کا گلا گھونٹ دیتے تھے۔ یا زمین میں زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اور کبھی پہاڑ سے لڑھکا کر اور کبھی پانی میں ڈبو کر مار ڈالتے تھے۔ اور کبھی ذبح بھی کر ڈالتے تھے۔ لونڈیوں اور غلاموں کے ساتھ نہایت بدسلوکی سے پیش آتے تھے اُن سے سخت سخت محنتیں کراتے تھے اور بُرے سے بُرا کھانا کھانے کو اور ناقص سے ناقص کپڑا پہننے کو دیتے تھے۔ غرض اُن کے نزدیک لونڈی اور غلاموں کی حقیقت بھیڑ بکری سے زیادہ نہ تھی۔

حرام کاری۔ بے حیائی اور بے غیرتی کی یہ نوبت تھی کہ کنواری اور بیاہی عورتیں بدکاری پر فخر کرتی تھیں اور جس طرح مرد کسی نامی اور مشہور خاندان کی عورت سے بدکاری کرکے فخر کے طور پر بیان کرتا تھا اسی طرح عورتیں کسی نامور

Marfat.com

اور مشہور خاندان کے مرد سے بدکاری کرکے فخریہ اُس کا اعلان کیا کرتی تھیں شاعر اپنے اشعار اور قصیدوں میں دولتمند اور امیروں کی لڑکیوں بہنوں اور بیویوں کے نام لے لے کر بیان کرتے اور ہر طرح کے عیبوں اور بُرائیوں کو اُن سے منسوب کرتے۔ لونڈیوں کو اس لیئے گانا بجانا سکھایا جاتا تھا کہ وہ بدکاری کے ذریعہ سے اپنے آقاؤں کے لیئے مال و دولت کمائیں۔

مرد بیوڑ کے بیوڑ بیویوں کے رکھتے تھے۔ جن میں بلا تکلف باپ کی منکوحہ عورتیں بھی بطور میراث کے شامل ہوتی تھیں۔ طلاق کی رسم کا بہت ہی بُرے طریقہ سے اُن میں رواج تھا۔ یعنی مرد طلاق کے بعد بھی عورت کا پیچھا نہ چھوڑتے تھے۔ طلاق کے بعد عورت تو ایک میعاد معینہ تک نکاح ثانی کی مجاز نہ تھی مگر مرد اس کو پھر اپنی زوجیت میں لے لیتا تھا۔ اور پھر طلاق دے دیتا تھا۔ اور اس بار بار کی طلاق اور رجعت سے کبھی تو یہ غرض ہوتی تھی کہ عورت کسی دوسرے مرد سے ازدواج نہ کرے جو شوہر سابق کی ذلت کا باعث ہو اور کبھی یہ کہ بیچاری تنگ اور مجبور ہو کر اپنے حق مہر سے دست بردار ہو جائے۔ غرض عورتوں کو کسی قسم کی آزادی اور حقوق حاصل نہ تھے۔ اور وہ فی الواقع نہایت ذلیل اور پست حالت میں تھیں۔

یتیم لڑکوں اور لڑکیوں کی حالت بھی نہایت قابل رحم تھی۔ اُن کے ولی اُن کا مال کھا جاتے تھے۔ یا اچھے کی جگہ بُرا بدل دیتے تھے اور اُن کے بالغ

Marfat.com

ہونے سے پہلے ہی بے جا طور پر خرچ کر ڈالتے یتیم لڑکیوں کا یہ حال تھا کہ اگر خوبصورت ہوتیں تو بلوغ سے پہلے ہی اُن کے ساتھ خود نکاح کر لیتے! اور اس حیلہ سے اُن کے مال پر بھی قابض اور متصرف ہو جاتے تھے۔ اور اگر بدصورت ہوتیں تو اُن کو شادی کرنے سے اس غرض سے روک دیتے تھے کہ وہ کنواری ہی چل بسیں اور اُن کا مال اُن کو وراثت میں مل جائے۔ حق ہمسائیگی کوئی چیز ہی نہ تھا جس کا پاس و لحاظ کرتے۔ بجز شراب خواری قمار بازی اور بُت پرستی کے اور کچھ کام نہ تھا۔ گھر گھر بت پُجتے تھے قبیلہ قبیلہ کا خدا جدا تھا قوم کی قوم جاہل تھی۔ اور دُنیا کی قوموں سے ایسے بے تعلق اور کونے میں پڑی ہوئی تھی کہ تعلیم و تربیت کی پرچھائیں تک اُس پر نہ پڑی تھی۔ اور ایک غیر معلوم زمانہ سے جہالت و ضلالت میں ایسی سرشار اور ڈوبی ہوئی تھی کہ مبدا و معاد کی کچھ خبر ہی نہ تھی یہ لوگ انسان کی ہستی کا مال صرف یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جینا مرنا جو کچھ ہے اسی دُنیا میں ہے اس کے بعد کچھ نہیں جب وقت پورا ہو جاتا ہے مر جاتے ہیں مارنے جلانے والا کوئی نہیں۔

شمس العلما مولانا حالی مرحوم نے اہل عرب کے ان حالات کا صحیح نقشہ اپنے مشہور مسدس میں اس طرح کھینچا ہے۔

وہ دُنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا — خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل میں مشیت نے تھا جس کو تاکا — کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہدیٰ کا

Marfat.com

وہ تیرتھ تھا اک بُت پرستوں کا گویا
جہاں تین سو ساٹھ بت پُج رہا تھا
قبیلہ قبیلہ کا اک بُت جُدا تھا کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عُزّےٰ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا
نہاں ابر ظلمت میں تھا مہرِ انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر
چلن اُن کے جتنے تھے سب وحشیانہ ہر اک لُوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا اُن کا زمانہ نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے
نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے
بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارا
تو اُس سے بھڑک اُٹھتا تھا ملک سارا
وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی صدی جس میں آدھی اُنھوں نے گنوائی
قبیلوں کی کر دی تھی جس نے صفائی تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی
نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ

Marfat.com

کرشمہ اک اُن کی جہالت کا تھا وہ

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا   کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لبِ جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا   کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا

یونہیں روز ہوتی تھی تکرار اُن میں
یونہیں چلتی رہتی تھی تلوار اُن میں

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر   تو خوفِ شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور   کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اُس کو جا کر

وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

جو اُن کی دن رات کی دل لگی تھی   شراب اُن کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا غفلت تھی دیوانگی تھی   غرض ہر طرح اُن کی حالت بری تھی

بہت اس طرح اُن کو گزری تھی صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

اس انتہائی جہالت اور ضلالت کا اقتضا تھا کہ پردۂ غیب سے ایک ہاتھ ربانی قوت وقدرت کے ساتھ پیدا ہو جو ان بدحالیوں اور گمراہیوں پر جنہوں نے ایمان واخلاق کی گردن پر چھری پھیر رکھی تھی جھاڑو پھیر دے۔ چنانچہ اپنے درماندہ بندوں کو جہل اور گمراہی کے تیرہ وتار بیابان میں آوارۂ

Marfat.com

سرگرداں دیکھ کر رحمت حق جوش میں آئی اور خدا کے فرشتے نے اُس پاک رسول کو جو رات کے سناٹے میں یکہ و تنہا کوہ حرا کی چوٹی پر اس بیچون و بیچگون ذات کے تصوّر میں محو تھے نہایت محبّت آمیز خطاب کے ساتھ پکارا

"یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ فَذٰلِكَ یَوْمَئِذٍ یَّسِیْرٌ عَلَی الْكَافِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ"

یعنی "اے چادر میں لپٹ کر لیٹنے والے اُٹھو اور اپنی گمراہ قوم کو (عذاب خدا سے) ڈراؤ۔ اور اپنے پروردگار کی عظمت اور بزرگی ظاہر کرو اور پاکی اور پاکدامنی اختیار کرو۔ اور شرک و بت پرستی کی نجاست اور ناپاکی سے (جس میں تمہاری قوم لتھڑ رہی تھی) اپنے آپ کو بچاؤ اور (تبلیغ و رسالت کو) بڑا کارنمایاں سمجھ کر لوگوں پر احسان نہ رکھو۔ اور (تبلیغ و رسالت میں) جو مشکلات پیش آئیں (اُن پر) اپنے پروردگار (کی رضاجوئی) کے لیئے صبر کرو۔ اور پھر جبکہ صور پھونکا جائیگا تو وہ دن کافروں کے حق میں ایسا مشکل دن ہوگا کہ اُس میں مطلق آسانی نہ ہوگی"۔

Marfat.com

اس ندائے غیبی کے سنتے ہی آپ پہاڑ سے اتر کر اپنی قوم کے پاس آئے اور اُن کو جہالت اور ضلالت کی گہری نیند سے جگانا شروع کر دیا۔ اور اپنے منصب عالی کے عظیم تریں اور مشکل ترین کام کو ایسے کامل اور اکمل طور پر انجام دیا جس کی کوئی نظیر اور مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ اور اس نے اپنے پر تاثیر معجزانہ وعظ سے ایک قابلِ حیرت قلیل عرصہ میں ملک کے ملک کو خداشناس اور خدا پرست بنا دیا۔

وہ فخرِ عرب زیبِ محراب و منبر — تمام اہل مکہ کو ہمراہ لیکر
گیا ایک دن حسب فرمانِ داور — سوئے دشت اور چڑھ کے کوہ صفا پر
یہ فرمایا سب سے کہ اے آلِ غالب
سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب
کہا سب نے قول آج تک کوئی تیرا — کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
کہا گر سمجھتے ہو تم مجھکو ایسا — تو باور کرو گے اگر میں کہونگا
کہ فوجِ گراں پشتِ کوہِ صفا پر
پڑی ہے کہ لوٹے تمھیں گھات پاکر
کہا تیری ہر بات کا یاں یقیں ہے — کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امیں ہے
کہا گر مری بات یہ دل نشیں ہے — تو سن لو خلاف اس میں ہلا نہیں ہے
کہ سب قافلہ یہاں سے ہے جانے والا

Marfat.com

ڈرو اُس سے جو وقت ہے آنے والا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگادی اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغامِ حق سے
کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نامِ حق سے

غرض صرف ۲۳ برس کے محدود عرصہ میں وہی عرب جو باطل پرستی، بدکاری بداخلاقی اور طرح طرح کی بُرائیوں کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں صدیوں سے آوارہ و سرگرداں تھا خالص ایمان باللہ اور مکارم اخلاق کی چکاچوند روشنی سے منور ہو گیا۔ شرک و مخلوق پرستی کی نجاست سے دل پاک و صاف ہو گئے۔ زہد و تقویٰ پاکی اور پاکدامنی ہر شخص کا شعار ہو گئی۔ خدا کے گھر سے بت نکالے گئے اور چاروں طرف خالص توحید کا ڈنکا بجنے لگا۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کی تعلیم نے وہ اثر دکھلایا کہ عرب کے بت پرست جاہل اور بداخلاق لوگ دُنیا میں سب سے زیادہ عالم سب سے زیادہ خداپرست سب سے زیادہ متمدن سب سے زیادہ تہذیب یافتہ اور سب سے زیادہ طاقتور بن گئے اور اس تعلیم نے بہت جلد اُن میں ایسا کامل ایمان۔ ایسے راسخ عقیدے۔ ایسے پاکیزہ اخلاق اور ایسی غیر معمولی اولوالعزمی پیدا کر دی کہ ایک طرف تو وہ خدائے واحد کے سچے پرستار بن گئے اور دوسری طرف

Marfat.com

چند سال کے عرصہ میں دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں نے متفقہ طور سے اُن کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا۔

جنگ قادسیہ کے موقعہ پر جو ۱۴ھ میں ہوئی تھی ایک ایرانی جرنیل نے کہا تھا کہ "ہم لوگ ان لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے یہ رات کو فرشتے ہوتے ہیں اور دن کو شیر"

غور کرنے کا مقام ہے کہ وہ کلام پاک جس کی معجزانہ اور حیرت انگیز ہدایت نے مردہ عرب کو اس طرح زندۂ جاوید کر دیا اور وحشیوں کو مہذب جاہلوں کو عالم۔ اور غافلوں کو عارف باللہ بنا دیا۔ اگر وحی و الہام نہ تھا تو اور کیا تھا؟ اور کیا یہ ممکن تھا کہ بغیر تعلیم الٰہی اور ہدایت ربانی کے کوئی انسان خصوصاً ایک ایسا شخص جو اُمی محض ہو ایسا معجزانہ کلام کر سکے۔

ریورینڈ مسٹر باسورتھ ایم۔اے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اپنی مشہور کتاب "محمدن اینڈ محمد نزم" میں مسلمانوں کی ہجرت حبش کے تذکرہ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ اس ہجرت کا ایک اچھا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیں حضرت محمدؐ کی ابتدائی تعلیم کا ایک اعلیٰ درجہ کا خلاصہ ہاتھ آگیا جو اب تک ہمارے پاس موجود ہے یعنی جب نجاشی شاہ حبش نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلا کر اُن کے نئے مذہب کی بابت استفسار کیا تو حضرت جعفرؓ نے مسلمانوں کا نمائندہ بن کر نجاشی کے دربار میں ایک تقریر کی اور اس میں مختصر طور پر اسلامی تعلیم کی نوعیت بادشاہ کو

Marfat.com

سمجھائی ہی مسٹر باسورتھ اسمتھ نے اپنی کتاب میں حضرت جعفرؓ کی تقریر کا ترجمہ انگریزی میں درج کیا ہی اور تاریخ ابن ہشام میں حضرت جعفرؓ کے اصل الفاظ نقل کیے گئے ہیں۔ ذیل میں ان دونوں کو پیش نظر رکھ کر اُس تقریر کا اُردو ترجمہ تحریر کیا جاتا ہی:-

اے بادشاہ ہم ایک جاہل اور گمراہ قوم تھے۔ بُت پوجتے تھے۔ مُردار گوشت کھایا کرتے تھے۔ بدگوئیاں اور بدکاریاں کیا کرتے تھے ہم بنی نوع انسان کے جذبات اور حسیات کی مطلق پرواہ نہ کرتے تھے۔ مہمان نوازی کے فرایض سے غافل تھے۔ ہمسایوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے تھے۔ زبردست کمزور کا مال کھا جاتا تھا۔ ایک مُدّت سے ہماری یہی حالت چلی آتی تھی یہاں تک کہ خدا نے ہمارے ہی میں سے ایک پیغمبر ہمارے پاس بھیجا۔ جس کی شرافتِ نسب۔ راستبازی۔ ایمانداری اور پاک دامنی سے ہم خوب واقف تھے اس نے ہم کو خدا کی وحدانیت کی طرف بُلایا تاکہ ہم صرف اُسی ایک خدا کو خدا جانیں اور اُسی کی عبادت کریں۔ اور ان بتوں اور پتھروں کی پرستش چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے اور حکم دیا کہ ہم صرف خدا ہی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو ذات۔ صفات۔ اور استحقاق عبادت میں اُس کے ساتھ شریک نہ کریں

Marfat.com

اور ہم کو پانچوں وقت نماز پڑھنے اور سال بھر کے بعد بقیہ مال کا چالیسواں حصّہ صدقہ دینے۔ اور ماہ رمضان میں سوائے بیماری اور سفر کے روزہ رکھنے کا حکم دیا (پھر ایک ایک کرکے تمام احکام اسلام اُس کے سامنے بیان کیئے اور کہا کہ) اُس پیغمبر نے ہم کو سچ بولنے اور امانت کو اُس کے مالک کے پاس پہونچا دینے۔ عاجزوں پر رحم کرنے۔ اور قرابت داروں سے رعایت و مروّت کرنے اور ہمسایوں کے ساتھ نیکی سے پیش آنے اور بُرے اور حرام کاموں اور خون خرابوں سے بچنے کا حکم دیا۔ اور بدکاریوں اور جھوٹی گواہی دینے اور بن ماں باپ کے بچّوں کے مال کھا لینے اور پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا پس ہم نے اُس کو سچا جانا اور جو احکام خدا کی طرف سے اُس نے پہونچائے اُن کی پیروی اختیار کی۔ لہذا ہم صرف ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور کسی چیز کو کسی بات میں بھی اُس کے ساتھ شریک نہیں کرتے۔ اور جو چیز خدا نے ہم پر حرام کردی ہے اُس کو حرام اور جو حلال کردی ہے اُس کو حلال جانتے ہیں پس اس بات پر ہماری قوم ہماری دُشمن ہوگئی۔ اور طرح طرح سے ہم کو دُکھ دیا۔ اور ہم کو ہمارے دین سے پھرانا چاہا کہ خدا کو چھوڑ کر پھر پتھر اور لکڑی کے بُت پوجنے لگیں۔ اور جن بُری باتوں اور چیزوں کو ہم

Marfat.com

چھوڑ چکے ہیں اور نا جائز سمجھتے ہیں اُن کو جائز سمجھیں۔"

اسلام سے پیشتر مکہ کے جو تیرہ و تار حالت تھی اور پھر اسلام نے جو روحانی اور اخلاقی روشنی اُس میں پھیلائی یہ تقریر اُس کا مختصر مگر صحیح فوٹو ہے۔

قرآن مجید قوانین کا ایک مجموعہ ہے جس میں بنی آدم کی روحانی۔ اخلاقی اور معاشرتی ہدایت اور رہنمائی کے علاوہ تمدّن۔ سیاست اور جہانبانی کے اصول و قواعد بھی منضبط کیئے گئے ہیں۔ دُنیا کے بڑے بڑے نامور مقنّن جو بڑی بڑی سلطنتوں اور حکومتوں کے رُکن اعظم ہوتے ہیں۔ اہل ملک کے سود و بہبود کے لیئے مہینوں بلکہ برسوں کے غور و فکر اور بحث و مباحثہ کے بعد جو قانون مرتب کرتے ہیں اُن کے نافذ ہوتے ہی اُن کے نقایص نمایاں ہونے لگتے ہیں اور ترمیمات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ چند سال کے بعد اُس قانون کی ہیئت بہت کچھ بدل جاتی ہے۔ مگر کلام الٰہی میں جو قانون اور قاعدے مقرر کر دیئے گئے ہیں ساڑھے تیرہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی اُن میں کسی ترمیم کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ بلکہ حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ طلاق اور تعدد ازدواج وغیرہ جیسے اسلام کے معاشرتی قوانین جو کچھ عرصہ پیشتر مغرب کے شایستہ اور مہذّب ممالک میں ہدف طعن و تشنیع بنے ہوئے تھے آج اُنھیں ممالک میں وہی اصول قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے

Marfat.com

جارہے ہیں۔ اور انھیں اُصولوں کے اتباع کی طرف میلان خاطر پایا جاتا ہے۔ غرض قرآن مجید نے جس طرح انسان کی باطنی یعنی روحانی اور اخلاقی حالت کی اصلاح اور اُس کے ترقی دینے میں حصّہ لیا ہے اُسی طرح اُس کے ظاہری اور سوشیل حالت کی ترقی اور اصلاح کو بھی نظرانداز نہیں کیا۔ اور اُس کے مواعظ واحکام سے جیسے کہ فرداً فرداً لوگوں کی باطنی اور ظاہری حالت کی اصلاح اور ترقی ہوئی ویسی ہی اُن کی مجموعی اور تمدنی حالت کو عظمت اور شوکت عزت اور عروج حاصل ہوا۔ اگرچہ اُس کا اصلی اور مقصود بالذات کام انسان کی روحانی اور اخلاقی حالت کی اصلاح کرنا اور اُس کو ترقی دے کر اُس اعلےٰ درجہ پر پہونچا دینا تھا جس کے لیئے وہ مخلوق ہوا ہے۔ یعنی تقریب ذات الٰہی۔ اور حیات آخرت۔ اور علم غیر محسوس کی غیر محدود سعادت و مسرت کا حاصل کرنا مگر یہ اُس کے کمال خوبی اور عمدگی کی دلیل ہے کہ اُس نے روحانی اور اخلاقی نیکیوں کی تعلیم کے ساتھ تمدن اور حسن معاشرت کی نیکیوں کی بھی بدرجہ اتم تعلیم کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کی روحانی ترقی اور عروج کے ساتھ اُن کی ظاہری اور تمدنی حالت کی بھی اصلاح اور ترقی ہوتی گئی۔

اس رسالہ میں قرآن مجید کی تعلیم پر تفصیلی بحث کی گنجایش نہیں ہے صرف اُس کی ہدایت کے نتائج کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔ چنانچہ اس مقصد کو پیش نظر

Marfat.com

رکھ کر چند غیر مذہب کے علما اور فضلا اور محققین کی رائیں ذیل میں درج کرنا مفید تر معلوم ہوتا ہے. یہ رائیں اُن معروف تاریخی حالات اور واقعات پر مبنی ہیں جن کا ان میں ذکر ہے۔ اور جن سے کوئی انکار نہیں کر سکتا. وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ۔

(۱) آنریبل سر ولیم میور جو ایک بلند پایہ عیسائی محقق ہیں اور جب تک کہ علانیہ اور روشن وجہ نہ ہو اسلام کے حق میں گواہی نہیں دے سکتے. اپنی کتاب "لائف آف محمد" میں لکھتے ہیں (صفحہ ۲۶۹ - ۲۷۱ - مطبوعہ ۱۸۶۱ء)

> اگرچہ محمدؐ کے اوامر واحکام اس وقت تک تھوڑے سے اور سادہ طور کے تھے مگر انھوں نے ایک تعجب انگیز اور عظیم الشان کام کیا. جبکہ دین مسیحی نے دنیا کو خواب غفلت سے بیدار کیا تھا اور شرک و بت پرستی سے جہادِ عظیم کیا تھا اُس وقت سے حیات روحانی کبھی ایسی برانگیختہ نہ ہوئی تھی اور نہ ایسا غلو کسی مذہب میں ہوا تھا جیسا کہ دین اسلام میں ہوا۔ اس دین کے خوش اعتقاد پیروؤں نے کیسے کیسے نقصانات صرف اپنے ایمان کی خاطر اُٹھائے. ہجرت سے تیرہ برس پہلے تو مکہ ذلیل حالت میں بے جان پڑا تھا. مگر ان تیرہ برسوں نے کیا ہی اثر عظیم پیدا کیا. کہ سیکڑوں آدمیوں کی جماعت نے بُت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کی..... ہجرت کے بعد مدینہ

Marfat.com

میں بھی اُسی جادو بھری تاثیر نے دو یا تین برس کے عرصہ میں اُن لوگوں کے واسطے ایک ایسی برادری تیار کر دی جو نبی اور مسلمانوں کی حمایت میں جان دینے کو مستعد ہو گئی۔"

سر ولیم میور اپنی اُسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

"ہم بے تامل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اُس نے (یعنی مذہب اسلام نے) ہمیشہ کے واسطے اکثر توہمات باطلہ کو جن کی تاریکی ... تو نے عرب کے ملک پر چھا رہی تھی کالعدم کر دیا۔ اسلام کی صدائے جنگ[1] کے روبرو بُت پرستی موقوف ہو گئی۔ اور خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور ایک ہر جگہ احاطہ کرنے والی قدرت کا مسئلہ حضرت محمدؐ کے معتقدوں کے دلوں میں اور جانوں میں ایسا ہی زندہ اصول ہو گیا ہے جیسا کہ خاص حضرت محمدؐ کے دل میں تھا۔ مذہب اسلام میں سب سے پہلی بات جو خاص اسلام کے معنے ہیں یہ ہے کہ خدا کی مرضی پر توکل مطلق کرنا چاہیئے۔ بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں

[1] صدائے جنگ نے بت پرستی کو معدوم نہیں کیا بلکہ قرآن مجید کے نہایت فصیح اور پر تاثیر فقروں سے لوگوں کے دلوں پر جو اثر ہوتا تھا اُس نے نہ صرف عرب سے بت پرستی کو نیست و نابود کر دیا بلکہ تمام مذہبوں میں جو اُس وقت دُنیا میں رائج تھے اور جہاں تک اسلام کے واعظوں کی آواز پہونچتی تھی یہ خیال پیدا کر دیا کہ بُت پرستی نہایت کمینہ خصلت اور ایک سخت گناہ ہے۔ ۱۲

Marfat.com

کچھ کم خوبیاں نہیں ہیں چنانچہ مذہب اسلام میں یہ ہدایت ہی کہ سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ محبت رکھیں یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیئے۔ غلاموں کے ساتھ انتہائی شفقت برتنی چاہیئے۔ نشہ کی چیزوں کی ممانعت ہی۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کرسکتا ہی کہ اُس میں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہی جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا۔"

(نوٹ مولف۔ سرسید احمد خاں صاحب مرحوم نے اس عبارت کے سلسلہ میں اپنی کتاب کے حاشیہ پر لکھا ہی کہ "اس میں اتنا اضافہ اور کرنا چاہیئے تھا کہ مذہب اسلام نے قمار بازی کو منع کرنے اور ناشائستہ کلمات منہ سے نکالنے کی ممانعت سے والدین کے ساتھ محبت اور تعظیم سے پیش آنے کی تاکید سے اور ایک مناسب انداز سے خیرات دینے کی ترغیب سے۔ لوگوں کو اُن کی حاجت کے وقت قرض حسنہ دینے اور وعدہ وفا کرنے کی تاکید سے جانوروں کے ساتھ رحم اور مہربانی کا برتاؤ کرنے کے حکم سے انسانوں کے اخلاق اور اُن کے حسن معاشرت میں بہت کچھ ترقی دی ہی۔")

Marfat.com

۷۔ زوال سلطنت رومۃ الکبریٰ کا مشہور فاضل مورّخ ایڈورڈ گبن لکھتا ہے کہ:۔ (جلد پنجم پچاسواں باب صفحہ ۴۶۹۔۴۷۰)

محمدؐ کا مذہب شکوک اور شبہات سے پاک وصاف ہے۔ قرآن خدا کی وحدانیت پر ایک عمدہ شہادت ہے مکہ کے پیغمبر نے بتوں کی پرستش کی۔ ثوابت اور سیاروں کی پرستش کو اس معقول دلیل سے رد کیا کہ جو شے طلوع ہوتی ہے غروب ہو جاتی ہے۔ اور جو حادث ہے وہ فانی ہوتی ہے۔ اور جو شے قابل زوال ہے وہ معدوم ہو جاتی ہے اُس نے اپنی معقول سرگرمی سے کائنات کے بانی کو ایک ایسا وجود تسلیم کیا جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ نہ وہ کسی شکل میں محدود کسی مکان میں۔ نہ اُس کا کوئی ثانی وجود ہے جس سے اُس کو تشبیہ دے سکیں۔ وہ ہمارے نہایت خفیہ رازوں پر بھی آگاہ رہتا ہے۔ بغیر کسی اسباب کے موجود ہے۔ اخلاق اور عقل کا کمال جو اُس کو حاصل ہے وہ اُس کو اپنی ذات سے حاصل ہے۔ ان بڑی بڑی حقائق کو پیغمبر نے مشہور کیا۔ اور اُس کے پیروؤں نے اُس کو نہایت مستحکم طور سے قبول کیا۔ اور قرآن کے مفسروں نے معقولات کے ذریعہ سے ان کی تشریح و تصریح کی ہے۔ ایک حکیم جو خدا کے وجود اور اُس کی صفات پر اعتقاد رکھتا ہو مسلمانوں کے

Marfat.com

مذکورہ بالا عقیدہ کی نسبت یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ایسا عقیدہ ہے جو ہمارے موجودہ ادراک اور قوائے عقلی سے بڑھ کر ہے اس لیئے کہ جب ہم نے اس نامعلوم چیز (خدا) کو زمان و مکان اور حرکت اور مادہ۔ اور حس و تفکر کے اوصاف سے مبرّا کر دیا تو پھر ہمارے خیال کرنے اور سمجھنے کے لیئے کیا چیز باقی رہ گئی وہ اصل (یعنی توحید ذات و صفات باری تعالےٰ) جس کی بنا عقل اور وحی پر ہے محمدؐ کی شہادت سے استحکام کو پہونچے۔ چنانچہ اُس کے معتقد ہندوستان سے لیکر مراکو تک موحد کے لقب سے ممتاز ہیں۔ اور تصویروں کے ممنوع کر دینے سے بُت پرستی کا خطرہ مٹا دیا گیا"

یہی فاضل مورّخ دوسری جگہ جہاں یہ بحث کرتا ہے کہ حضرت محمدؐ اپنے ملک کے حق میں کیسے تھے لکھتا ہے کہ

حضرت محمدؐ کی سیرت میں سب سے آخر بات جو غور کرنے کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ اُن کا عروج لوگوں کی بھلائی اور بہبود کے لحاظ سے مفید ہوا یا مضر۔ جو لوگ آنحضرتؐ کے سخت دشمن ہیں وہ بھی اور نہایت متعصب یہودی اور عیسائی بھی اُن کو پیغمبر برحق نہ ماننے کے باوجود اس بات کو ضرور تسلیم کریں گے کہ آنحضرتؐ نے دعوئ رسالت ایک نہایت مفید مسئلہ کی تلقین کے لیئے اختیار کیا۔ گو وہ یہ کہیں کہ صرف ایک

Marfat.com

ہمارے ہی مذہب کا مسئلہ اُس سے اچھا ہی (گویا وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ سوائے ہمارے مذہب کے اور تمام دنیا کے مذہبوں سے مذہب اسلام اچھا ہی) آنحضرت یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب سماویہ قدیمہ کی سچائی اور پاکیزگی اور اُن کے بانیوں یعنی اگلے پیغمبروں کی نیکیوں اور معجزوں اور ایمانداری کو مذہب اسلام کی بنیاد خیال کرتے تھے۔ عرب کے بُت خدا کے تخت کے روبرو توڑ دیئے گئے۔ اور انسانوں کے خون کے کفارہ کو نماز روزہ اور خیرات سے بدل دیا۔ جو ایک پسندیدہ اور سیدھے سادے طریقہ کی عبادت ہی یعنی انسان کی جو قربانی بتوں پر ہوتی تھی اُس کو معدوم کیا اور اُس کے عیوض نماز روزہ اور خیرات کو کفارہ قرار دیا۔ اُن کے عقبےٰ کی جزاء وسزا ایسی تمثیلوں میں بیان کی جو ایک جاہل اور ہوا پرست قوم کی طبیعت کے لیئے نہایت موزوں تھیں۔۔۔۔۔۔۔ آنحضرت نے مسلمانوں میں نیکی اور محبت کی ایک روح ڈالدی آپس میں بھلائی کرنے کی ہدایت کی اور اپنے احکام اور نصیحتوں سے انتقام کی خواہش اور بیوہ عورتوں اور یتیموں پر ظلم وستم ہونے کو روک دیا۔ قومیں جو کہ باہم مخالف تھیں اعتقاد اور فرماں برداری میں متفق ہوگئیں جو بہادری خانگی جھگڑوں میں بے ہودہ طور سے

Marfat.com

صرف ہوتی تھی نہایت مستعدی سے ایک غیر ملک کے دشمن کے
مقابلہ پر مامور ہوگئی۔"

یہی مورّخ اسلام کے متعلق دوسری جگہ لکھتا ہے:-

"اسلام نے کسی مذہب کے مسائل میں دست اندازی نہیں کی کسی کو ایذا نہیں پہونچائی۔ کوئی مذہبی عدالت خلاف مذہب والوں کو سزا دینے کے لیئے قایم نہیں کی۔ اور اسلام نے کبھی لوگوں کے مذہب کو بہ جبر تبدیل کرنے کا قصد نہیں کیا۔ ہاں اس نے اپنے ملک کا جاری ہونا چاہا مگر اُن کو جبراً جاری نہیں کیا۔ اسلام قبول کرنے سے لوگوں کو فتحمندوں کے برابر حقوق حاصل ہو جاتے تھے اور مفتوحہ سلطنتیں اُن شرائط و قیود سے بھی آزاد ہو جاتی تھیں جو ہر ایک فتحمند ابتدائے دنیا سے حضرت محمدؐ کے زمانہ تک ہمیشہ عاید کیا کرتا تھا۔"

مسٹر ایڈورڈ گبن ایک اور جگہ لکھتے ہیں:-

"اسلام کی تاریخ میں ایک ایسی خصوصیت پائی جاتی ہے جو دوسرے مذہب کو غیر آزاد رکھنے کے بالکل برخلاف ہے۔ اسلام کی تاریخ کے ہر ایک صفحہ میں اور ہر ایک ملک میں جہاں اُس کو وسعت ہوئی

Marfat.com

دوسرے مذہب سے مزاحمت نہ کرنا پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ فلسطین میں ایک عیسائی شاعر "لامارٹین" نے ان واقعات کے جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں بارہ سو برس کے بعد علانیہ یہ کہا تھا کہ "صرف مسلمان ہی تمام روئے زمین پر ایک ایسی قوم ہیں جو دوسرے مذہب کو آزادی سے رکھتی ہیں۔"

۲۔ مسٹر جان ڈیون پورٹ جن کا ذکر آنحضرت صلعم کے حالات کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔ اپنی کتاب "اپالوفار محمد اینڈ دی قرآن" میں لکھتے ہیں کہ

"ایسا خیال کرنا جیسا کہ بعضوں نے کیا ہے بہت بڑی غلطی ہے کہ قرآن میں جس عقیدہ کی تلقین کی گئی ہے اس کی اشاعت بزور شمشیر ہوئی تھی۔ کیونکہ جن لوگوں کی طبیعتیں تعصب سے مبرا ہیں وہ سب اس بات کو تسلیم کریں گی کہ حضرت محمدؐ کا دین (جس کے ذریعہ سے انسانوں کے خون یعنی قربانی کے بدلے نماز روزہ اور خیرات جاری ہوئی۔ اور جس نے عداوت اور دائمی جھگڑوں کی جگہ فیاضی اور حسن معاشرت کی ایک روح لوگوں میں پھونک دی اور جس کا اسی وجہ سے بہت بڑا اثر شائستگی پر ہوا ہوگا) مشرقی دنیا کے لیے ایک حقیقی برکت تھا اور اس وجہ سے خاص کر اس کو ان خونریز تدابیر کی حاجت نہ پڑی

Marfat.com

ہو گی جن کا استعمال بلا استثنا اور بلا امتیاز حضرت موسیٰ نے بت پرستی کے نیست و نابود کرنے کو کیا تھا۔ پس ایسے اعلیٰ وسیلہ کے ساتھ جس کو قدرت نے بنی نوع انسان کے خیالات اور مسائل پر مُدت دراز تک اثر ڈالنے کو پیدا کیا ہے گستاخانہ پیش آنا اور جاہلانہ مذمت کرنا کیسی لغو اور بے ہودہ بات ہے۔ جب ان معاملات پر خواہ اس مذہب کے بانی کے لحاظ سے خواہ اس مذہب کے عجیب و غریب عروج اور ترقی کے لحاظ سے نظر کی جاوے تو بجز اس کے اور کچھ چارہ نہیں کہ اس پر نہایت دل سے توجہ کی جائے۔ اس امر میں کچھ بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ جن لوگوں نے مذہب اسلام اور مذہب عیسوی کی خوبیوں کو بمقابلہ ایک دوسرے کے تحقیق کیا ہے اور اُن پر غور کیا ہے اُن میں سے بہت ہی کم ایسے بھی ہیں جو اس تحقیقات میں اکثر اوقات تردّد اور اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ مذہب اسلام کے احکام بہت ہی عمدہ اور مفید مقاصد ہیں بلکہ اس بات کا اعتقاد کرنے پر بھی مجبور ہوئے ہیں کہ آخر کار انسان کو مذہب اسلام سے فائدہ کثیر ہو گا!!

مسٹر جان ڈیون پورٹ نے اپنی اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے

"ہر ایک طرح کی شہادت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن شخصوں نے

Marfat.com

فلسفہ اور علوم و فنون کو سب سے پہلے زندہ کیا جو قدیمی اور زمانہ حال کے علم ادب کے درمیان بطور ایک سلسلے کے بیان کیئے گئے ہیں۔ بلاشبہ وہ ایشیا کے مسلمان اور اندلس کے مُورتھے جو خلفائے عباسیہ اور بنی امیہ کے عہد میں وہاں رہتے تھے۔ علم جو ابتداءً ایشیا سے یورپ میں آیا تھا اُس کا وہاں دوبارہ رواج مذہب اسلام کی دانشمندی سے ہوا۔ یہ بات معروف و مشہور ہے کہ اہل عرب میں چھ سو برس کے قریب سے علوم و فنون جاری تھے۔ اور یورپ میں جہالت و وحشیانہ پن پھیلا ہوا تھا اور علم ادب تقریباً نیست و نابود ہوگیا تھا۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی تسلیم کرنی چاہیئے کہ تمام علوم طبیعات۔ ہیئت۔ فلسفہ۔ ریاضی جو دسویں صدی میں یورپ میں جاری تھے۔ ابتداءً عرب کے علما سے حاصل ہوئے تھے اور خصوصاً اندلس کے مسلمان فلسفہ کے موجد خیال کیئے جاتے ہیں"

مسٹر جان ڈیون پورٹ یہ بھی لکھتے ہیں کہ

یورپ مذہب اسلام کا اور بھی زیادہ ممنون ہے کیونکہ اگر اُن جھگڑوں سے جو سلطان صلاح الدین کے وقت میں بیت المقدس کی لڑائیوں میں ہوئے جن کو فریقین جہاد کہتے تھے قطع نظر کی جاوے تو بالتخصیص

Marfat.com

مسلمانوں کے سبب سے فیوڈل[1] انتظام کی سختیاں اور امیروں کی خودمختاری یورپ سے موقوف ہوگئی جن کے اثرات پر ہمارے ملک یورپ کی آزادیوں کی نہایت بڑی اور عالی شان عمارت کی بنیاد قایم ہوئی۔ اہل یورپ کو یہ بات بھی یاد دلانا چاہیئے کہ وہ حضرت محمدؐ کے پیروؤں کے (جو قدیم اور زمانہ حال کے علم ادب کے درمیان بطور سلسلہ کے ذریعہ ہیں) اس لحاظ سے بھی ممنون ہیں کہ مغربی تاریکی کی مدت دراز میں یونانی حکما کی بہت سی کتابیں فنون اور علوم ریاضی اور طب وغیرہ کے نہایت بڑے بڑے شعبوں کی انھیں کی کوششوں سے اشاعت پذیر ہوئیں۔"

یہی فاضل محقق آگے چل کر لکھتے ہیں:-

کہ "منجملہ بہت سی اعلیٰ درجہ کی خوبیوں کے جو قرآن کے لیئے واجب طور پر باعث فخر و ناز ہو سکتی ہیں دو خوبیاں نہایت بین ہیں یعنی اوّل تو اُس کا وہ موثر بانہ اور ہیبت و رعب سے بھرا ہوا

[1] فیوڈل انتظام سے وہ انتظام متصور ہے جس کی رو سے امرا اور وزرا کو اس شرط پر زمینیں اور جاگیریں دی جاتی تھیں کہ وہ جنگ کے وقت حکومت کے لیئے لڑنے والے سپاہی مہیا کیا کریں۔ اس انتظام میں امرا کی طرف سے ظلم بہت ہوتے تھے۔ کیونکہ اُس وقت تک شخصی آزادی کا اصول جس کی اسلام نے تعلیم دی تھی یورپ میں رائج نہ تھا ۱۲ مولف

Marfat.com

طرز بیان جو ہر اُس مقام پر جہاں خدا تعالےٰ کا ذکر تا اُس کی ذات کی طرف اشارہ ہی اختیار کیا گیا ہی اور جس میں خداوند عالم کی ذات سے اُن جذبات اور اخلاقی نقایص کو منسوب نہیں کیا گیا جو انسان میں پائے جاتے ہیں۔۔۔۔ دوسرے اُس کا اُن تمام خیالات والفاظ اور قصّوں سے مبرّا ہونا جو فحش اور خلاف اخلاق اور غیر مہذب ہوں۔ حالانکہ نہایت افسوس کی بات ہی کہ یہ عیب توریت وغیرہ کتب مقدسہ یہود میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ فی الحقیقت قرآن ان سخت عیوب سے ایسا مبرّا ہی کہ اس میں خفیف سے خفیف ترمیم کی بھی ضرورت نہیں۔ اول سے آخر تک اُسے پڑھ جایئے تو اُس میں کوئی بھی ایسا لفظ نہ پاؤ گے جو پڑھنے والے کے چہرہ پر شرم وحیا کے آثار پیدا کرے۔ قرآن میں ذات باری کی تعریف نہایت مشرح اور صاف ہی۔ اور جو مذہب اس نے ان خوبیوں کے ساتھ قایم کیا ہی وہ وحدانیت الٰہی کا نہایت پختہ اور شدید یقین ہی۔ اور بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کو فلسفیانہ طور پر صرف ایسا مسبب الاسباب مان لیا جاوے جو اس عالم کو اپنے مقررہ قوانین پر چلا کر خود ایسی شان وعظمت کے ساتھ الگ ہی کہ اُس تک کوئی شی نہیں پہونچ سکتی۔ قرآن کی رو سے وہ ہر وقت حاضر وناظر ہی

Marfat.com

اور اُس کی قدرت کاملہ ہمیشہ اس عالم میں عامل اور متصرّف ہے علاوہ ازیں اسلام ایسا مذہب ہے جس کے اصول میں کوئی امر متنازعہ فیہ نہیں اور چونکہ اس میں کوئی ایسا معمّہ نہیں جو سمجھ میں نہ آئے اور زبردستی قبول کرنا پڑے اس لیئے وہ لوگوں کے خیالات کو ایک سیدھی سادی اور ایسی پرستش پر قایم رکھتا ہے جو تغیر پذیر نہیں ہے۔ حالانکہ نیز وقت اور اندھا دھند جوش مذہبی نے پیروان اسلام کو اکثر اوقات آپے سے باہر کردیا ہے"

"سب سے آخر یہ بات ہے کہ اسلام ایسا مذہب ہے کہ جس سے ولیوں شہیدوں۔ اور تبرکات اور تصویروں کی پرستش اور ناقابل فہم باتیں اور حکیمانہ باریکیاں اور راہبوں کی تجرد یا ور تعذیب نفس بالکل خارج کردی گئی ہیں۔ چنانچہ اسلام میں ایسے ثبوت موجود ہیں جن پر خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بانی نے ماہیت اشیا اور اس زمانہ کی قوموں کی حالت اور نیز اس امر پر کہ مسائل مذہبی عقل سے کیونکر مطابق ہوسکتے ہیں۔ ایک طویل اور عمیق غور کے بعد اپنے مذہب کی بنا ڈالی ہے۔ اور اس وجہ سے یہ کچھ محل تعجب نہیں ہے کہ اسلامی طور کی پرستش اہل کعبہ کی بت پرستی اور صابئین کی پرستش اجرام فلکی اور زر دشتیوں کی آتش پرستی

Marfat.com

پر غالب آگئی۔"

۴۔ مسٹر گاڈفرے مگنس اپنی کتاب "اپالوجی فار محمدؐ" کے فقرہ ۷۰ میں لکھتے ہیں کہ

حضرت مسیح کی انجیل کی طرح قرآن مجید غریب آدمیوں کا دوست اور غمخوار ہے۔ بڑے اور دولتمند آدمیوں کی بے انصافی کی ہر جگہ مدت کی گئی ہے۔ وہ آدمیوں کی باعتبار شخصیت اور مدارج کے توقیر نہیں کرتا (نوٹ) بلکہ اسلام کی تعلیم کے مطابق سب سے زیادہ موثر وہ انسان ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار اور خدا سے ڈرنے والا ہو۔ مولف) قرآن میں ایک بھی ایسا کوئی حکم نہیں بتلایا جا سکتا جس میں پولیٹکل خوشامد اور رواداری کی طرف ذرا سا بھی میل ہو۔"

ویسٹ منسٹر ریویو نے نہایت منصفانہ رائے دی ہے کہ "اگر کسی خود مختار مشرقی فرماں روا کو کوئی چیز کبھی روک سکتی ہے تو وہ غالباً ایک جرأت رکھنے والے مظلوم کی زبانی قرآن مجید کی ایک بے تکلف آیت ہو سکتی ہے۔"

....آگے چل کر فقرہ ۱۰۵ اور ۱۰۶ میں مسٹر گاڈفرے مگنس فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

یہ خیال کرنا ایک بہت بڑی غلطی ہے کہ دین محمدی صرف بزور شمشیر پھیلا ہے۔ جن لوگوں کا ایسا خیال ہے وہ سخت دھوکے میں مبتلا ہیں کیونکہ دین اسلام اُن قوموں نے بھی اختیار کیا ہے۔ جن کو مسلمانوں کے ہتھیاروں کی قوت سے کبھی واسطہ نہیں پڑا۔۔۔۔ مسلمانوں پر ترکوں کا پہلا حملہ آٹھویں صدی کے آخر میں ہوا تھا۔ یہ لوگ ملک شمال سے جو مابین بحر کاسپین اور بحر اسود کے واقع ہے آئے۔ اُس وقت تک ترکوں نے دین محمدی اختیار نہیں کیا تھا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اُنھوں نے ان مغلوب مسلمانوں کا مذہب قبول کر لیا۔ ان فاتحین کے اس تبدیل مذہب سے وہ الزام جو بارہا دوہرایا جاتا ہے کہ دین اسلام کی کامیابی بزور شمشیر ہوئی ہے نہایت عجیب و غریب طور پر باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دین اسلام میں صرف وہی لوگ داخل نہیں ہوئے جو اُس نے زیر کئے بلکہ وہ لوگ بھی داخل ہوئے جنھوں نے مسلمانوں کو مغلوب اور مطیع کیا۔"

۵۔ ریورینڈ جی۔ ایم۔ راڈویل صاحب جنھوں نے قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اپنے ترجمہ کے دیباچہ میں قرآن مجید کی تعلیمات کی تاثیر کی

Marfat.com

نسبت جس نے تمام اقوام عرب کو اس قدر جلد متاثر کیا فرماتے ہیں۔

"عرب کے خانہ بدوش سیدھے سادے بدو ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو۔۔۔۔۔ بت پرستی کے مٹانے پر جنات اور مادیات کے شرک کے عیوض خدا کی عبادت قایم کرنے اطفال کشی کی رسم کو نیست و نابود کرنے اور بہت سے توہمات کو دور کرنے اور تعداد ازدواج کو گھٹا کر اس کی ایک حد معین کرنے میں قرآن بے شک عربوں کے لیئے برکت اور قدوم حق تھا"

۶۔ چیمبرز انسائیکلوپیڈیا کا مقالہ نگار مذہب اسلام کے متعلق لکھتا ہے

"مذہب اسلام کا وہ حصہ جس میں بہت کم تغیر و تبدل ہوا ہے اور جس سے اس کے بانی کی طبیعت صاف صاف معلوم ہوتی ہے اس مذہب کا نہایت کامل اور روشن حصہ ہے۔ اس سے ہماری مراد قرآن کے علم اخلاق سے ہے۔ ناانصافی۔ کذب۔ غرور۔ انتقام غیبت۔ استہزا۔ طمع۔ فضول خرچی۔ عیاشی۔ خیانت اور بدگمانی نہایت قابل ملامت قرار دی گئی ہیں۔ اور ان کو قبیح اور بیدینی بتایا ہے۔ بمقابلہ ان کے خیراندیشی۔ فیضرسانی۔ پاکدامنی۔ حیا۔ تحمل صبر۔ کفایت شعاری۔ سچائی۔ راست بازی۔ عالی ہمتی صلح پسندی

Marfat.com

اور سچّی محبّت اور سب سے بڑھ کر "توکل بخدا" اور انقیاد امر الٰہی کو حقیقی ایمانداری کی اصل بنیاد اور مومن صادق کا اصلی نشان قرار دیا ہے۔

۷۔ ایک عیسائی مضمون نگار کا بیان سرسیّد احمد خاں صاحب مرحوم نے اپنی کتاب خطبات احمدیہ کے چوتھے خطبہ میں یہ مضمون نقل کیا ہے۔

"ایک جواب مضمون لکھنے والے نے جس نے یہ مضمون اختیار کیا تھا کہ "اسلام ایک ملکی انتظام ہے۔ جو شرق و غرب میں جاری ہے" اسلام کی نسبت یہ لکھا ہے کہ "اسلام نے بچہ کشی کی رسم کا انسداد کر دیا جو اُس زمانہ میں قرب و جوار کے ملکوں میں جاری تھی۔ گو عیسائی مذہب نے بھی اُس کو روکا تھا مگر اسلام کی برابر اس کو کامیابی نہیں ہوئی اسلام نے غلامی کو موقوف کر دیا جو اُس ملک کی پرانی جاہلیت کی رسم تھی اسلام نے ملکی حقوق کو برابر کر دیا اور صرف انھیں لوگوں کے حق میں انصاف نہیں کیا جو اس مذہب کے معتقد تھے۔ بلکہ اُن شخصوں کے ساتھ بھی یکساں انصاف کیا جن کو اُس کے ہتھیاروں نے فتح کیا تھا۔ اسلام نے اُس محصول کو جو سلطنت کو دیا جاتا تھا گھٹا کر صرف دسواں حصہ کر دیا۔ اسلام نے تجارت کو تمام محصولات اور

Marfat.com

مزاحمتوں سے آزاد کر دیا۔ اسلام نے مذہب کے معتقدوں کو اس سے بری کر دیا کہ اپنے مذہبی سرگروہ کو یا مذہبی کام کیلیے جبریہ روپیہ دیں۔ اور تمام لوگوں کو اس سے بری کر دیا کہ غالب مذہب کو ہر قسم کا مذہبی چندہ دیں۔ اسلام نے فرقۂ فتحمند کے تمام حقوق مفتوحہ لوگوں میں سے اُن شخصوں کو بھی دیئے جو اپنے مذہب کے پابند رہے۔ اُن کو ہر قسم کی پناہ دی۔ اسلام نے مال کی حفاظت کی سود لینے کو اور خون کا بدلا بغیر حکم عدالت کے لینے کو موقوف کیا۔ صفائی اور پرہیزگاری کا تحفظ کیا حرام کاری موقوف کی غریبوں کو خیرات دینے اور ہر شخص کی تعظیم کرنے کی ہدایت کی۔"

۸۔ ریورینڈ کینن آئزک ٹیلر کا بیان

مسٹر آئزک ٹیلر صاحب نے جو انگلستان کے مشہور و معروف عالم اور محقق تھے اور جو ۱۸۰۸ء میں "کینن" کے رتبہ پر فائز ہوئے تھے جو بشپ کی طرح ایک اعلیٰ مذہبی عہدہ ہے قصبۂ وُولورہیمپٹن کی چرچ کانگریس کے روبرو "افریقہ میں اسلام کی ترقی" کی بابت ایک مضمون پڑھا تھا جو اخبار لندن ٹائمز اور سینٹ جیمس گزٹ لندن مورخہ ۸ اکتوبر ۱۸۸۷ء میں شایع ہوا تھا اُس کا ایک حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

Marfat.com

"ہم کو یہ اقرار کرنا چاہیئے کہ اسلام دنیا کے ایک بڑے حصہ میں بطور ایک تبلیغی مذہب کے بہ نسبت عیسوی مذہب کے زیادہ تر کامیاب ہی۔ نہ صرف بُت پرستی سے اسلام پر ایمان لانے والے بہ نسبت عیسائی مذہب پر ایمان لانے والوں کے زیادہ تر ہیں۔ بلکہ مذہب عیسائی بعض ملکوں میں درحقیقت اسلام کے سامنے سے ہٹتا جاتا ہی۔ اور مسلمان قوموں کو معتقد بنانے کی کوششیں بظاہر بالکل ناکام رہتی ہیں۔ اور صرف یہی نہیں کہ ہم وہاں اپنا قدم نہیں جما سکتے بلکہ ہم اپنی حفاظت کرنے میں بھی ناکام رہتے ہیں مذہب اسلام اس وقت مراکو سے جاوا تک اور زنگبار سے چین تک پھیلا ہوا ہی اور افریقہ میں بے حد تیزی سے پھیلتا جاتا ہی۔ انھوں نے کانگو اور زنجبیسی میں قدم جمائے ہیں اور سیاہ فام اقوام کی سب سے بڑی ریاست یوگنڈا کے باشندوں نے اسلام ابھی حال میں قبول کیا ہی۔ ہندوستان میں یورپین تہذیب جو ہندو مذہب کی جڑیں کھوکھلی کر رہی ہی (حقیقت میں اسلام کے لیئے راستہ صاف کر رہی ہی۔ ساڑھے پچیس کروڑ میں سے پانچ کروڑ آدمی ہندوستان میں اس وقت مسلمان ہیں (نوٹ۔ اب ہندوستانی مسلمانوں کی تعداد ساٹ کروڑ تک

Marfat.com

پہونچ گئی ہے۔ مؤلف) اور افریقہ میں آدھے سے زیادہ۔
مذہب عیسوی اپنی گرفت میں خوب مضبوط نہیں ہے۔ اور ہندوستان
اور افریقہ میں اسلام کے سامنے سے ہٹتا جاتا ہے جیمیکا کے حبشی
جو صرف نام کے عیسائی ہیں "اوبی ازم" (بھوت پریت اور خیالی
چیزوں کی پرستش) قبول کرتے جاتے ہیں۔ اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ
افریقہ کی کوئی قوم جو ایک دفعہ اسلام قبول کرلیتی ہے پھر کبھی بت پرستی
اختیار نہیں کرتی اور نہ عیسائی مذہب کو قبول کرتی ہے۔

اسلام نے تہذیب کی اشاعت میں عیسویت سے زیادہ حصہ
لیا ہے۔ جب حبشیوں کی کوئی قوم اسلام قبول کرلیتی ہے تو بھوت
پریت کی پرستش۔ توہمات باطلہ۔ مردم خواری۔ انسانی قربانی۔
بچہ کشی وغیرہ اُن میں سے یکلخت مفقود ہو جاتی ہے۔ وہ لباس
پہننے لگتے ہیں۔ اُن سے گندگی دور ہو جاتی ہے۔ اور وہ پاک
وصاف رہنے لگتے ہیں۔ اُن میں حمیت اور خودداری کا احساس
پیدا ہو جاتا ہے۔ مہماں نوازی اُن کا شعار بن جاتا ہے شراب نوشی
کا رواج بہت ہی کم رہ جاتا ہے۔ بے حیائی کا ناچ اور مرد و
عورت کا قابل اعتراض خلا ملا رہنے کا رواج معدوم ہو جاتا ہے۔
عورتوں کی عصمت کی قدر ہونے لگتی ہے۔ کاہلی کی بجائے لوگ محنتی

Marfat.com

بن جاتے ہیں امن پسندی اور پرہیزگاری کا اُن میں رواج ہو جاتا ہے
خوں ریزی اور جانوروں اور غلاموں پر سختی اور بے رحمی ممنوع
ہو جاتی ہے غلامی اور تعدد ازدواج کی برائیاں نہایت محدود
ہو جاتی ہیں۔ وہ انسانی ہمدردی فیاضی اور اخوت کا سبق
سیکھ لیتے ہیں ..... اسلام جن نیکیوں کی تعلیم دیتا ہے ادنےٰ
اقوام اُن کو خوب سمجھ لیتی ہیں۔ مثلاً ترک منشیات۔ پاکیزگی
عصمت۔ انصاف۔ تحمل۔ ہمت۔ فیاضی۔ مہمان نوازی۔ صداقت
اور خدا پر توکل۔

اللہ تعالیٰ کی مرضی پر توکل رکھنے کے لحاظ سے مسلمان ہمارے
لئے نمونہ ہیں۔ اسلام نے ممالک مغرب کی تین لعنتوں نشہ بازی
قمار بازی اور بدکاری کو مٹا دیا ہے۔ .....
اسلام حقیقی اخوت اور مساوات سکھاتا ہے۔ یہ سب سے بڑی ثبوت
ہے جو اسلام غیر مسلموں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ نومسلم فوراً پندرہ
کروڑ افراد کی برادری کا حقیقی رُکن بن جاتا ہے۔"

ریورینڈ کینن آنرک ٹیلر نے اپنے اس مضمون کے شایع ہونے کے بعد
لندن ٹائمز کو جو ایک چٹھی بھیجی تھی اُس میں لکھا تھا کہ

Marfat.com

"میرا وہ پہلا فقرہ جس پر بہت اعتراض ہوئے ہیں یہ ہے کہ "ایشیا اور افریقہ میں مذہب اسلام بطور ایک تبلیغی مذہب کے بہ نسبت عیسائی مذہب کے زیادہ کامیاب ہے۔ اور ہماری کوششیں مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں بے سود ثابت ہوئیں"۔ میں اولاً اپنی بحث ہندوستان سے شروع کروں گا جہاں کے باشندوں کی نسبت تقریباً صحیح اطلاع ہمارے سامنے موجود ہے۔

۱۸۷۱ء اور ۱۸۸۱ء کے درمیان دس برس میں ہندوستان کے مسلمانوں کی آبادی میں قریب بانوے لاکھ چالیس ہزار کی بیشی ہوئی (۹۲,۴۰,۰۰۰) یعنی تقریباً پچیس فی صدی کی شرح سے۔ اس قدر زیادتی کو جو معمولاً پیدائش کی زیادتی اور اموات کی کمی سے ہوئی اگر ہم محسوب نہ کریں تو وہ نومسلم جو ہندو اور عیسائی مذہب چھوڑ کر اسلام اختیار کرتے ہیں اُن کی تعداد تقریباً چھ لاکھ سالانہ ہے مسلمانوں کے یہاں تنخواہ دار واعظین نہیں ہیں۔ اور نہ کوئی اُن میں بڑی جماعت اس قسم کی ہے جو اپنے مذہب کے پھیلانے میں کمربستہ ہو۔ پس نومسلموں کی یہ بڑی تعداد کچھ تو پرجوش مسلمانوں کی انفرادی کوششوں کا اور کچھ مذہب اسلام کی حقیقی کشش کا نتیجہ ہے۔

برخلاف اس کے باوجود اُس تمام رغب و داب کے جو اُن کو

Marfat.com

ایک ہم مذہب گورنمنٹ کے ہونے سے حاصل ہے اور باوجود اخراجات کی اس رقم کثیر کے جو مشنری سوسائیٹیوں پر صرف ہوتی ہے کل تعداد نئے عیسائیوں کی بڑی کھینچا تانی سے نومسلموں کی تعداد کا دسواں حصہ ہے۔"

۵ ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

قرآن مجید نے انسان کی روحانی اور اخلاقی اصلاح کے سلسلہ میں جو محیر العقول کرشمے دکھلائے اُن کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ امریکا جیسے تہذیب یافتہ ملک میں وہاں کی گورنمنٹ نے کئی سال تک جبری قوانین کے ذریعہ سے شراب نوشی بند کرنے کی کوشش کی مگر سب کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ ہندوستان میں مہاتما گاندھی جی نے اپنی ساری قوت شراب نوشی کی مخالفت میں صرف کردی اور کر رہے ہیں۔ اور اس کام میں ملک کے ہزارہا دولتمند اور قابل لوگ اُن کی مدد میں مصروف ہیں تمام ہندوستان کے مطابع اور اخبارات اُن کے ہم آہنگ ہیں مگر شراب خوری کے رواج میں بجائے کمی کے اضافہ ہو رہا ہے۔ اور یہ صرف قرآن مجید کی تعلیم کا اعجاز ہے کہ نہ صرف شراب خوری بلکہ اس سے بھی بدتر افعال قبیحہ ملک عرب سے چند سال کے قلیل عرصہ میں نیست و نابود ہو گئے اور دنیا بھر کے مسلمان من حیث القوم شراب سے متنفر ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ

Marfat.com

ساتواں باب

بعض اُن امور کا ذکر جو انسانی عقل کی گرفت سے باہر ہیں

اس رسالہ میں ہمارے مخاطب صرف مسلمان نوجوان ہیں۔ جو خدا کو مانتے ہیں وحی کے قائل ہیں اور مذہب اسلام کے پیرو ہیں۔ ہمارا مقصد ہرگز اُن عقلا سے کج بحثی کرنا نہیں ہے جو فوق العقل امور کو نہیں مانتے۔

دُنیا میں جہاں اور بہت سے مذہب رائج ہیں ایک مسلک یہ بھی ہے کہ جو بات خود انسان کی سمجھ میں نہ آئے اُس کی صداقت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اگر یہ عقلی مسلک دیگر مذاہب کی طرح تیسری ہوتا اور اپنے پیروؤں کے اخلاقی اور مادی نفع کی خاطر اُن کی رہنمائی کے لیئے ایک نئی اور مفید تر راہِ عمل تجویز کرکے کوئی جداگانہ ہدایت نامہ پیش کرتا تو اس حد تک عقیدہ کا اختلاف چنداں بحث طلب نہ ہوتا۔ مگر یہ مسلک بخلاف دیگر مذاہب کے تخریبی ہے اور اس کا مُدعا ہے خدا کا یقین زایل کرنے اور مذہب کی عمارت کو منہدم کرنے کی کوشش کرنا۔ اس مسلک کی دو خصوصیتیں توجہ طلب ہیں ایک تو اپنے محاسن کا دوسروں کو یقین دلانے کی بہ نسبت دوسروں کے عقائد کی کمزوری اور نقایص چننا اور اُن پر نکتہ چینی کرنا آسان تر ہے۔ دوسرے

Marfat.com

یہ کہ خدا کے یقین اور مذہب کی پیروی سے انسان کے خیالات اور اعمال پر لازمی طور پر بندشیں عاید ہوتی ہیں۔ اور فطرت انسانی سہولت پسند واقع ہوئی ہے۔ لہذا بندشوں سے رہائی پانے کی خواہش انسان کی فطرت میں غالب ہوتی ہے۔ اور ضروریات زندگی کو مہیا کرنے اور نفسانی رغبتوں کی تکمیل میں وہ چاہتا ہے کہ ہر طرح کی آزادی سے بہرہ یاب ہو۔ اور مادی فوائد کے حصول میں کوئی مزاحمت سدّ راہ نہ ہو۔ اس وجہ سے عقلی مسلک میں ناتجربہ کار نوجوانوں کے لیئے ایک کشش موجود ہوتی ہے۔ لہذا عقائد کے متزلزل کرنے والے اس خطرہ کو پیش نظر رکھ کر محض حفاظت خود اختیاری کے طور پر بعض فوق العقل عقائد پر تھوڑی سی روشنی ڈالنا بے محل نہ ہوگا۔

"خدا"

جس طرح یہ ایک قانون قدرت ہے کہ گرمی سے جسم پھیل کر زیادہ جگہ گھیرتا ہے اور سردی پاکر جسم سکڑتا ہے اور کم جگہ گھیرتا ہے اسی طرح یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہم کسی چیز سے بغیر دیکھے نہ تو ڈرتے ہیں نہ اُس کی طرف رغبت کرتے ہیں۔ مگر دنیا کے کلّیہ قاعدے استثنا سے خالی نہیں ہوتے۔ اور جس طرح مذکورہ بالا قانون قدرت کے خلاف بطور امر واقعہ برف باوجود پانی سے سبک تر ہونے کے ہلکا ہوتا ہے اور پانی کی بہ نسبت زیادہ جگہ گھیرتا ہے

Marfat.com

اسی طرح یہ بھی امر واقعہ ہے کہ تقریباً ساری دنیا اور غالباً تمام ہی نوع انسان کا متفقہ میلان ہے کہ کم از کم ایک نادیدہ ہستی کی طرف انسان کی رغبت ہے۔ اور رغبت بھی ایسی کہ وہ تمام رغبتوں سے فائق۔ اسی ایک نادیدہ ہستی کا خوف بھی ہے خوف بھی ایسا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی چیز بھی ایسی خوفناک نہیں۔ وہ اُسے دیکھ نہیں سکتے لیکن جو کچھ بھی دیکھتے ہیں اُس میں اسی کا جلوہ نظر آتا ہے اور جس کو دیکھتے ہیں وہ اس کے وجود میں شک کریں تو کریں لیکن جس کا نور آنکھوں میں سما رہا ہے اس پر بے دیکھے ایسا یقین ہے کہ اُس کے خلاف ہزار تحقیق ہوں ہر لاکھ دلیلیں بیان کی جائیں اور انسان عقلی طور پر جواب دینے سے عاجز آجائے مگر یہ یقین فنا نہیں ہوتا۔ اور یہ اعتقاد زائل نہیں ہوتا۔ ؎

آنکھیں تجھکو ڈھونڈتی ہیں دل ترا گرویدہ ہے — جلوہ تیرا دیدہ ہے صورت تری نادیدہ ہے
بے حجابی یہ کہ ہر ذرہ میں جلوہ آشکار — اس پہ گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

یہ اعتقاد جاہل اور عالم۔ عامی اور عارف ہر شخص کے دل پر کم و بیش قبضہ کیے ہوئے ہے۔ اور دنیا کا کوئی حصہ اور زمانہ کا کوئی عرصہ ایسا متحقق نہیں ہوتا جس میں لوگ اس یقین سے قطعاً بے بہرہ رہے ہوں۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ یہ یقین عقل نہ استدلال سے پیدا نہیں ہوا۔

ہستی باری تعالیٰ کا عقیدہ اگر استدلال پر منحصر ہوتا تو جاہل قوموں میں نہ پایا جاتا۔ بلکہ تہذیب کے ابتدائی مراتب میں بھی اُس کا وجود نہ ہوتا۔ حالاں کہ

Marfat.com

واقعیت اس کے خلاف ہی اور جہلا کے دلوں میں جس وثوق اور اطمینان کے ساتھ یہ یقین موجود ہوتا ہی وہ بسا اوقات علما کے لیئے قابل رشک ہوتا ہی اس لیئے صاف ظاہر ہی کہ اگر وجود باری تعالےٰ کا یقین عقل و استدلال پر موقوف نہیں اور باوجود اس کے ہر زمانہ اور ہر ملک میں اس عموم کے ساتھ پایا جاتا ہی تو ضرور ہی کہ فطرت انسانی میں دیگر فطری خواہشوں کی طرح یہ یقین بھی ازل سے ودیعت کیا ہوا ہی۔

ایک صاحب بحث کرتے ہیں کہ انسان اپنی جہالت اور وحشت کے زمانہ میں اکثر چیزوں سے خوف کھاتا ہی اور بعض مناظر کو دیکھ کر پسند کرتا ہی کبھی کسی بلا میں مبتلا ہو کر یاس و نا امیدی کا شکار ہوتا ہی کبھی بے انتہا لذت پاتا ہی اور فرط مسرت سے بے اختیار ہوتا ہی۔ مگر اپنی نادانی اور جہالت کے سبب سے ان مناظر کے مادی اسباب و علل معلوم نہیں کر سکتا۔ اور قوانین قدرت کو نہ جاننے اور نیچر کے بے انتہا وسائل کو نہ سمجھنے کے سبب سے اپنے دل کو تسکین نہیں دے سکتا۔ اور فرط حیرت سے اُن کو کسی مخفی کارکن اور غیر محسوس طاقت کی طرف منسوب کرتا ہی۔ اور "روح۔ دیوتا۔ خدا"۔ وغیرہ مبہم الفاظ سے اپنی دانست میں قدرت کا راز دریافت کرنے کا دعویٰ کرنے لگتا ہی۔ یہی خیال باپ سے بیٹے تک متوارث چلا آتا ہی۔ پھر ایسے لوگوں میں سے بڑی

Marfat.com

سمجھ بوجھ کے لوگ یا حکام اور مذہبی پیشوا لوگوں کو اپنی اطاعت میں رکھنے اور اُن سے ذاتی مفاد حاصل کرنے کی غرض سے اُس خیال کو قوی کرتے رہتے ہیں اپنے معبودوں کی عبادت کے قاعدے قانون بناتے رہتے ہیں۔ غرض لوگوں کے غلط خیال اور بے جا خوف اور اُمیدوں سے اُن کی جہالت کا نتیجہ یعنی مذہب پیدا ہوتا ہے اور بڑھتا ہے۔

ان کے نزدیک جو فطری اسباب خدا کا خیال اور مذہب پیدا کرنے کے باعث ہیں مثلاً عجائبات عالم۔ اور باعث تکلیف یا باعث لذت اشیا کا دیکھنا۔ انسان چونکہ اپنی جہالت کی وجہ سے ان کے مادی اسباب اور عِلَل معلوم نہیں کر سکتا لہذا غور و فکر کرنے کے بعد بطریق استدلال اپنی نادانی سے خدا اور دیوتا کے وجود کا غلط نتیجہ نکال لیتا ہے۔ لیکن اگر خدا کا تصوّر اور مذہب کا خیال جہالت اور نادانی کے سبب غلط استدلال کا نتیجہ ہوتا تو جیسا دوسرے غلط استدلالوں کی حالت ہے۔ تمدّن اور تہذیب کی ترقی سے اُس کی غلطی معلوم ہونے لگتی اور بقول اُن کے جوں جوں قوانین قدرت اور نیچر کے بے انتہا وسائل کا علم ہوتا جاتا اس غلط استدلال کا ضعف ظاہر ہوتا رہتا۔ اور بتدریج خدا کا خیال اور مذہبی احساس کم ہوتے ہوتے بالکل فنا ہو جاتا۔ کم از کم مہذب قوموں میں سے یہ خیال اور احساس نابود ہو جاتا۔ جیسا کہ بہت سے اور خام عقائد کا حشر ہوا۔ مثلاً انسانی قربانی سَتّی ہونے کی رسم یا بادشاہوں کی

Marfat.com

مطلق العنانی اور اُن کے ناقابل اعتراض آسمانی اختیارات رفتہ رفتہ نابود ہو گئے مگر خدا کے تصور اور مذہبی احساس کی یہ کیفیت ہے کہ اول توان کے خلاف تلاش کرنے والوں کو آج تک کوئی ایسی قوی دلیل دستیاب نہیں ہوئی جس سے وجود باری تعالیٰ ناممکن ثابت ہو سکے۔ چنانچہ مسٹر چارلس بریڈ لا جو وجود باری کے انکار میں نہایت سرگرم تھے مگر جن کو ممبر پارلیمنٹ بن جانے پر شرکت پارلیمنٹ سے قبل حلف اُٹھانے کی شرط پوری کرنی پڑی اپنی کتاب "فری تھنکرس ٹیکسٹ بک" Free thinkers Text book مطبوعہ ۱۸۷۶ء کے صفحہ ۱۱۸ پر لکھتے ہیں کہ

منکر خدا یہ نہیں کہتا کہ خدا نہیں ہے۔ بلکہ یوں کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ لفظ خدا سے تمہارا کیا مطلب ہے میرے دماغ میں خدا کا خیال موجود نہیں ہے۔ اور لفظ خدا میرے نزدیک ایک ایسی آواز ہے جس کا کوئی صاف اور معین مطلب نہ ہو میں خدا کا انکار نہیں کرتا۔ کیونکہ جو چیز میرے تصور میں نہیں اور جس کا تصور ماننے والوں کے دماغ میں بھی ایسا نامکمل ہے کہ وہ اُس کی تعریف و تحدید نہیں کر سکے۔ ایسی چیز کا انکار کیونکر کر سکتا ہوں۔"

دوسرے جس چیز کو وحشیانہ خوف اور تعجب کی پیدائش مانا گیا تھا اُس میں بجائے ضعف اور شک پیدا ہونے کے اور بجائے آہستہ آہستہ فنا ہو جانے کے جیسا کہ

Marfat.com

دیگر غلط استدلالوں کا حشر ہوا تمدّن اور تہذیب کی ترقی سے اُس میں اور جلا آتی گئی۔ اور قوانین قدرت اور نیچر کے بے انتہا وسائل سے شناسائی ہوتے جانے سے اعتقاد اور ایمان کا راستہ زیادہ صاف ہوتا گیا۔ پہلے زمانہ میں جہلا کسی عجیب درخت اور خوبصورت پتھر یا کارآمد حیوان کو دیکھ کر اپنا مذہبی میلان اُس طرف متوجہ کر دیتے تھے اور اُن کو خدا مان کر پرستش کرنے لگتے تھے۔ اُس کے بعد جب کثرت مشاہدہ اور عقل و شعور کی ترقی سے ان چیزوں کے خواص دریافت ہونے شروع ہوئے تو اُن کو چھوڑ کر جسمانیت سے بعید اور روحانیت سے قریب تر طاقتوں کو خدا ماننے لگے مثلاً بارش کا دیوتا۔ ہوا کا دیوتا۔ سورج کا دیوتا۔ رفتہ رفتہ ایک ایسی ہستی کی طرف متوجہ ہونے کی اُن میں استعداد پیدا ہوگئی جس کی کوئی مثال نہیں۔ نہ اُسے نظر نے دیکھا نہ علم کی اُس تک رسائی ہے۔

مسٹر چارلس بریڈلا کا یہ قول صحیح ہے کہ خدا کا وجود اُن کے تصوّر کی گرفت سے باہر ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس وجود کا سراغ مسٹر بریڈلا مجرّد اپنی عقل و تصوّر کے ذریعہ سے نہ پا سکے اُس کا پتہ اور کسی ذریعہ سے بھی نہیں چل سکتا۔

مسٹر کارلائل نے لکھا ہے اور سچ لکھا ہے کہ

ہستی کا خوفناک مگر شاندار راز اُن پر (یعنی حضرت محمدؐ پر) منکشف

Marfat.com

ہو گیا تھا۔ ابتدا میں سفر اور حضر میں ہزاروں خیالات کا اُن کے دل میں ہجوم تھا۔ میں کیا ہوں ؟ یہ دنیا کیا ہے؟ زندگی کیا ہے ؟ موت کیا ہے۔ میں کس عقیدے کو مانوں ؟ مجھے کیا کرنا چاہیئے ؟ یہ ایسے سوالات تھے کہ ہیبت ناک کوہ حرا کی چٹان اور غار حرا کی ہولناک خاموشی اور تنہائی اور وہ بڑے بڑے اجرام فلکی جو خاموشی کے ساتھ نیلی اور روشن آسمانی فضا میں گردش کرتے رہتے ہیں ان کا جواب نہیں دے سکے۔ مدتوں ان سوالات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ آخر خدا کے الہام نے عقدہ کشائی کی اور آسمانی تائید کی بدولت محمدؐ نے جو نظام قائم کیا اُس کے نتائج دنیا نے دیکھ لیے۔"

مشہور مورخ سر ایڈورڈ گبن (مصنف تاریخ زوال سلطنت رومۃ الکبریٰ) نے مسٹر کارلائل کے مذکورہ بالا قول کی اس طرح تصدیق کی ہے کہ

"ایک حکیم جو خدا تعالیٰ کے وجود اور اُس کی صفات پر اعتقاد رکھتا ہو مسلمانوں کے مذکورہ بالا عقیدہ کی نسبت یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ ایسا عقیدہ ہے جو ہمارے موجودہ ادراک اور قوائے عقلی سے بڑھکر ہے اس لیئے کہ جب ہم نے اُس نامعلوم چیز (خدا) کو زمان، مکان حرکت اور مادہ۔ حس اور تفکر کے اوصاف سے مبرّا کر دیا تو

Marfat.com

پھر ہمارے خیال کرنے اور سمجھنے کے لیئے کیا چیز باقی رہ گئی وہ اصل (یعنی توحید ذات وصفات باری تعالےٰ) جس کی بنا عقل اور وحی پر ہے محمد کی شہادت سے استحکام کو پہونچی۔ چنانچہ اس کے معتقد ہندوستان سے لیکر مراکو تک موحد کے لقب سے ممتاز ہیں"۔

مسٹر چارلس بریڈلا۔ مسٹر ٹامس کارلائل اور مسٹر ایڈورڈ گبن تینوں انگلستان کے باشندے ہیں عقیدہ کے اس اختلاف کی بنا پر اگر کسی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائیں جہاں واقعات اور معتبر شہادتوں کی بنا پر منقدمات کا فیصلہ ہوتا ہے تو اول الذکر کسی طرح اپنے سے زیادہ نامور ان دو ہموطنوں کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہوں۔

قرآن مجید کی بتلائی ہوئی ذات باری کے وجود کی ایک ممتاز خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس لاشریک ذات کے لیئے اللہ کا ایک ایسا اسم ذات بتلا دیا گیا ہے جو بجز اس خالق کائنات اور معبود حقیقی کے کسی اور ہستی اور وجود کے لیئے استعمال نہیں ہوتا۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ عربی زبان کے سوا اور کسی زبان میں باری تعالیٰ کا کوئی اسم ذات موجود نہیں ہے۔

مسٹر چارلس بریڈلا اور ان کے ہم خیال عقلا اور ماہرین سائنس

Marfat.com

کی خدمت میں ادب سے گزارش ہے کہ آپ صرف اس وجہ سے کہ دور دراز اجرام فلکی سے دوسرے اجرام فلکی تک روشنی اور حرارت پہونچنے کی کوئی صورت آپ کی عقل میں نہیں آتی۔ لہذا آپ ایک بے دیکھی اور بے سمجھی مجہول شے ایتھر کا وجود جس کا کوئی صاف اور معین مفہوم آپ کے ذہن میں نہیں زبردستی تسلیم کر لیتے ہیں یہ "ایمان بالغیب" نہیں تو اور کیا ہے۔ چونکہ قطب نما کی مقناطیسی سوئی کا ہمیشہ شمال و جنوب رُخ رہنا آپ کی سمجھ میں نہیں آتا اس لیئے اپنے دل کو سمجھانے کے لیئے آپ زمین کے اندر ایک بے دیکھے اور بے سمجھے فرضی مقناطیس کا وجود اور زمین کے چاروں طرف شرقاً غرباً بجلی کی فرضی رو کا وجود بے تکلف مان لیتے ہیں۔

وہ کروڑوں سیارے اور ستارے جن کے وجود کے آپ قائل ہیں مگر جن کی حقیقت اور جن کے حالات کا آپ کو مطلق کوئی علم نہیں اور جو فضائے آسمانی میں اپنے اپنے مقررہ حلقوں میں رات دن گردش کرتے رہتے ہیں اُن کا نظام اور فضا میں معلق رہنا آپ کی عقل کی گرفت سے باہر تھا۔ آپ نے چند حکما کی رائے کے مطابق ایک ایسی بے دیکھی بے سمجھی بوجھی مجہول قوت کشش باہمی کا وجود خوشی سے قبول کر لیا جو آپ کے مشاہدے اور تجربہ کے حدود سے خارج ہے۔ آپ نے آج تک چند متناسب الاوزان اجسام کے سونے بنا کر بطور تجربے کے کبھی نہیں دکھلائے جو کشش اتصال کے ماتحت

Marfat.com

فضا میں تھوڑی سی دیر کے لیئے معلق رہیں۔

زمانہ سابق کے ماہرین فلکیات نے اجرام فلکی کے نظام اور اُن کی گردش کی بالکل دوسری صورت قرار دے رکھی تھی جس کی صحت پر صدیوں تک لوگوں کو ایسا ہی کامل یقین تھا جیسا کہ آج کل کی تحقیقات پر ہے۔ کشش ثقل و اتصال اگرچہ کسی قدر ہمارے ذہن کی گرفت میں ہے۔ مگر پھر بھی اس خیال کو بالکل مشخص اور معیّن کر لینا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ خود سر آئزک نیوٹن تسلیم کرتے ہیں کہ کشش ثقل و اتصال ناقابل فہمیدگی اگر درمیان میں ایتھر کا واسطہ نہ ہوتا مگر ایتھر کو مان کر بھی تو کشش کا اثر سمجھ میں نہیں آتا صرف نامعلوم کو معلوم سمجھ لیا گیا ہے۔ اور علت العلل کو چھوڑ کر سائنس نے بت پرستوں کی طرح برق۔ حرارت کشش اتصال۔ کشش ثقل۔ انرجی وغیرہ متعدد نامعلوم الحقیقت علتیں تسلیم کر رکھی ہیں جنکی بابت کچھ معلوم نہیں کہ یہ خود کہاں سے آئیں اور کیونکر آئیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مذہب اور سائنس دونوں ناقابل فہمید کو قابل فہمید بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مذہب کا بنیادی اصول ہے "توحید" اور دوسرے کا "تعدد اسباب کا گورک دھندا"

اب ذرا ان عقل پرستوں کے تحقیق کیئے ہوئے اسباب کی حقیقت پر نظر ڈالیئے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ گھڑی کو صاحب ارادہ اور صاحب فہم

Marfat.com

انسان اپنی قوت سے کوکتا ہے۔ فنر کو انسانی قوت کے ساتھ کوکنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ غیر متحرک بالکمانی میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے جب کوک ختم ہو جاتی ہے تو اس کے نتیجہ کے طور پر بال کمانی کی حرکت بھی خود بخود بند ہو جاتی ہے بالکمانی کی حرکت کا بند ہونا گھڑی کے بند ہونے کا سبب نہیں ہوتا۔ اسی طرح انسانی تدبیر کی بدولت حرارت اور بھاپ کے ذریعہ سے انجن کا پسٹن حرکت کرتا ہے اس سے انجن چلتا ہے۔ جب حرارت اور بھاپ ختم ہو چکتی ہے تو پسٹن بطور نتیجہ کے رک جاتا ہے۔ پسٹن کا رکنا انجن کی رفتار بند ہونے کا سبب قرار نہیں دیا جا سکتا۔

دنیا کی ابتدا سے آج تک ایسا کھلونا ایجاد نہیں ہو سکا جس میں بغیر انسانی تدبیر اور قوت کے خود بخود حرکت پیدا ہو جاتی ہو اور جب تک کسی ورکشاپ میں ہم مشاہدہ اور تجربہ سے یہ نہ دیکھ لیں کہ بغیر جاندار وجود کی مداخلت کے ہر حالت میں خود بخود حرکت پیدا ہو سکتی ہے۔ اس وقت تک حرکت کو مادّی ذرّات کا ایک خاصہ یا کسی وجود کے عناصر کی نامعلوم خاص قسم کی ساخت کا نتیجہ قرار دینا بالکل ایک فرضی اور ناقابل قبول "تاویل" سمجھی جائے گی جو بقول مسٹر بریڈلا کے انسانی تصور سے خارج ہے۔

چونکہ موت اور حیات کے مسائل عقل انسانی کی گرفت سے قطعاً باہر ہیں لہذا اس صدی کا ایک ڈاکٹر موت کا سبب نہ معلوم کر سکنے کی وجہ سے

Marfat.com

کہتا ہی کہ فلاں شخص قلب کی حرکت بند ہو جانے کی وجہ سے مرگیا آپ نہایت بھولے پن سے اس بے دلیل اور غیر آزمودہ قول پر ایمان لے آتے ہیں حالانکہ قلب کی حرکت کا بند ہوجانا موت کا نتیجہ ہونا چاہیئے نہ کہ موت کا سبب۔

اگر مجرد قلب کی حرکت زیست کا سبب ہوتی تو قلب کو برقی قوت کے ذریعہ سے متحرک رکھنا چنداں مشکل کام نہ تھا آخر یہ قلب پہلے کیوں حرکت کرتا تھا اور دفعتاً بات کرتے کرتے خود بخود کیوں بند ہوگیا۔ حالانکہ سائنس کا یہ مسلمہ اصول ہی کہ نہ تو ساکن شی خود بخود حرکت میں آسکتی ہی نہ متحرک شی بغیر خارجی اسباب کے خود بخود ٹھہر سکتی ہی۔

ایک معمولی آدمی کہتا ہی کہ وہ آدمی موت سے مرگیا۔ ڈاکٹر کا قول ہی کہ قلب کی حرکت بند ہوجانے سے مرگیا۔ ان دونوں اقوال میں عملاً کیا فرق ہی۔ دونوں ایک بے سمجھا اور عقل وحکمت کی گرفت سے باہر ایک ایسا سبب تجویز کرتے ہیں جو دونوں کے قابو سے یکساں باہر ہی۔ اور دونوں ان واردات کی روک تھام سے یکساں عاجز ہیں۔

دُنیا کے ایک سب سے بڑے زبردست بادشاہ کے پہلو میں درد اُٹھتا ہی اُس کے چاروں طرف کھڑے ہوئے دنیا کے ہر حصہ سے آئے ہوئے بڑے بڑے نامور ڈاکٹر اور طبیب غور سے اُس کی حالت اپنی آنکھوں سے

Marfat.com

دیکھ رہے ہیں۔ نہایت لطیف آلے تشخیص مرض کی غرض سے استعمال ہو رہے ہیں۔ نہایت قیمتی ادویات سے کام لیا جا رہا ہے۔ مگر بادشاہ سلامت بدستور درد سے تڑپ رہے ہیں اور یہ تمام ڈاکٹر اور طبیب بالکل بےبس اور عاجز ایک معمولی تیماردار کے مانند خاموش کھڑے ہیں۔ نہ مرض سمجھ میں آتا ہے نہ کوئی چارۂ کار سوجھتا ہے۔ بادشاہ اسی حالت میں مر جاتا ہے اب اُس کے مرنے کے بعد ڈاکٹر صاحبان نہایت اطمینان سے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اُس کی موت کے وجوہ قرار دے کر اخبارات میں شایع کرتے ہیں کہ ہز مجسٹی کا فلاں مرض سے انتقال ہو گیا۔ جس طرح صوبۂ بہار کے بھونچال کی حشر انگیزیاں ختم ہونے کے بعد عقلا اُس کے اسباب کے متعلق اب قیاس آرائیاں فرما رہے ہیں۔ گویا یہ حضرات اس بھونچال کی ماہیت اور اسباب اس طرح سمجھ گئے ہیں کہ اب دنیا میں کبھی بھونچال آنے ہی نہ پائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس موت کے راز سے حکما اور عقلا اُسی قدر ناواقف ہیں جس قدر زیست کے راز سے۔

آنحضرت صلعم پر بذریعہ وحی کے جو آیتیں سب سے پہلے نازل ہوئیں اُن میں اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ کی سب سے بڑی صنعت خلاقیت کی طرف انسان کو متوجہ کیا ہے جو اُس کی عقل و ادراک سے بالاتر ہے۔ اور جس کا راز نہ آج تک کسی حکیم نے سمجھا ہے اور نہ آیندہ کوئی سمجھے گا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ؁ کوئی ڈاکٹر اور کوئی طبیب یہ بات اس طرح

Marfat.com

نہیں سمجھا سکتا کہ اُس کا کوئی معیّن تصوّر یا مفہوم دماغ انسانی میں سما جائے کہ مرد اور عورت کے تخم ہائے انسانی ایک جگہ ہونے کے بعد ایک غیر متحرک اور منجمد خون کا لوتھڑا بن کر اُس سے متحرک جان دار اور سمجھدار انسان کیونکر بن جاتا ہے۔ نامعلوم کو معلوم ثابت کرنے کی غرض سے جس قدر تاویلات کی جاتی ہیں وہ بے ثبوت اور بے نتیجہ اور انسانی عقل کی گرفت سے باہر ہیں۔

مکھی مچھر اور چیونٹی بنانا تو رہا ایک طرف کسی نے آج تک ایک سیدھا سادہ متحرک برساتی کیڑا بھی بنا کر نہیں دکھلایا۔ جو ماہر فن مصور ایک چڑیا کی تصویر نہ کھینچ سکے۔ جو بڑھئی ایک اسٹول نہ بنا سکے۔ جو سُنار ایک چھلّا نہ گھڑ سکے جو لوہار ایک لوہے کی کیل بنانا بھی نہ جانتا ہو ان حضرات کا اپنے اپنے فن کے متعلق اصول اور نظریے بیان کرنا اور منطقی دلائل سے اپنے نظریوں کو ثابت کرنے کی کوشش کرنا اُن کی فنّی واقفیت کا کسی کو یقین نہیں دلا سکتا۔ اُن کی جودت طبع کی داد دی جا سکتی ہے مگر اُن فنون سے حقیقت میں وہ اسی قدر ناواقف ہیں جتنا کہ ایک بے پڑھا لکھا دیہاتی۔ اسی طرح اطبائے جدید کا یہ دعوے کہ وہ زیست اور موت کے اسباب سمجھ گئے ہیں۔ حالانکہ نہ وہ ایک متحرک کیڑا بنا کر دکھا سکتے ہیں نہ وہ ایک قریب المرگ کیڑے کی موت ملتوی کر سکتے ہیں۔ تو علمی دُنیا اُن میں اور ایک جاہل میں کوئی تمیز نہیں کر سکتی۔ ایک نامور شاہی طبیب سے کسی نے سوال کیا تھا کہ آپ بھی

Marfat.com

مریضوں کا علاج کرتے ہیں اور فلاں عطار بھی علاج کرتا ہے۔ آپ کے علاج سے بھی کچھ مریض شفایاب ہو جاتے ہیں اور کچھ مر جاتے ہیں۔ اور اُس عطار کے علاج سے بھی کچھ مریض اچھے ہو جاتے ہیں اور کچھ جانبر نہیں ہوتے۔ اسی صورت میں آپ میں اور اُس عطار میں کیا فرق ہے۔ حکیم صاحب اس کا صرف یہ جواب دے سکے وہ مریضوں کو بے ضابطہ مارتا ہے اور میرے مریض ضابطہ کے اندر مرتے ہیں اسی طرح جو حکیم یہ بتلاتے ہیں کہ انڈے سے بچہ اس طرح بنتا ہے اور منجمد خون کے لوتھڑے سے آدمی اس اس طرح بن جاتا ہے اُن کی موت و زیست کی حقیقت سے ناواقفیت "طلای" کہی جا سکتی ہے اور معمولی کسان کی ناواقفیت کو "گلی" قرار دے سکتے ہیں۔ ورنہ جس طرح آکسیجن اور ہائڈروجن ملا کر پانی بنا کر دکھلا دیتے ہیں اسی طرح جب تک ایک متحرک جاندار کیڑا یا مصنوعی انڈے سے مرغی کا بچہ نکال کر نہ دکھلا دیں اُن کے علم کا دعویٰ غیر معتبر رہے گا۔

اب آخر میں عقلی مسلک کے پیروؤں سے ہمارا ادب سے یہ سوال ہے کہ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ۔ اور حضرت محمد صلعم جو کہ عظیم الشان تاریخی ہستیاں ہیں۔ فرضی وجود نہیں ہیں جنھوں نے بنی نوع انسان کی رہنمائی کی ہے۔ اور جن کے نام کی عظمت کرنے والوں اور جن کی ہدایات پر عمل کرنے والوں سے دُنیا بھری ہوئی ہے اُنھوں نے خدا کے وجود سے آگاہ ہو کر خود بھی اُس کی پرستش کی اور اپنی اُمتوں سے بھی اُس کی پرستش کرائی

Marfat.com

کیا یہ سب کھیل تھا شعبدہ بازی تھی. فریب تھا مصلحت تھی یا جھوٹ تھا
کیسی بے انصافی اور ضد کی بات ہے کہ مثلاً سر آئزک نیوٹن کا نظریہ
(تھیوری) Theory ایک مشاہدہ اور سمجھ میں نہ آنے والی قیاسی
اور مجہول الحقیقت کشش اتصال کی بابت ماننے کے لیئے ہمارے عقل پرست
بزرگ تیار ہیں۔ مگر سچے اور راست باز پیغمبروں کے بتلائے ہوئے مشاہدہ
اور تجربہ پر مبنی واقعات (فیکٹ) Fact کا صاف انکار۔

جب موت و زیست کے پیش نظر واردات کو حکما نہیں سمجھ سکتے اور
اُس میں مداخلت کی قدرت نہیں رکھتے تو خدا کا جو کہ ہر قسم کی تعینات سے
مبرّا ہے اس کا عقل انسانی کی وسعت میں نہ سما سکنا کونسی انوکھی بات ہے
جو لوگ ایتھر برق۔ انرجی کشش ثقل و اتصال وغیرہ کے بن دیکھے
عقلی وجود کو جن کی حقیقت اور جن کی علّت سمجھ میں نہیں آتی۔ بہ آسانی تسلیم
کر لیتے ہیں۔ اور نا معلوم کو معلوم سمجھ لیتے ہیں اُن کی زبان سے خدا کے وجود
کا انکار کم سے کم تعجب انگیز ضرور ہے۔

فلسفی سرِ حقیقت نتوانست کشود گشت رازِ دگر آں راز کہ افشا مے کرد

وحی

یہ امر واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر پورا ایمان نہیں ہو سکتا جب تک وحی
پر ایمان نہ ہو۔ وحی الٰہی خالق اور مخلوق کے درمیان سچا تعلق پیدا کرتی ہے

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل صرف وحی کی بدولت پیدا ہوتا ہے۔ ذاتِ باری کا یقین استدلال سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ عقل ایسے جوہر کو پیدا کرنے کے قابل نہیں۔ بڑے بڑے نامور حکیم اور فلسفی سقراط۔ افلاطون اور ارسطو وغیرہ عقل کی رہنمائی سے بت پرستی کی گمراہی پہچان سکے مگر اُن کی عقل کی پرواز انہیں توحید کے اعلیٰ مقام تک نہ پہونچا سکی۔ چنانچہ ان حکمائے کسی صراط مستقیم کا سراغ نہ پایا۔ اور وہ اپنے شاگردوں کے واسطے کوئی دینی مسلک تجویز نہیں کر سکے۔ اسی وجہ سے کوئی مذہب اُن سے منسوب نہیں ہے۔ خالی نظارہ قدرت سے انسان یہ اقرار کر سکتا ہے کہ قدرت یا مناظر قدرت کا کوئی صانع ہے۔ مگر اُس نظارہ سے وہ یقین پیدا نہیں ہوتا جس سے عمل کی قوت پیدا ہوتی ہے جس کے نمونے آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہؓ نے دُنیا کے سامنے پیش کیے اور جن نمونوں سے دُنیا کبھی خالی نہیں رہی۔ غرض ایسا ایمان عقل انسانی کی رسائی سے باہر ہے۔ وہ صرف اُس تعلق کے قایم ہونے سے پیدا ہوتا ہے جو فی الواقع خالق اور مخلوق میں ہے اور اُس کے حصول کا واحد ذریعہ وحی الٰہی ہے

وحی کے متعلق انگلستان کے دو فاضل اور نامور محققوں مسٹر کارلائل اور مسٹر ایڈورڈ گبن کا یہ اعتراف اوپر نقل ہو چکا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے وجود اور اُس کے صفات کا عقیدہ انسان کے ادراک اور قوائے عقلی کی رسائی سے بلند تر ہے۔ اور یہ کہ توحید۔ ذات و صفات باری تعالیٰ

Marfat.com

کا یقین حضرت محمدؐ کی شہادت سے استحکام کو پہونچا۔

بظاہر انسان کی جملہ معلومات کا دارومدار صرف اُس کے حواس خمسہ پر ہے جن کے پانچ آلے آنکھ۔ناک۔کان۔زبان اور جسم انسان کے قبضے اور تصرف میں ہیں۔جس وقت ہمارے حواس کے یہ آلے کام نہیں دیتے اُس وقت ان حواس سے اعلیٰ ترقوت یعنی عقل انسان کی رہنمائی کرتی ہے مثلاً آنکھ جو بینائی کا آلہ ہے سب سے زیادہ دوررس اور سب سے زیادہ کارآمد آلہ ہے جو تجربہ کی بدولت باقی اور چاروں آلوں کا کام بھی دے دیتا ہے لیکن یہی آنکھ ہوا کو بھاپ کو اور گھڑی کی سوئی کی رفتار کو محسوس نہیں کرسکتی۔سیاروں اور سایہ دیوار کی حرکت بھی نہیں دیکھ سکتی۔نیز بغیر مادی اجسام کی موجودگی کے فضا میں روشنی کے وجود کا بھی احساس نہیں کرسکتی۔ان مواقع پر حواس سے برتر عقل رہنمائی کرتی ہے اور علم کا ذریعہ بن جاتی ہے۔اسی طرح عقل سلیم جن امور کے ادراک سے عاجز ہوتی ہے یا اُن کے متعلق غلط حکم لگاتی ہے تو اُس سے بھی اعلیٰ ترقوت انسان کی رہنمائی کرتی ہے اور وہ یا تو قوت ایمانی ہوسکتی ہے یا کشف اور وحی

حضرت انسان جن کو اپنی عقل پر اتنا ناز ہے کہ خدا کو خدائی سے معزول کرنے پر تلے ہوئے ہیں خود اُن کی حقیقت یہ ہے کہ آپ نظام شمسی کے ایک چھوٹے سے سیارے پر آباد ہیں اور خبر سے آپ نا جانتے ہیں کہ اس نظام شمسی میں زمین سے بہت بڑے بڑے سیارے موجود ہیں جن تک آپ کی عقل

Marfat.com

نہیں پہونچ سکتی۔ اور اس وجہ سے اُن کا آپ کو کوئی علم نہیں ہے۔ آپ کے زعم میں ان عظیم الشان سیاروں پر کوئی مخلوق آباد نہیں ہے بلکہ خالی ہنڈولے کی طرح آفتاب کے گرد محض اس وجہ سے چکّر لگاتے رہتے ہیں کہ زمین پر رہنے والے چند نفوس کبھی کبھی دوربین کے ذریعہ سے (بشرطیکہ ابر محیط آسمان نہ ہو) اُن کی سطح کا کوئی حصّہ دیکھ کر قیاس آرائیاں کیا کریں۔ اسی پر بس نہیں۔ آپ کو یہ بھی تسلیم ہے کہ اس نظام شمسی جیسے اور سیکڑوں نظام شمسی فضا میں تیر رہے ہیں۔ جن تک دوربینوں کی بھی رسائی نہیں ہے۔ غرض عالم کی وسعت کے لحاظ سے حضرت انسان کی حیثیت ایک گولر کے بھنگے، یا کنوئیں کی مینڈک سے زیادہ نہیں ہے مگر دعوےٰ یہ ہے کہ جو بات آپ کی عقل میں نہ سمائے وہ ناممکن اور محال۔

خیر یہ تو دور کی باتیں تھیں۔ حضرت انسان کو خود اپنے گھر کی خبر نہیں کہ آپ کو اپنے جسم سے کیا تعلق ہے۔ آپ جس چیز کو "میں" سے تعبیر کرتے ہیں خود آپ کو اپنی اس "میں" کا کچھ پتہ نہیں کہ وہ کیا چیز ہے۔ جب آپ کا وزن چند سیر تھا تب بھی آپ اپنے آپ کو "میں" فرماتے تھے۔ اور جب جوانی میں میں آپ تین من پختہ ہو گئے تب بھی آپ وہی "میں" رہے۔ آنکھ۔ کان۔ ناک سب جاتے رہے۔ ایک بازو کٹا۔ دوسرا بازو کٹا۔ ایک ٹانگ کٹی۔ دوسری کٹی صرف لوتھڑا باقی رہا مگر اس میں جان ہے تب بھی آپ کی "میں" میں کوئی

Marfat.com

فرق نہیں آیا۔ لہذا آپ کے جسم کا کوئی جزو یا کل جسم جو ہمیشہ گھٹتا بڑھتا اور تبدیل ہوتا رہتا ہے "میں" نہیں تو پھر آخر یہ "میں" آپ کس چیز کو کہتے ہیں۔

آپ سو رہے ہیں۔ آپ کے پانچوں حواس معطل ہیں۔ آپ کی آنکھیں بند ہیں۔ کوئی آپ کا نام لیکر پکارے تو کان نہیں سنتے۔ جسم کو کوئی چھوتا ہے تو آپ کو خبر نہیں ہوتی۔ اسی طرح ذائقہ اور شامہ بھی دونوں معطل ہیں مگر آپ کلکتہ کی سیر میں مصروف ہیں۔ آنکھیں کان۔ ناک وغیرہ سب اپنا اپنا کام نہایت مستعدی سے دے رہے ہیں۔ یہ سیر کرنے والے کون ہیں۔ یہ نئے حواس خمسہ کہاں سے آگئے اور ان کے آلے جسم کے کس حصہ میں پنہاں تھے ان کی کچھ خبر نہیں۔ خواب کی ہزار کوئی تاویلیں آپ کو سمجھائیے مگر بہت سے ایسے خواب نکلیں گے مثلاً آئندہ پیش آنے والے واقعات کا قبل از وقوع مشاہدہ یا اطلاع ہو جانا وغیرہ جو ان تاویلات کے احاطہ سے باہر ہیں۔

جسم جوں کا توں مگر آپ مرجاتے ہیں۔ اس واردات کی حقیقت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ آپ میں کیا تبدیلی واقع ہوگئی۔ ماں کے پیٹ کے اندر آپ کے غیر متحرک ابتدائی جرم میں کیا نئی چیز داخل ہوگئی جس نے آپ کو متحرک کر دیا۔ اور کیا چیز آپ میں سے کم ہوگئی کہ آپ مر گئے۔ حکما لاکھ آپ کی اس تعمیر و تخریب کے طریقے سمجھائیں مگر حقیقت میں اس بھید سے ناواقف ہیں۔ اگر ان کو واقفیت ہوتی تو اس تعمیر و تخریب میں کچھ دست اندازی

Marfat.com

کرسکتے مگر یہ دونوں واردا تیں (زیست اور موت) اُن کے دسترس سے بالکل باہر ہیں۔ اگر یہ راز فی الحقیقت اُن کی سمجھ میں آگیا ہوتا تو کم سے کم ایک برساتی کیڑا یا پانی کی جونک بنا کر دکھاتے۔ جن کی ساخت بہت سادہ ہے۔

یہ بتلانا آسان ہے کہ جرمنی کے نیل میں فلاں فلاں عناصر ہیں۔ یا یہ کہ کوئلے اور ہیرے کے اجزا بالکل متحد ہیں۔ مگر ہندوستان اور انگلستان کا کوئی ماہر فن جرمنی کا سا نیل نہ بنا سکا۔ اور نہ آج تک کسی سائنس داں نے کوئلے سے ہیرا بنا کر دکھایا۔ پھر ایسی واقفیت اور ایسا علم آخر کس کام کا؟

پھر عقل انسانی کے فیصلے کس قدر تغیر پذیر ہیں۔ کبھی بڑے بڑے حکمانے یہ فیصلہ کیا تھا کہ دنیا میں چار عناصر ہیں۔ زمین ساکن ہے اور عالم کا مرکز ہے چاند سورج اور افلاک زمین کے گرد گردش کرتے ہیں۔ سیاروں میں روح کا وجود تسلیم کیا جاتا تھا جو اُن کی حرکت کا سبب قرار دیا جاتا تھا۔ مُدّت ہائے دراز کے بعد اب وہی عناصر مرکب ثابت ہوئے۔ بجائے زمین کے سورج مرکز بن گیا۔ اور زمین متحرک ہو گئی۔ زمانہ سابق میں عقل کے نتائج پر اتنا ہی پختہ اعتماد تھا جتنا آج کل کی تحقیقات عقلی پر ہے۔

سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ جب عقل انسانی مادیات کے تعلقات کا پتہ لگانے میں عاجز ہوتی ہے تو پھر انسان دور از کار قیاسات کا سہارا ڈھونڈتا ہے اور خود ساختہ مفروضات پر قناعت کر لیتا ہے۔ مگر اپنی عقل کے

Marfat.com

عجز کے اعتراف کو اپنی کسرِ شان سمجھتا ہی۔ مثلاً اجرامِ سماوی سے روشنی اور حرارت زمین تک پہونچنے کے لیئے فضا میں ایک بے دیکھی اور بے سمجھی ایتھر کے کے وجود کا نظریہ۔ جس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ اور جس کا کسی نے مشاہدہ اور تجربہ نہیں کیا اور نہ یہ سمجھ میں آتا ہی کہ بغیر ایتھر کے روشنی کیوں نہیں پھیل سکتی اور ایتھر کے وجود سے پھیلنے میں کیوں مدد مل جاتی ہی۔ اس قسم کی مثال کا ذکر کرنے سے ہمارا صرف یہ مطلب ہی کہ انسان کو ایسے موقعے بھی پیش آتے ہیں کہ اُس کی عقل کام نہیں دیتی تو قیاس کے گھوڑے دوڑانے لگتا ہی۔ حالانکہ جس طرح حواس کی نارسائی کے وقت عقل سے مدد لی جاتی ہی اسی طرح عقل کی پرواز ختم ہونے پر اُس سے اعلیٰ رہنما کی ضرورت ہوتی ہی۔ اور وہ رہنما وحی ہی۔

اگر کسی امر کا وقوع مشاہدہ یا قابل اطمینان شہادت سے متیقن ہو جائے تو ہم کو لامحالا امر مذکور تسلیم کرنا پڑتا ہی گو وہ بظاہر عقل اور ایک مسلمہ اصول کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ انگلستان کے مشہور مصنف مسٹر ایڈیسن کا بھوتوں کے عقیدے کے متعلق یہ قول ہی کہ اگر میرا دوست ایک ایسا شخص ہی جو راستباز ہی۔ ہمیشہ سچ بولتا ہی۔ سنجیدہ شخص ہی۔ عقلمند ہی اور میں اُس کی تمام باتیں معتبر سمجھتا ہوں اگر وہ دوست بھوت کے وجود کے متعلق اپنی چشمدید کوئی واردات بیان کرے تو آخر کیا وجہ ہی کہ اُس کی صرف ایک اس بات کا میں یقین

Marfat.com

نہ کروں۔ اور اُس کے صرف اس بات کو جھوٹ سمجھ لوں۔
سائنس میں بھی بعض امور ایسے پائے جاتے ہیں کہ اگر اُن کے وقوع کا ثبوت نہ ہوتا تو قانون قدرت کو اٹل اور نا تغیر پذیر ماننے والے لوگ عقل کی رو سے اُن کے خلاف حکم لگاتے۔ مثلاً قدرت کا قانون ہے کہ سردی سے جسم سکڑتا ہے اور گرمی سے پھیلتا ہے۔ اس قانون کے مطابق ہم اس نتیجہ پر پہونچتے کہ برف پانی سے بھاری ہوگا۔ اور پانی کی بہ نسبت کم جگہ گھیرے گا۔ مگر عقل اور قانون قدرت کے خلاف صرف مشاہدہ نے ہمیں ایک غیر متوقع صداقت کو تسلیم کرنے پر مجبور کیا۔
اسی طرح وحی کا وجود تسلیم کرنے والی اتنی بڑی بڑی تاریخی ہستیاں ہیں جن کی شہادت قبول نہ کرنا حق وصداقت کے انکار کے مترادف ہے۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت عیسےٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ اور رسول خداؐ کوئی معمولی ہستیاں نہ تھیں خصوصاً رسول خدا اور اُن کے اصحاب کے حالات تو نہایت تفصیل اور شرح وبسط کے ساتھ اُن کے معاصرین کے قلمبند کیے ہوئے ہم تک پہونچے ہیں ایسی جیتی جاگتی چشمدید شہادتوں سے بہتر کسی وقوعہ کی اور کیا شہادت ہوگی ہے۔ اگر اسلام کی ابتدائی حالت میں آنحضرتؐ پر وحی کے نزول اور وحی کے ذریعہ معلوم کی ہوئی خبروں اور پیشین گوئیوں پر مسلمانوں کو از روئے مشاہدہ یقین کامل نہ ہوتا تو تیرہ۔ چودہ برس تک شدید مصائب کے حالات میں اسلام

Marfat.com

اُن کا قایم رہنا سراسرُ دشوار تھا۔ اگر ایسی چشم دید شہادتوں کا اعتبار ساقط ہوجائے تو پھر دنیا میں مقدمات کا صحیح فیصلہ کرنا بہت ہی دشوار ہوجائے مسلمان خدا کی ذات وصفات پر ایمان رکھتے ہیں۔ لہذا اُن کے لئے وحی جیسے امر واقعہ کے عقیدہ میں کسی قسم کا تکلف یا گرانی نہیں ہے۔

"مذہب"

مسٹر جان اسٹوارٹ مل جو میدان آزاد خیالی کے شہسوار ہیں اور مذہب کے داخل فطرت ہونے سے کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں اور جن کی درسی کتاب "لبرٹی" بہت سے ہندوستانی تعلیم یافتہ نوجوانوں کے دلوں میں جوش حریت اور آزادی کی دھن پیدا کرنے کی ذمہ دار ہے۔ وہ اپنی "ایسے" Essay (مضمون) مطبوعہ ۱۸۷۴ء کے صفحہ ۱۰۴ پر فرماتے ہیں کہ

> جب تک انسانی زندگی انسانی تمناؤں کو بر لانے کے ناقابل ہے تب تک
> یہاں کی کامیابیوں سے بالاتر لذائذ کا اشتیاق قایم رہے گا اور
> تب تک اس اشتیاق کو صحیح تسکین مذہب سے حاصل ہوگی جب تک
> دنیاوی زیست تکالیف سے معمور ہے تسلی کی ضرورت رہے گی
> جو خود غرضوں کو بہشت کی اُمید سے اور پارسا لوگوں کو خدا کی محبت
> سے حاصل ہوگی"

نام نہاد لا مذہب لوگ مذہب پر غور کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ

Marfat.com

مذہب یا خدا کا یقین انسانی فطرت میں داخل نہیں ہے لیکن نوع انسان کو پابند مذہب دیکھ کر اس کی وجہ تلاش کرتے ہیں اور جس طرح عیسائی پادری صاحبان اسلام کی ناقابل انکار کامیابی کو اس کے اصلی سبب سے جدا کر کے اس کا ایک فرضی اور خود تصنیف سبب "زور شمشیر" قرار دے کر اسے غیر الہامی ثابت کرتے ہیں اسی طرح عقلی مسلک کے پیرو مذہب پیدا کرنے والے وجود تلاش کر کے محض اس بنا پر کہ ان کو وہ وجوہ معلوم ہو گئے ہیں مذہب کو غیر فطری قرار دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو امور ایجاد مذہب کے اسباب قرار دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً عجائبات عالم یا تکلیف اور راحت خوف اور امید دلوں میں پیدا کرنے والے خارجی اسباب سب فطری ہیں اور ان اسباب سے انسان کا متاثر ہونا بجائے خود تقاضائے فطرت ہے۔ چنانچہ انسان کا اپنی تمناؤں کو بر لانے کے ناقابل ہونا۔ یہاں کی کامیابیوں سے بالاتر لذائذ کا اشتیاق قایم رہنا۔ اور انسانی زندگی کا تکلیف سے خالی نہ رہنا یہ تمام اسباب بھی فطری ہیں۔ انسان کے خود اپنے پیدا کیے ہوئے نہیں ہیں۔ لہذا جو نتیجہ ان فطری اسباب پر مترتب ہوتا ہے یعنی مذہب وہ بھی فطری ہونا چاہیئے۔

بھوک اور پیاس انسان و حیوان کے سب سے مقدم فطری خواہشات ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ ہم نے بھوک اور پیاس کے وجوہ کا پتہ لگا لیا ہے یہ خواہشیں معمولی اسباب پر منحصر ہیں۔ ان میں کوئی خاص اہمیت نہیں ہے تو

Marfat.com

اس قول سے بھوک اور پیاس کا غیر فطری خواہش ہونا ثابت نہیں ہوتا مثلاً کوئی ہم کو یوں سمجھانے لگے کہ کھانا اور پانی معدہ میں پہونچکر معدہ کی حرارت سے تحلیل ہو جاتا ہی۔ اور تحلیل ہونے کے بعد مخارج کے ذریعہ جسم انسانی سے باہر نکل جاتا ہی۔ خالی معدہ خشک رہ جانے اور سکڑنے سے ایک طرح کی تکلیف اور اضطراب کو انسان و حیوان محسوس کرتے ہیں اور اسی بے چینی اور اضطراب کا نام بھوک اور پیاس ہی اور کچھ نہیں بھوک اور پیاس کی اس تشریح سے کسی طرح یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ یہ خواہشیں غیر فطری ہیں۔ اسی طرح مذہب پیدا کرنے کے اسباب دُنیاوی تکالیف اور راحت وغیرہ سمجھ میں آجانے سے مذہب کو غیر فطری جذبہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

جب مذہب کی پیدائش کے اسباب فطری اور انسانی قابو سے بالاتر ہیں تو اُن اسباب کے نتائج کے فطری ہونے سے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہی مذہب کے وجود سے انسان کے خیالات اور اعمال پر بندشیں عائد ہوتی ہیں اور فطرت انسانی سہولت پسند ہی۔ اور بندشوں سے رہائی پانے کی قوی خواہش انسان میں پائی جاتی ہی۔ اس لحاظ سے چاہیئے تھا کہ مذہب کے خیال کو زائل کرنے کی کوشش آسانی سے کامیاب ہوتی۔ مگر زمانہ چکر کھاتا ہوا چلا جارہا ہی اور مادی علوم و فنون ترقی کرتے جارہے ہیں اور عقلی مسلک کے پیرو زبان و قلم سے مدت دراز سے ایڑی

Marfat.com

چوٹی کا زور لگا رہے ہیں لیکن پھر بھی اس خوش گوار اور دلفریب آزادی کو پسند کرنے والوں اور اُن کے نئے معتقدین کی تعداد کو ان لوگوں کی تعداد سے مقابلہ کیا جاوے جو باوجود آزادی کی فطری خواہش اور پرستاران آزادی کی پیہم کوششوں کے مذہبی دائرہ سے قدم باہر نہیں نکالتے تو اوّل الذکر گروہ کی تعداد الشاذ کالمعدوم کا مصداق ثابت ہوگی۔ اس واقعہ سے عاجز ہو کر ان آزادی پرست بزرگواروں کو اپنے خلاف اہل مذہب کی بے انتہا کثرت دیکھ کر اس کی وجہ تلاش کرتے ہوئے بے اختیار وہی کہنا پڑتا ہے جو سر جان اسٹوارٹ مل کو کہنا پڑا کہ

جب تک انسانی زندگی انسانی تمناؤں کو برلانے کی ناقابل ہے تب تک یہاں کی کامیابیوں سے بالاتر لذائذ کا اشتیاق قائم رہے گا اور تب تک اس اشتیاق کو صریح تسکین مذہب سے حاصل ہوگی جب تک دنیاوی زیست تکالیف سے معمور ہے تسلی کی ضرورت رہے گی۔ جو خود غرضوں کو بہشت کی اُمید سے اور بارسا لوگوں کو خدا کی محبت سے حاصل ہوگی"

مسٹر بریڈلا اور اُن کے معتقدین نے عجائبات عالم کو مذہب کا محرک ماننے کے بعد پیشوایان مذہب اور اراکین سلطنت کی تکلیم و ترغیب کو بھی قیام و اشاعت مذہب کا سبب گردانا ہے تاکہ اُن کے ذریعہ سے

Marfat.com

لوگوں کو اپنی اطاعت میں رکھیں اور اُن سے ذاتی مفاد حاصل کریں۔ مگر پیشوایان مذہب کے بنائے ہوئے دیوتا اور اُن کی تعلیم کردہ تمدنی معاشرتی اور مذہبی رسوم اور پابندیاں جن پر کبھی سختی سے عمل تھا تہذیب و تعلیم کی بدولت ایک ایک کرکے نابود ہو گئیں اور ہوتی جا رہی ہیں اور اُن پیشوایان مذہب اور ارکین سلطنت کا اثر مانع نہ ہو سکا۔ بلکہ تہذیب کی ترقی نے خود اُن بزرگوں اور اُن سے بڑھ کر خود سر بادشاہوں تک کی برتری اور خود مختاری کی وقعت کو دلوں سے مٹا دیا۔ مگر مذہب نہ صرف نابود ہونے سے محفوظ رہا بلکہ اور روشن تر ہو گیا۔

مذہب و اخلاق

انسان کی فطرت ایسی خود غرض واقع ہوئی ہے کہ اپنے فائدہ سے صرف اُس صورت میں دست بردار ہوتا ہے جب اُس سے بہتر کسی اور فائدہ کی توقع ہو۔ یا کسی بڑے نقصان کا اندیشہ ہو۔ اسی طرح کاشتکار اور تاجر کو اگر اپنا ذاتی نفع پیش نظر نہ ہوتا تو صرف دوسروں کے نفع کی خاطر وہ ہرگز محنت کی تکلیف برداشت نہ کرتے۔ طالبعلم آئندہ نفع کی اُمید میں برسوں جاں سوز محنت کرتا ہے۔ انسان جانوروں کو اپنی غذا بناتا ہے اور اس طرح بے شمار مخلوق کو نقصان پہونچا کر خود فائدہ اُٹھاتا ہے۔ مگر چونکہ اپنا کوئی اور بڑا فائدہ ہاتھ سے نہیں جاتا یا کوئی بڑا نقصان عاید نہیں ہوتا اس لیئے اوروں کے

Marfat.com

نقصان کی مطلق پرواہ نہیں کرتا۔ بلکہ خود اپنی قوم کی بھی پرواہ نہیں کرتا عام ضرورت کی چیزیں مہنگے داموں خرید کر اپنے صرف میں لاتا ہے اور غریبوں کی مطلق پرواہ نہیں کرتا۔ نہ اون کی کوئی رعایت کرتا ہے جبکہ دنیاوی امور میں صورتِ حال یہ ہے تو ایک لحظہ کے لیئے مذہب کو مٹانے کی کوشش کو بارآور مان لیجیئے۔ اور خدا کا وجود اور اس کی سزا و جزا کی طاقتوں کو معدوم فرض کر لیجیئے۔ اُس وقت جو لوگ دوسروں کا مال چھیننے اور اُن کی جان و آبرو لینے میں اپنا فائدہ تصوّر کرتے ہوں اور دُنیاوی حکومت کے دائرہ اثر سے باہر ہوں یا خود برسرِ حکومت ہوں یا محض پیشہ دوانیوں سے کامیاب ہو سکتے ہوں وہ اپنی انسانی مگر مریض فطرت کے ہاتھوں کیا کچھ طوفان برپا نہ کریں گے۔ اور دنیا کے سر پر کیا کیا بلائیں نہ لائینگے۔ اُس وقت کونسی طاقت ہوگی جو اُن لوگوں کو حسن اخلاق پر مجبور کرے گی۔ اور دنیا میں امن قایم رکھے گی۔

کہا جاتا ہے کہ آج کل مہذب ممالک میں بہت سے لوگ مذہب چھوڑ چکے ہیں اور باوجود اس کے وہ حسن اخلاق کا اعلیٰ نمونہ ہیں لہذا معاشرت کو ترک مذہب سے کوئی نقصان نہیں پہونچتا۔ مگر اول تو دیگر کمزور سیاہ فام اقوام کے ساتھ اُن کا برتاؤ بہت کچھ اُن کے اخلاقی حسن و خوبی پر روشنی ڈالتا ہے۔ اور ثابت کرتا ہے کہ اُن کا نیک برتاؤ محض اُنھیں کے ساتھ ہے جو برابر کے طاقتور

Marfat.com

اور کلہ بکلہ جواب دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ دوسری پتہ کی بات یہ ہے کہ مذہب کا ہزار ہا سال کا طولانی اثر چند صدیوں میں زائل نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ چند نسلوں کی مادی تعلیم اُس اثر کو بالکل فنا کر دے۔ مذہب کی بدولت یہ خیال اب تک تمام دنیا کی فضا میں پھیلا ہوا ہے کہ بُرائی کا اثر روح کو تاریک کرنے والا اور آئندہ ہزار ہا جسمانی اور روحانی نقصان پہونچانے والا ہے۔ اور کوئی ایسا قانون کا بنانے والا ہے جو عالم کے ذرہ ذرہ پر حکومت کرتا ہے اور اُس کی نظر کبھی اور کسی وقت خطا نہیں کرتی اسی خیال کی کشش ہے جو تک عقلا اور جہلا کے دلوں کو پورے طور پر حسّی فائدہ کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتی۔ پس مذہب کے بغیر اخلاقی ترقی کی نظیر اُسی وقت پیش ہوسکے گی جب یہ مادی تعلیم اور خدا کا انکار بھی مذہب کی عمر کے برابر طول کھینچے۔ اور تمام زن و مرد کے قلوب پر مذہب کی طرح دہریت قابض ہو جائے۔ اُس وقت کے لوگ البتہ اخلاق کا نمونہ بن سکیں گے۔

مہاتما گاندھی جی اور پنڈت مالویہ جی اور اُن کے ہم خیال لیڈر چھوت اچھوت اور ذات پات کی قیود توڑنے اور مٹانے کی کوشش میں مدت ہائے دراز سے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا رہے ہیں۔ اور یہ کوششیں کچھ اسی صدی میں شروع نہیں ہوئیں بلکہ روشن خیال ہندو بہت پہلے سے ان اصلاحی کوششوں میں سرگرم رہتے چلے آئے ہیں۔ مگر اس مجوزہ

Marfat.com

اصلاح کا خود مصلحین کے قلوب پر جتنا اثر ہی اُس کی گہرائی کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہی کہ پنڈت مالویہ جی نے چونکہ سمندر پار انگلستان کا سفر کیا تھا تو واپسی پر خطا شوئی کی غرض سے آپ کو پراشچت (یعنی مروجہ کفارہ ادا) کرنا پڑا۔ آپ اب بھی بیچ قوم کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہیں کھا سکتے معاشرتی رسوم کے اعتبار سے ذات پات کے قیود قریب قریب اسی منزل میں ہیں جس میں پہلے تھے۔ اور ان قیود کی شکست کے جو خال خال نظیریں ہیں وہ الشاذ کالمعدوم کے مصداق ہیں۔ خلاصہ یہ کہ صدیوں کے دلنشین عقاید صدیوں ہی میں مٹ سکتے ہیں۔

اگر خدانخواستہ حقیقت میں ایسا زمانہ آئے کہ تمام عالم خدا کا منکر ہو تو وہ وقت نہایت منحوس ہوگا۔ اور یہ انسانی مخلوق اُس وقت بھی انسان ہی رہی اور فرشتہ نہ بن گئی تو نہ ملکی حکومت اور قانون کی پیش جائے گی۔ اور نہ اس کھوکھلی اخلاقی تعلیم کے بنائے کچھ بنے گا جو لوگ فائدہ حاصل کر سکتے ہوں گے وہ وہ قیامت برپا کریں گے کہ عالم تہہ و بالا ہو جائے گا۔ عصمت، عفت اور پاکدامنی بے معنی الفاظ رہ جائیں گے۔ مرد کو بیوی اور بیٹی میں تمیز کرنے کی پابندی[1] باقی نہ رہیگی

[1] ازدواجی تعلقات کی پابندیاں مذہب کی مقرر کی ہوئی ہیں۔ کسی فطرت کے تقاضہ پر مبنی نہیں۔ نہ فطرت میں ایسی پابندیوں کا وجود پایا جاتا ہی۔ ایک شخص اپنے باغ کے درخت میں قلم لگاتا ہی وہ درخت شیریں پھل لاتا ہی۔ مالک کو اپنے درخت کا پھل کھانے سے عقل مانع نہیں ہوتی

Marfat.com

مگر یقین ہو کہ ایسا دن کبھی نہ آئے گا اور جب تک مذہب انسانی فطرت کا جزو ہو ان مشتے چند مادہ پرستوں کی کوشش مذہب کو نابود کرنے میں کامیاب نہ ہوگی کیونکہ فطرت کو بدلنا انسانی طاقت کے دائرہ سے باہر ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝

(ترجمہ۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو راہِ راست پر لائے پیچھے ہمارے دلوں کو ڈانواں ڈول نہ کر اور اپنی سرکار سے ہم کو رحمت کا خلعت عطا فرما بیشک نہیں تو بڑا دینے والا ہے)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۶)

پھر بیٹی سے متمتع ہونے میں عقل کس دلیل سے باپ کو مانع آئے گی۔ ماؤں بہنوں بیٹیوں سے ازدواجی تعلقات پیدا کرنے کے خلاف مذہب ہی تو پابندیاں عائد کرتا ہے۔ جب مذہب ہی نہ رہے گا تو پھر یہ پابندیاں بھی نہ رہیں گی۔ (مولف)

Marfat.com

آٹھواں باب

عرضِ مُدّعا

جو مسلمان نوجوان اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں زیرِ تعلیم ہیں یا اپنی تعلیم حال ہی میں ختم کر چکے ہیں اور ہنوز مطالعہ کے عادی ہیں اُن کی خدمت میں التماس ہے کہ اس کتاب کو اول سے آخر تک پڑھ جائیے۔ اُس میں آپ کسی ایسے مسئلے یا اصول یا نظریہ کا ذکر نہ پائیں گے جو بطور رائے یا قیاس یا عقیدہ کے بلا دلیل زبردستی تسلیم کرنا یا ماننا پڑے بلکہ صرف ایسے مسلّمہ اور مستند تاریخی واقعات مذکور ہیں جن سے کسی کو انکار نہیں اور جن کی آج تک کسی نے تردید نہیں کی آپ نے رسول اللہ صلعم کے مختصر حالات ملاحظہ کیے۔ چالیس برس کی عمر تک دوست دشمن آپ کو بالاتفاق سچّا اور راست باز تسلیم کرتے ہیں اور آپ کی دیانت اور امانت کے اعتراف کے طور پر آپ کی قوم بالاتفاق آپ کو اَلْاَمِیْن کا خطاب دیتی ہے۔ چالیس برس کی عمر میں نزول وحی کے بعد آپ اسلام کی تبلیغ شروع کرتے ہیں۔ سب سے پہلے آپ کی بیوی۔ اور آپ کے عزیز و اقارب اور آپ کے احباب آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں اور آپ کا دین قبول کرتے ہیں اور آپ کے یہ دوست احباب کوئی معمولی

Marfat.com

طبقہ کے لوگ نہیں ہیں بلکہ اس دل و دماغ کے لوگ ہیں جنھوں نے آگے چل کر اپنے اپنے وقت میں بڑے بڑے ملک فتح کیئے۔ دور دراز ملکوں کا نہایت عمدہ انتظام کیا۔ سپہ سالاریاں کیں! اور ایسی حکومت کی۔ ایسا عدل و انصاف کیا جس کو دنیا کی غیر قومیں آج بھی حیرت انگیز اور بہترین نمونہ قرار دیتی ہیں ان واقعات پر غور کرکے انصاف سے فیصلہ کیجیئے کہ کیا ریاکاری۔ مکر و فریب شعبدہ بازی اور عیاری کو ایسی مستقل اور دیرپا کامیابی اور سرسبزی نصیب ہوسکتی ہے؟

اس سچے متدین راست باز اور سب سے زیادہ کامیاب رسول کی معرفت دنیا کی اصلاح اور ہدایت کے لیئے جو پیغام الٰہی پہونچا اس کی خصوصیات آپ نے ملاحظہ کیں۔ تاریخ اس کی شاہد ہے کہ اس کلام کی فصاحت اور بلاغت کے سامنے عرب کے تمام نامور فصحا اور بلغا نے سر جھکا دیا۔ کسی کی ہمت نہ پڑی کہ ایک چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کی مانند بھی اپنا کوئی کلام پیش کرسکیں۔ اس کلام کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ حضرت عمرؓ جیسے تیز و تند مزاج عرب رسول خداؐ کے دشمن آپ کو قتل کرنے کی غرض سے شمشیر بکف گھر سے نکلتے ہیں مگر اپنی بہن کے گھر پہونچکر شدت غیظ و غضب کی حالت میں اس کلام الٰہی کی چند آیات پڑھکر اُن کا پتھر جیسا قلب موم کی طرح پگھل جاتا ہے اور آنحضرت کو قتل کرنے کے ارادہ کے بجائے جاں نثاری کے لیئے خدمت اقدس میں حاضر

Marfat.com

ہوتے ہیں۔ اور کیا بلحاظ فتوحات ملکی۔ کیا بلحاظ عدل وانتظام اور کیا بلحاظ ذاتی اخلاق وعادات کے دُنیا میں غیر فانی شہرت حاصل کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا مشہور اور سچّا تاریخی واقعہ ہی جس کو ساری دُنیا جانتی اور مانتی ہی۔ اور دوست دشمن سب کو یہ واقعہ تسلیم ہی۔

قرآن مجید کی پیشین گوئیوں پر آپ نے غور کیا۔ ابھی مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی اور ظاہری حالات کے لحاظ سے کسی کو ان چند نفوس کے غلبہ کا وہم وگمان بھی نہ ہوسکتا تھا۔ اور دوسری طرف اپنی کثرت اور قوت کے بھروسہ پر کفّار کو یہ یقین تھا کہ ہم ان مُٹھی بھر مسلمانوں کا بہت جلد خاتمہ کردیں گے۔ چنانچہ تیرہ چودہ[۱۴] برس تک کُفّار مسلمانوں کی مختصر جماعت کو ستاتے اور تکلیفیں دیتے رہے مسلمان یہ سب ایذائیں اور مصائب بے آبروئی اور بے حرمتی برداشت کرتے رہے۔ اُن کی تسلّی کے لیئے اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کی معرفت بار بار یہ اعلان کیا کہ کوئی دن جاتا ہی کہ خود مسلمان غالب ہوں گے اور تمام عرب قبائل کی مخالفانہ قوتوں کا خاتمہ کردیں گے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے قلیل زمانہ قیام مدینہ میں قرآن مجید کی یہ سب پیشین گوئیاں پوری ہوگئیں اور آپ کی زندگی میں سارے عرب نے اسلام قبول کرلیا۔ کیا دُنیا کی تاریخ میں کسی مظلوم اور ستم رسیدہ مختصر گروہ کی آئندہ شاندار کامیابیوں اور انتہائی عروج کی ایسی پیشین گوئیوں کی کوئی اور نظیر موجود ہی؟

Marfat.com

کلام الٰہی کی تعلیم و ہدایت کا نتیجہ دُنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ قرآنی تعلیم کے بے مثل ہونیکا سب سے زیادہ واضح معیار یہ ہے کہ جو کام اس کتاب نے کرکے دکھایا وہ آج تک کسی دوسری کتاب نے نہیں دکھایا اور قرآن کریم نے جو انقلاب دُنیا میں پیدا کیا اور جس طرح نہایت پستی کی حالت سے ایک قوم کو اُٹھا کر چند سال کے اندر اوج کمال تک پہونچا یا اُس سے متعلق ساری دُنیا کو اعتراف ہے کہ ایسا عظیم الشان انقلاب کسی اور کتاب نے پیدا کرکے نہیں دکھایا۔ چنانچہ مسٹر سیل قرآن مجید کے اپنے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں شہادت دیتے ہیں کہ

دُنیا میں اس دین کو جو قبولیت حاصل ہوئی اُس کی کوئی مثال اور نظیر نہیں ہے۔ اور اس دین کو نہ صرف اُن قوموں نے قبول کیا جن پر مسلمانوں نے کبھی فوج کشی نہ کی تھی بلکہ اُن لوگوں (یعنی ترکوں اور تاتاریوں) نے بھی قبول کر لیا جنھوں نے اہل عرب کو اُن کی فتوحات سے محروم اور اُن کی سلطنت بلکہ اُن کے خلیفوں کا خاتمہ کر دیا اور جس میں کوئی بات اُس سے بڑھ کر تھی جو ایک مذہب میں عموماً خیال کی جاتی ہے اور جس کی وجہ سے اُس نے ایسی عجیب ترقی کی"

پیشش اور یہ عالمگیر تاثیر جس نے فاتحین کو مفتوح اور مغلوب کیا اگر حق و

Marfat.com

صداقت کا نتیجہ نہ تھی تو آخر اس دین کی اشاعت کا اور کیا سبب قرار دیا جاسکتا ہے۔

ڈینٹی نے جو اٹلی کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ مشہور شاعر ہے ایک دلکش اور لطیف نظم لکھی ہے جس کے دو مصرعوں کا مضمون یہ ہے کہ "موسم زمستان میں جبکہ زہریلی گرفت سے کوئی چیز آزاد نہ تھی میں مدتوں ایک سوکھی سی شاخ پر ایک کانٹے کو دیکھتا رہا لیکن جب جاڑے گئے اور موسم بہار آیا تو اس کانٹے کے سرے پر ایک خوش رنگ پھول نکل آیا جس کی خوشبو نے میرے دل و دماغ کو معطر کر دیا۔"

حضرت رسول خدا کے ظہور نے اس دلآویز تشبیہ کو مجاز سے حقیقت میں بدل دیا۔ ۵۷۰ء سے پیشتر دنیا خارزار بنی ہوئی تھی مگر اس کبھی نہ فراموش ہونے والی تاریخ کے بعد جبکہ حضور رحمۃ للعالمین کا ظہور ہوا تو وہ یک بیک لالہ زار ہو گئی۔

ان سب واقعات کا علم ہو جانے کے بعد اگر آپ کا دل گواہی دیتا ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ قلب ایسی گواہی نہ دے کہ قرآن مجید پیغام الٰہی ہے تو اس پیغام کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف سے واقف ہونا ہر اس شخص کا پہلا فرض ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہے۔

عالم تنہائی میں جب کہ چاروں طرف سکوت کا عالم ہو اور آپ کی توجہ کو

Marfat.com

منتشر کرنے والے اسباب مفقود ہوں اُس وقت تھوڑی دیر کے لیئے قرآن مجید کو غور سے مطالعہ کیجیئے۔ اُس کے مطالب پر آگاہ ہو جیئے۔ آپ کو اس مطالعہ میں غیر معمولی لذّت محسوس ہوگی اور آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ صداقت افسانہ سے کہیں زیادہ دلچسپ ہوتی ہی۔ ساتھ ہی آپ اپنی روزمرّہ کی زندگی میں اور پیش آمدہ مشکلات میں اس کلام الٰہی کو اپنا سب سے زیادہ شفیق اور مخلص رہنما پائیں گے۔

میرے ایک ملنے والے انگریزی زبان سے بالکل ناواقف تھے کمشنر نے اُن کو سارٹیفکٹ دیا جس میں ایک جملہ یہ بھی تھا "ہی ہیز ڈن گڈ وار ورک he has done good war work یعنی اس شخص نے "یورپ کی جنگ عظیم کے سلسلہ میں اچھا کام کیا ہی"۔ ان صاحب کو انگریزی الفاظ کے اُردو ترجمہ سے کچھ لطف نہ آتا تھا لہذا اُنھوں نے اصل انگریزی الفاظ حفظ یاد کر لیئے تھے اور اُن کو جھوم جھوم کر اپنے احباب کے سامنے دُہرایا کرتے تھے۔

اسی طرح دہلی کے ایک صاحب کو وہاں کے چیف کمشنر نے سند دی تھی جس میں لکھا تھا "ہی از دی موسٹ لائل سٹیزن آف دہلی" He is the most loyal citizen of Delhi (یعنی یہ شخص دہلی کا سب سے زیادہ وفادار باشندہ ہی) یہ صاحب بھی انگریزی سے ناآشنا تھے مگر یہ جملہ جو اُنھوں نے حفظ کر لیا تھا اپنے احباب کے سامنے لطف

Marfat.com

لے لیکر بیان فرمایا کرتے تھے۔

بغیر سمجھنے کے شاہی زبان کے قلب پر خاص اثر ڈالنے کی یہ چشمدید مفید مطلب مثالیں ہیں۔ جب شاہی زبان میں یہ دلکشی اور دل فریبی ہے تو بشرطیکہ دل کو تھوڑا سا لگاؤ ہو کلام الٰہی کی تاثیر میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ کلام مجید کی عبارت فصیح بھی ہے اور بلیغ بھی۔ فصاحت سے مراد کلام کا ایسے الفاظ سے ترکیب پانا مراد ہے جو زبان پر تلفظ کے وقت سہل ہوں اور کانوں کو خوش گوار ہوں۔ اور دل میں فوراً اثر پیدا کریں۔ بلاغت سے مطلب ہے کہ تھوڑے سے تھوڑے الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مطلب ادا ہونا جب کلام حد سے زیادہ بلیغ ہوگا اور حشو و زوائد سے بالکل پاک ہوگا تو جملوں کے باہم ربط کو سمجھنے کے لئے فہم رسا اور نظر دقیق کی ضرورت ہوگی۔ جو لوگ بلیغ کلام کے سمجھنے کے خوگر ہوتے ہیں وہ کلام کی خوبیوں کو بہ آسانی سمجھ لیتے ہیں اور اس کا لطف اٹھاتے ہیں۔ مثلاً غالب کے اشعار یا دیوان حافظ کی غزل یا مثنوی مولانا روم کا کوئی ٹکڑہ یا سہ نثر ظہوری کی عبارت سن کر اہل ذوق فوراً لطف اندوز ہوتے ہیں مگر عوام کے لئے ان کتابوں کی متعدد شرحیں شایع ہو چکی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں۔ یہی کیفیت قرآن مجید کی عبارت کی ہے۔ اپنی بدمذاقی کی وجہ سے بعض نکتہ چینوں کا خیال ہے کہ کلام الٰہی کے مضامین اور عبارت میں کوئی ترتیب اور ربط نہیں ہے۔ یہ خیال

Marfat.com

ناواقفیت پر مبنی ہے۔ ساری دُنیا میں ابتدا سے لیکر آج تک ایک ہی ترتیب کا رواج اس کا شاہد ہے کہ سورتوں اور آیتوں کی موجودہ ترتیب سراسر آنحضرتؐ کی ہدایت کے مطابق ہے۔ چونکہ آنحضرتؐ کی وفات کے وقت بہت سے حفاظ موجود تھے جن کو یقیناً تمام قرآن مجید بالترتیب یاد تھا اور جس کی وہ نماز میں اور نماز کے علاوہ ترتیب مقررہ کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے اور جن کی مدد سے حضرت ابوبکرؓ نے اسی ترتیب سے پہلی بار اس کو لکھوایا اور جس کے مطابق حضرت عثمانؓ نے اس کی نقلیں ممالک مفتوحہ میں تقسیم کرائیں اور جو ترتیب بلا اختلاف تمام دُنیا در ابتداء میں مستند سمجھی جاتی ہے اس ترتیب کے صحیح ہونے میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ آیات و سورتوں کے نزول کی ترتیب دوسری ہوتا بالکل غیر متعلق مسئلہ ہے اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ہمارے ملکی قانون کی ہے۔ ملکی قانون میں حسب اقتضا ضرورت جو اضافے (یا ترمیمات) دفعتاً فوقتاً ہوتے رہتے ہیں وہ بہ اوقات مختلف گورنمنٹ پریس میں چھپ کر کاغذ کے تراشوں کی صورت میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور جن جن لوگوں کے پاس وہ قانون کی کتاب ہوتی ہے وہ مطبوعہ ہدایات کے مطابق اُن اضافوں اور ترمیموں کے مطبوعہ تراشوں کو اپنی اپنی جگہ مناسب موقعہ پر اُس کتاب میں چسپاں کر لیتے ہیں ان اضافوں اور ترمیموں کی طباعت اور اشاعت کی تاریخ کا اصل

Marfat.com

قانون کی کتاب کی ترتیب پر کوئی اثر نہیں پڑتا تمام کلام مجید آنحضرتؐ کے زمانہ میں نازل ہو چکا تھا۔ پھر یہ بات کسی طرح عقل گوارا نہیں کرتی کہ اس قدر طویل مضامین کی کوئی ترتیب آنحضرتؐ نے قایم نہ فرمائی ہو اور آنحضرتؐ صلعم خود اور اس وقت کے تمام حفاظ قرآن مجید کی تلاوت بغیر کسی ترتیب کے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق کیا کرتے ہوں اگر ایسا ہوتا تو قرآن مجید کی پہلی ترتیب کے وقت حفاظ میں نیز دیگر مسلمانوں میں باہم سخت اختلاف نمودار ہوتا اور جھگڑا ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہوا بعض علما نے تو آیات اور سورتوں کی موجودہ ترتیب کو بھی بجائے خود قرآن مجید کے اعجاز کی ایک وجہ قرار دی ہے۔ چنانچہ جب آیات کا باہم ربط بتلانے سے معلوم ہو جاتا ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ ایسی آسان بات پہلے بغیر بتلائے خود بخود کیوں سمجھ میں نہ آئی۔ مثلاً ایک بزرگ ماہر قرآن کریم کی صحبت میں سورۂ وَالْعٰدِیٰتِ کا ترجمہ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۝ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝

(ترجمہ) (غازیوں کے) ان گھوڑوں کی قسم جو دوڑتے دوڑتے ہانپ اٹھتے ہیں پھر (پتھروں پر اپنی ٹاپوں) کے مارنے سے چنگاریاں نکالتے ہیں

Marfat.com

پھر صبح کے وقت (دشمنوں پر) چھاپا جا مارتے ہیں۔ پھر اُس وقت (اپنی دوڑ دھوپ سے) غبار بلند کرتے ہیں۔ پھر اُسی وقت (دشمنوں کی) جماعت میں جا گھستے ہیں۔ بے شک انسان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔

ہم جس چیز کی قسم کھاتے ہیں اُس کو اپنا گواہ قرار دیتے ہیں۔ مثلاً خدا کی قسم ایسا ہوا یعنی خدا گواہ ہے ایسا ہوا۔ اسی طرح قرآن شریف میں وارد ہوا ہے وَالْعَصْرِ یا وَالْعٰدِیٰتِ یعنی زمانہ کی قسم (زمانہ اس کا شاہد ہے) یا گھوڑے کی قسم (گھوڑا اس بات کا گواہ ہے) ملک عرب میں گھوڑے کو جو فضیلت حاصل ہے اور عربوں کو اپنے گھوڑوں سے جو غیر معمولی تعلق ہوتا ہے اُس اہمیت کے لحاظ سے گھوڑے کو گواہ قرار دیا گیا کہ گھوڑوں کی قسم انسان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ چونکہ گھوڑے اور انسان کے ناشکرے پن میں بظاہر کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا اس لیے دریافت کیا گیا حضرت مولانا صاحب صرف اتنا کہنے پائے تھے کہ جن گھوڑوں سے جنگ میں یہ یہ خدمات لی جاتی ہیں یہاں تک کہ آخر میں وہ جان دے دیتے ہیں اُن کو چند مٹھی گھاس کے تنکے اور تھوڑا سا چنے کا دانہ آپ دیتے ہیں۔ بس اتنا سُن کر سب مطلب سمجھ میں آگیا۔ اور تعجب تھا کہ اتنی موٹی بات خود ہماری سمجھ میں کیوں نہ آئی۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جن گھوڑوں کو آپ چند تنکے گھاس کے اور تھوڑا سا دانہ کھلا کر اُن سے ایسی ایسی جانکاہ خدمتیں لیتے ہیں۔ تو انسان کو جو نعمتیں

Marfat.com

عطا ہوئی ہیں۔ اُن کے بدلے آپ اپنے آقا کے کیا کیا خدمات بجا لاتے ہیں۔
چونکہ کلام الٰہی نہایت بلیغ ہے اس لیئے عام مسلمانوں کے سمجھنے کے لیئے تھوڑی بہت تشریح لازمی ہے۔ خصوصًا ہندوستانی مسلمانوں کو ایسے اُردو ترجمہ کی ضرورت ہے جس میں زمانہ حال کی جدید تحقیقات کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسے فٹ نوٹ ہوں جن میں نہایت تحقیق اور تفتیش کے بعد جغرافیائی اور تاریخی حوالوں کی مناسب وضاحت ہو۔ اور مروجہ مختصر تفسیری حاشیوں کے علاوہ سورتوں کے شروع میں ترتیب آیات کا لحاظ رکھتے ہوئے مضامین کا خلاصہ درج ہو۔ اور سورتوں کا باہم ربط نیز جہاں جہاں ضرورت سمجھی جائے وہاں آیات کا باہم ربط اور تعلق ظاہر کر دیا جائے۔ ضخامت جہاں تک ممکن ہو کم سے کم ہو تاکہ معمولی حیثیت کے مسلمان اُس کا ہدیہ ادا کرنے کے متحمل ہو سکیں۔ حلّ لغات۔ فلسفیانہ مباحث۔ مفسرین کی رائیں اور اعتراضات اُٹھا کر اُن کے جواب لکھنے کی کوشش۔ نیز ایسی تفصیلات کی ضرورت نہیں جن کا اصل متن سمجھانے سے گہرا تعلق نہ ہو۔ ایسا ترجمہ میسّر ہونے سے اسکولوں اور کالجوں کے لیئے دینی نصاب کا مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا بشرطیکہ قرآن مجید پڑھانے والے اتنے تعلیم یافتہ تو ہوں جتنے ریاضی۔ تاریخ جغرافیہ۔ فلسفہ اور اقتصادیات وغیرہ مضامین پڑھانے والے ہوتے ہیں
میں نے مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے (لاہور) کا اردو ترجمہ قرآن مجید دیکھا ہے اور

Marfat.com

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا ترجمہ بیان القرآن بھی مطالعہ کیا ہی
ان دونوں ترجموں میں اختصار کی بہت گنجائش ہی۔
ہم سب واقف ہیں کہ مطبوعہ بائبل کے نسخوں میں کوئی تفسیر نہیں ہوتی
حالانکہ یورپ میں عیسائی محققین اور علما کی کمی نہیں ہی بلکہ اُن کی تعداد بہت زیادہ
ہی اور اُن کی تحقیقات علمی کا پایہ بھی بلند ہی۔ مگر چونکہ عیسائیوں کو بائبل پڑھانے
والے اپنے مضمون کے ماہر ہوتے ہیں۔ اور اپنے مضمون سے شغف بھی رکھتے
ہیں اس لیئے وہاں تفسیر غیر ضروری سمجھی جاتی ہی۔ ہمارے مفسرین بلحاظ
رواج کے یہ جانتے ہیں کہ قرآن مجید کسی درسگاہ میں درسًا و رسمًا اُستاد
نہیں پڑھاتے۔ بڑے مدرسوں میں تفسیریں اور تفسیروں کی تفسیریں البتہ
پڑھائی جاتی ہیں اس لیئے ترجموں اور تفسیروں میں طوالت ناگزیر ہی۔ نتیجہ
یہ ہی کہ عام مسلمان جو عموماً معرّے قرآن مجید یا مروجہ مترجم نسخے خریدتے ہیں
وہ ایک طرف مفصل تفسیروں کے فیض سے محروم رہتے ہیں اور دوسری
طرف مروجہ ترجمے تفہیم مضامین میں کافی مدد نہیں دیتے۔ اور جن مفید مطلب
تفسیری ترجموں کا مجھے علم ہی اُن کا ہدیہ زیادہ ہی۔
قرآن مجید کا ترجمہ غور اور توجہ کے ساتھ مطالعہ کرنے اور سمجھنے سے طلبا پر
یہ راز خود منکشف ہونے لگے گا کہ اس کتاب اللہ میں وہ کون کون سی مدایتیں
ہیں جن پر عمل کرنے سے جاہل عربوں نے بہت تھوڑے عرصہ میں دنیا کو

Marfat.com

فتح کرلیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ اب کیوں مسلمانوں کو اس کتاب کے مطالعہ سے پہلے کی طرح نفع نہیں ہوتا۔ یہ بحث صحیح نہیں ہے کہ اب حالات بدل گئے ہیں۔ اور پرانے ہتھیار اس زمانہ کے نئے آلات کا مقابلہ نہیں کرسکتے جس وقت عرب میں بدّو ساربانوں کی قوم جاگی ہے تو عرب کی سرحدوں سے ملحق رومۃ الکبریٰ اور فارس کی نہایت شائستہ اور مہذب سلطنتیں قایم تھیں ان شائستہ قوموں کے ذہن میں اہل عرب کی جو وقعت تھی وہ یزدجرد شہنشاہ فارس کے اس قول سے ظاہر ہوتی ہے ؎

زشیر شتر خوردن و سوسمار — عرب را بجائے رسیدست کار
کہ تخت کیاں را کند آرزو — تفو بر تو ای چرخ گرداں تفو

مگر انھیں جاہل اور اونٹ چرانے والے بدوؤں نے اسی قرآن مجید کے زیر ہدایت جو کام کیئے دُنیا اُن سے واقف ہے۔ کیا تعجب کی بات نہیں کہ اسی ملک ہندوستان کے رہنے والے اسی زمانہ میں ہماری ہمسایہ قوم (ہندو صاحبان) کے بڑے بڑے سربرآوردہ لیڈر گیتا کے ذریعہ سے جو تصوّف کا ایک رسالہ ہے اور مہابھارت اور رامائن کے افسانوں کے ذریعہ سے اپنی قوم میں ترقی کی روح پھونکنے کی کوششیں کررہے ہیں اور اُن کے حوالوں سے قومی ترقی کے ولولوں کو برانگیختہ کررہے ہیں۔ اُن کے مقابلہ میں مسلمان اپنے آپ کو اُس عجیب و غریب کتاب سے بے نیاز سمجھ بیٹھے ہیں جس کا کچھ حال صفحات

Marfat.com

ماسبق میں مذکور ہوا ہی۔

قرآن مجید اعلان کرتا ہی وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(یعنی قرآن کو ہم نے مومنوں کے لیئے شفا اور رحمت کر کے بھیجا ہی)

کیا کوئی مسلمان اس صداقت سے انکار کر سکتا ہی۔ کیا یہ وعدہ صرف پرانے زمانہ کے مسلمانوں سے مخصوص تھا۔ اور اب یہ آیت معطل ہو گئی ہی۔ ہمارا مریض ہونا مسلّم۔ اور قرآن مجید شفا ہونے کا مُدّعی۔ لہٰذا یہ مسئلہ حل طلب ہی کہ ایسے مجرّب نسخے سے مرض کا ازالہ کیوں نہیں ہوتا۔ اطبّاء قدیم کی تحقیقات سے اطبّائے حال برابر فائدہ اُٹھا رہے ہیں اور پُرانی جڑی بوٹیوں کو نئے طریقوں سے زود اثر بنا کر دنیا کو فائدہ پہونچا رہے ہیں۔ نظر بہ حالات کیا اس امر کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور مقصود کی تلاش میں اس بحرِ ذخّار میں غوطہ لگایا جائے۔

حضرت شاہ اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں کہ

"اس زمانہ میں دین کے معاملہ میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں کوئی پھلوں کی رسموں کو پکڑتے ہیں۔ کوئی بزرگوں کے قصے دیکھتے ہیں اور کوئی عالموں کی باتوں کو جو اُنھوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے

Marfat.com

نکالی ہیں سند پکڑتے ہیں۔ اور عوام الناس میں یہ بات مشہور ہے کہ اللہ رسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اُس کے سمجھنے کو بڑا علم چاہیئے ہم کو وہ طاقت کہاں کہ اُن کا کلام سمجھیں اور اُس راہ پر چلنا بڑے بزرگوں کا کام ہے۔ سو ہماری کیا طاقت ہے کہ اُس کے موافق چلیں بلکہ ہم کو یہی باتیں کفایت کرتی ہیں۔ سو یہ بات بالکل غلط ہے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں باتیں بہت صاف اور صریح ہیں اُن کا سمجھنا مشکل نہیں اور اللہ اور رسول کے کلام سمجھنے کو بہت علم نہیں چاہیئے کیونکہ پیغمبر تو نادانوں کو راہ بتانے کو اور جاہلوں کو سمجھانے اور بے علموں کو علم سکھانے کو آئے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ سورۂ جمعہ (رکوع ۱) میں ارشاد فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (یعنی وہ خدا ہی تو ہے جس نے اَن پڑھوں میں انھیں میں سے پیغمبر بنا کر بھیجا۔ وہ ان کو خدا کی آیتیں پڑھکر سناتا ہے اور اُن کو پاک کرتا ہے اور اُن کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے ورنہ اُس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں مُبتلا تھے)

Marfat.com

سو جو کوئی یہ آیت سُن کر پھر کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی سمجھ نہیں سکتا اور اُن کی راہ پر سوائے بزرگوں کے کوئی نہیں چل سکتا تو اُس نے اس آیت کا انکار کیا۔ اس بات کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک بہت بڑا حکیم ہو اور ایک بہت بیمار۔ پھر کوئی شخص اُس بیمار سے کہے کہ فلانے حکیم کے پاس جا کر اُس کا علاج کراؤ اور وہ بیمار کہے کہ اُس حکیم سے علاج کرانا تو بڑے بڑے تندرستوں کا کام ہے مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ میں تو سخت بیمار ہوں۔ سو وہ بیمار نادان ہے اور اُس حکیم کی حکمت کا انکار کرتا ہے۔ اس واسطے کہ حکیم تو بیماروں ہی کے علاج کے واسطے ہے۔ جو تندرستوں کا علاج کرے اور انھیں کو اُس کی دوا سے فائدہ ہو اور بیماروں کو کچھ فائدہ نہ ہو تو وہ حکیم ہی کاہے کا ہے۔"

حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل قرآن مجید پر غور و فکر کرنا بہت ضروری اور نفع بخش ہے۔ قرآن مجید کا انسانیت پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ وہ بنی نوع انسان کے لیئے ایسا مکمل ہدایت نامہ پیش کرتا ہے جو بیک وقت انسان کی انتہائی روحانی اور مادی ترقی کا ضامن اور کفیل ہے۔ اور جس نے دین و دُنیا کو لازم ملزوم قرار دیا۔ اور آنحضرتؐ کے وجود کو اپنی تعلیم کا بہترین نمونہ پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ آدمی خلافت

Marfat.com

کے بغیر عبدیت میں کامل نہیں ہو سکتا۔

اسی تعلیم نے وحشی عربوں میں بہت جلد ایسے اوصاف اور اخلاق پیدا کر دیئے کہ ایک طرف تو وہ سب سے زیادہ موحد اور خدا پرست بن گئے اور دوسری طرف چند سال کے عرصہ میں دُنیا کی بڑی بڑی زبردست سلطنتوں نے اُن کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا۔

تاریخ عالم شاہد ہے کہ ہر قوم کی اخلاقی اور مادی حالت کی ترقی اور تنزل کا ہمیشہ ساتھ رہا ہے۔ جیسی قوم کی مادی حالت ہوتی ہے ویسے ہی اُس کے اخلاق ہوتے ہیں۔ اگر قوم زندہ ہوتی ہے تو اُس کے افراد میں جُرأت ہمت۔ استقلال۔ ترقی کی اُمنگ۔ قربانی کا ولولہ اور حوصلہ ہوتا ہے۔ اور جب قوم مُردہ ہوتی ہے تو اُس کے افراد پست ہمت سُست۔ بُزدل۔ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھنے والے ہوتے ہیں۔ نواب محسن الملک مرحوم نے ایک موقعہ پر اس تنزل کو ایک مثال سے واضح کیا تھا کہ جب مسلمانوں میں کچھ جان تھی تو اُن میں وعدہ اور قول و قرار کا دوسرا مفہوم تھا۔ اور جب اُن پر مردنی چھا گئی تو اُنھیں الفاظ کا دوسرا مفہوم ہو گیا یعنی پہلے مشہور تھا "قول مرداں جاں دارد" پھر یہ حالت ہو گئی "وعدہ آسان ہے وعدہ کی وفا مشکل ہے" اب اس کے بعد رفتہ رفتہ حالت اس حد کو پہونچ گئی ہے کہ "وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا"۔

اسی طرح قرآن مجید کی اصطلاحوں نے بھی ہماری پستی کے لحاظ سے

Marfat.com

نئے نئے معنی پہن لیئے ہیں مثلاً اسلام کی تعلیم "توکل" کو غیر قوموں نے نہایت عزّت واحترام کی نظروں سے دیکھا تھا۔ قرآن مجید کی سورہ مائدہ کے رکوع ۴ میں ارشاد ہوتا ہے قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۝ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۔ وَعَلَی اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

(یعنی وہ لوگ کہنے لگے کہ اے موسیٰ اس ملک میں تو بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں۔ اور جب تک وہ وہاں سے نہ نکل جائیں ہم تو اُس ملک میں قدم رکھتے نہیں۔ ہاں وہ لوگ اُس میں سے نکل جائیں تو ہم ضرور جا داخل ہوں گے خدا کا ڈر ماننے والوں میں سے دو آدمی تھے کہ اُن پر خدا نے اپنی خاص مہربانی کی وہ بول اُٹھے کہ اُن پر چڑھائی کر کے دروازے میں گھُس پڑو اور جب تم دروازہ میں گھس پڑے تو بلاشبہ تمہاری فتح ہے۔ اور تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ پر توکل کرو)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ توکل سے مطلب ہے مشکلات کی حالت میں پوری ہمت سے کام لینا اور نتیجہ کی طرف سے خائف ہو کر کام نہ چھوڑ بلکہ نتیجہ کے متعلق خدا تعالیٰ سے کامیابی کا بھروسہ رکھنا۔

لیکن اب ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جانے اور کچھ کام نہ کرنے کو توکل کہنے لگے

Marfat.com

چنانچہ ایسے ایسے قصے مشہور ہیں کہ ایک صاحب نے توکل کیا۔ اور ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ رہے اور عہد کیا کہ میں اس وقت تک کھانا نہ کھاؤں گا جب تک خود بخود کھانا غیب سے میرے منہ میں نہ آجائے گا۔ اسی طرح کچھ عرصے بیٹھے رہے اس کے بعد کھانے کا ایک خوان اُن کے سامنے آموجود ہوا۔ وہ سمجھے کہ کام ہوچکا اور اپنے ہاتھ سے کھانا کھانے لگے۔ اتنے میں غیب سے ندا آئی تو جلدی کر گیا اگر کچھ دیر اور استقلال سے کام لیتا تو کھانا خود بخود لقمے بن کر تیرے منہ میں پہونچتا۔ چونکہ قرآن مجید میں توکل کی تعریف ہے اس لیئے نکمے لوگ مستحق تعریف قرار پا گئے کہ فلاں صاحب بڑے متوکل ہیں کچھ کام نہیں کرتے کبھی گھر سے باہر بھی نہیں نکلتے۔

اسی طرح "صبر" کے معنے آج کل فقط یہ لیئے جاتے ہیں کہ کوئی مصیبت آپڑے تو اظہار غم نہ کریں۔ دقتیں برداشت کریں اور چپ چاپ بیٹھے رہیں اُف نہ کریں۔ اس قسم کی بے حمیتی کی تعریف کی جاتی ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ یہ قرآنی ہدایت کی تعمیل ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں جس صبر کی تعریف ہے اُس کا مفہوم یہ ہے کہ صحیح اصول پر کام کرنے میں جو دقتیں پیش آئیں اُن کا برداشت کرنا اور کام کو جاری رکھنا اور نباہنا۔ اور مشکلات سے گھبرا کر اپنا کام نہ چھوڑنا۔ چنانچہ سورۂ آلِ عمران کے رکوع ۱۰ میں ارشاد ہوتا ہے

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ

Marfat.com

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَکَانُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ
(یعنی اور بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے لوگ دشمنوں سے لڑے تو جو مصیبت اُن کو اللہ کے راستہ میں پہونچی اُس کی وجہ سے نہ تو اُنھوں نے ہمت ہاری اور نہ بودا پن کیا اور نہ دشمنوں کے آگے عاجزی کا اظہار کیا اور اللہ صابروں کو دوست رکھتا ہے)

کلام مجید میں صابروں سے توقع کی جاتی ہے کہ کم سے کم اپنے سے دُگنی قوت پر وہ غالب ہو جائیں گے۔

فَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ صَابِرَۃٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْٓا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۵

(یعنی اگر تم میں سے سو صابر ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے۔ اور اگر تم میں سے ایسے ایک ہزار ہوں گے تو وہ خدا کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے اور اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے۔) سورۂ انفال رکوع ۹

ان مثالوں سے صرف یہ جتلانا مقصود ہے کہ اصل کتاب پیش نظر نہ رہنے سے اور شرحی تفصیلات کی طرف متوجہ ہو جانے سے ایک تو الہامی الفاظ کے غلط مفہوم رائج ہو گئے۔ اور دوسرے کلام مجید کی تعلیم کے ضروری پہلو نظر انداز ہو گئے۔

ہندوستان کے مسلمانوں کی معاشرتی۔ اخلاقی۔ اور سیاسی پستی اب اِس

Marfat.com

حد تک پہونچ گئی ہو کہ یہ خیال عام ہو گیا ہو کہ روحانی ترقی اور دنیاوی ترقی دو متضاد حقیقتیں ہیں۔ چنانچہ مسلمان عموماً اب دو طبقوں میں تقسیم نظر آتے ہیں ایک بزعم خود روحانی اور دوسرا دنیاوی۔ پہلے طبقہ نے اپنا فرض گوشہ نشینی اور ترک دنیا اور ماحول سے بے خبر رہنا قرار دیا اُنکا خیال ہو کہ دنیاوی عزت ثروت حکومت اور تونگری غیر مسلموں کے لیئے ہی۔ اور محتاجی نفیری اور مسکینی مسلمانوں کا طغرائے امتیاز ہی۔ خلاصہ یہ کہ دنیا مسلمانوں کے لیئے نہیں ہو بلکہ کافروں کے لیئے مخصوص ہی۔ اور جنت مسلمانوں کے لیئے ؎

منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید ناامیدی اُس کی دیکھا چاہیئے

دنیا بکری ہو اور اُس کے طالب کُتّے۔

اہل دنیا کافران مطلق اند۔ روز و شب در زق زق و در بق بق اند

اس کے برعکس دنیاوی ترقی کی کوشش کرنے والے بدقسمتی سے اپنے آپ کو روحانی ترقی سے بے نیاز سمجھنے لگے۔ طرفین کے یہ خیالات قرآنی تعلیم کے بالکل برخلاف ہیں۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ اور بار بار دوہرایا گیا ہو کہ جن لوگوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور احکام الٰہی کی پیروی نہیں کی اُن کو جہاں دیکھو ذلت اُن کے سر پر سوار ہی اور وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہیں۔ اور محتاجی ہو کہ الگ اُن کے پیچھے پڑ گئی ہو

Marfat.com

یعنی محتاجی اور مسکنت خدا کے غضب کی نشانی قرار دی گئی ہے۔ اس کے برعکس جیسا کہ اس کتاب کے پانچویں باب میں بتلایا گیا ہے اللہ تعالےٰ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے اُن کو دُنیا میں غلبہ۔ حکومت اور سلطنت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور یہ کہ عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنین ہی کے لیئے ہے۔

اگر غور اور توجہ کے ساتھ قرآن مجید کا مطالعہ کیا جائے تو دُنیاوی زندگی کو کامیاب بنانے کے موثر وسائل کی اس میں بہت کچھ تصریح ہے۔ عام طور پر قرآن مجید میں جو قصے بیان ہوئے ہیں اُن کو صرف حکایتوں اور کہانیوں کا درجہ دیا جاتا ہے اور اُن سے حقیقی طور پر مستفید ہونے کا قصد ہی نہیں ہوتا۔ حالانکہ خود قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ قرآنی قصص میں مسلمانوں کے لیئے ہدایت اور نصیحت مقصود ہے۔ مثلاً حضرت یوسفؑ کا قصہ عام طور پر حسن و محبت کا ایک واقعہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ قرآن مجید اُس کو احسن القصص قرار دیتا ہے۔ اس قصہ میں علاوہ اور بہت سی خوبیوں کے اپنے جذبات پر قابو رکھنے۔ اپنے آقا کی امانت میں خیانت نہ کرنے اور کسی حالت میں اپنے فرض سے غافل نہ ہونے اور اپنے کام کو نہ چھوڑنے اور اسی قسم کی اُن مخصوص اخلاق کی تعلیم ہے جن سے ایک شخص غلام کی حیثیت سے ترقی کر کے حکومت کے مرتبہ پر پہونچ سکتا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے صحیح اصول کے خلاف کام کرنے کی بجائے قید کی مشقت برداشت کی اور جب آپ

Marfat.com

قیدخانہ میں محبوس ہوگئے تو وہیں قیدیوں کو توحید کی تبلیغ شروع کردی۔
اسی طرح مثلاً طالوت اور جالوت کا قصہ ہے اس میں اہم کام انجام دینے کی ہدایتیں شامل ہیں۔ کوئی بڑا کام کرنے کے لیئے افسر (لیڈر) کی ضرورت۔ افسر کی صفات کہ علمی اور جسمانی دونوں قوتیں اس میں اعلیٰ درجہ کی ہونا ضروری ہیں اور اس بات کی تلقین کہ مالدار ہونا افسری کی کوئی ضروری شرط نہیں۔ ساتھ ہی کام کرنے والوں کی صفات کا ذکر ہے کہ یہ لوگ آزمایش کے بعد منتخب کیئے جائیں۔ پیرؤوں میں ڈسپلن کی ضرورت اور یہ کہ کامیابی کے لیئے کثرت تعداد لازم نہیں ہے۔ اگر تعداد کم ہو لیکن لوگ ثابت قدم اور مشکلات برداشت کرنے والے ہوں اور جذبات پر قدرت رکھتے ہوں تو کثیر جماعت پر غالب ہونگے
حضرت موسیٰؑ کے قصّے کو چند معجزات میں محصور سمجھا جاتا ہے۔ اور زیادہ تر بحث اس پر ہوتی ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰؑ نے بحرِ قلزم کو عبور کیا تو معجزہ کی وجہ سے پانی پھٹ کر علحٰدہ ہوگیا اور خشکی نکل آئی یا معجزہ نہ تھا صرف معمولی جذر و مد تھا۔ ساری توجہ اس قسم کی بحث پر صرف ہوجاتی ہے حالانکہ اس قصہ میں تعلیم ہے اپنی قوم کو انتہائی ذلت اور ظلم سے نکال کر ترقی کے اعلیٰ درجہ پر پہونچانے کی۔ بنی اسرائیل اس قدر ذلیل حالت میں تھے کہ اُن کے حاکم اُن کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے۔ اور اُن کی بیٹیاں اپنی خدمت کے لیئے زندہ رکھتے تھے۔ حضرت موسیٰ کے قصہ کے سلسلے میں اُن تدابیر اور

Marfat.com

اوصاف کا ذکر ہے جن کی بدولت بنی اسرائیل کو اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی۔ غور کرنے والوں کے لیے مشتے نمونہ از خروارے یہ چند اشارات کافی ہیں۔

حقیقی ترقی اور کامیابی کے لیے جن اوصاف اور جس ایثار، اور قربانی کی ضرورت ہے اُن کا سنگ بنیاد دو، اور صرف دو ہی چیزیں ہو سکتی ہیں۔ خود دُنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ قومی ترقی میں ہمیشہ صرف ان ہی دو قوتوں سے کام لیا گیا ہے۔ یا تو مذہب یا حب وطن۔

مولانا شبلیؒ نے اس صداقت کو اپنے مخصوص طرز میں نہایت خوبی سے نظم کیا ہے

تم کسی قوم کی تاریخ اُٹھا کر دیکھو — دو ہی باتیں ہیں کہ جن پر ہے ترقی کا مدار
یا کوئی جذبۂ دینی تھا کہ جس نے قوم میں — کر دیا ذرۂ افسردہ کو ہمرنگ شرار
ہے یہ وہ قوت پر زور کہ جس کی ٹکر — سنگ خارا کو بنا دیتی ہے اک مشت غبار
اس کی زد کھا کے لرز جاتی ہے بنیاد زمیں — اس سے ٹکرا کے بکھر جاتے ہیں اجزائے دیار
یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے بچے — کھیلنے جاتے تھے ایوان گہ کسریٰ میں شکار
وہ اُلٹ دیتے تھے دنیا کا مرقع دم میں — جن کے ہاتوں میں رہا کرتی تھی دنبوں کی مہار
اُس کی برکت تھی کہ صحرائے حجازی کی سموم — بن گئی دہر میں جا کر چمن آرائے بہار
یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے رہزن — فاش کرنے لگے جبریل امیں کے اسرار
یا کوئی جاذبہ ملک و وطن تھا جس نے — کر دیئے دم میں قوائے عملی سب بیدار

Marfat.com

ہے اسی مے سے یہ سرمستیٔ احرار وطن ہے اسی نشہ سے یہ گرمیٔ ہنگامۂ کار

چونکہ حقیقی قومیت کا جزو اعظم حکومت اور سلطنت بھی ہے اس لیئے مسلمانوں کے جن کثیر التعداد طبقوں میں حکومت نہیں ہے ان کا جذبۂ قومیت ضعیف ہے اور اُن میں جرمنوں فرانسیسیوں. جاپانیوں اور ترکوں کی طرح جغرافیائی وطن کی محبّت کا جذبہ بھی بہت کمزور ہے نیز "عالمگیر اخوت" کا زریں اسلامی اصول مسلمانوں کے دلی تعلق کو جغرافیائی وطن تک محدود رکھنے سے مانع ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کی مکّہ سے مدینہ شریف کی طرف ہجرت اور انصار و مہاجرین کی مدد سے صرف مذہب کی خاطر اہل مکّہ (یعنی اہل وطن) سے مسلسل جنگ و جدال حُبّ وطن کے جذبہ پر مذہبی تحریک کے غلبہ کا ثبوت ہے۔

فاتح اسپین اسلامی جنرل طارقؒ کا مشہور قول کہ "خدا کی تمام سرزمین مسلمانوں کا وطن ہے" اسی خیال کا موئید ہے:۔

طارق چو برکنارۂ اندلس سفینہ سوخت گفتند کار تو بہ نگاہِ خرد خطاست

دوریم از سواد وطن باز چوں رسیم ترک سبب ز روئے شریعت کجا رواست

خندید و دستِ خویش بہ شمشیر بُرد و گفت ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

ہندوستان کے مایۂ ناز شاعر ڈاکٹر اقبال کا شہرۂ آفاق قومی ترانہ "مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا" بھی اسی صداقت کی شرح ہے۔ ان

Marfat.com

حالات اور واقعات کے زیر اثر زیادہ تر گزشتہ زمانہ میں ان کے قوائے عملی کو بیدار کرنے اور تحریک میں لانے کا سبب جذبہ مذہبی ہی ہوا ہی جو قرآنی تعلیم کی بدولت وجود میں آیا۔ اور اس مقدس جذبہ کی ہدایت اور رہنمائی کے لیئے تجربہ کی بنا پر بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہی کہ قرآن مجید سے بہتر کوئی دوسری کتاب نہیں ہی۔

یہ مختصر کتاب اس سے زیادہ تفصیل کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ "اگر در خانہ کس است ہمیں یک حرف بس است" ورنہ بقول اسیر لکھنوی

کاغذ تمام کلک تمام اور ہم تمام
پر داستان شوق ابھی ناتمام ہی

Marfat.com

Marfat.com

تتمّہ

ایک مخلص دوست نے اس کتاب کا پورا قلمی مسودہ ملاحظہ کرنے کے بعد فرمایا کہ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور اس کی تعلیم و ہدایت کے بے نظیر اور معجز ہونے کی تو ان صفحات میں کافی وضاحت ہو گئی لیکن قرآن مجید کا یہ دعوے کہ اس کی ایک سورۃ کی مانند بھی کوئی دوسرا کلام پیش نہیں کیا جا سکتا ہے کسی قدر تشریح طلب ہے قرآن مجید کی بعض سورتیں نہایت مختصر اور صرف ایک ایک سطر کی ہیں۔ لہٰذا اس کلام الٰہی کا چیلنج (دعوی) دوسرے الفاظ میں یہ ہے کہ کوئی بشر اس کی ایک سطر کی مانند بھی دوسرا کلام پیش نہیں کر سکتا۔ چنانچہ بطور مثال (مشتے نمونہ از خروارے) سورہ العصر ملاحظہ ہو جو صرف تین آیتوں پر مشتمل ہے اور ایک سطر میں لکھی جا سکتی ہے۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (یعنی زمانہ کی قسم کہ انسان یقیناً ٹوٹے میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔ اور ایک دوسرے کو حق پر استقامت کی وصیت کرتے ہیں

Marfat.com

اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے ہیں)

ارشاد ہوتا ہے کہ خود زمانہ اس کا شاہد ہے کہ وہ انسان ضرور نقصان اور خسارہ میں رہے گا جس نے اُن چار اُصولوں پر عمل نہیں کیا جو اس سورۃ میں بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) سب سے اوّل تو ایمان اور (۲) اُس کے ساتھ عمل صالح کی ضرورت ہے۔ بغیر عقیدہ کی مضبوطی اور پختہ ایمان کے کوئی بڑا کام انجام نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن صرف عقیدہ ہی کافی نہیں ہے بلکہ اُس کے مطابق احکام الٰہی پر عمل کرنا بھی نہایت ضروری اور لازمی ہے۔ انھیں احکام و ہدایات پر عمل کرنے سے ہر قسم کی دینی اور دنیاوی ترقیاں حاصل ہو چکی ہیں اور آئندہ ہو سکتی ہیں۔ لیکن باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ صرف یہ دو باتیں انسان کو نقصان اور خسارہ سے محفوظ نہیں رکھ سکتیں۔

ابتدائی دو اصولوں کی پیروی سے صرف انفرادی ترقی کی تکمیل تو ہو سکتی ہے لیکن کامل ترقی کے لیئے اجتماعی اور جمہوری ترقی بھی لازم ہے۔ لہذا حکم ہوتا ہے کہ انفرادی ترقی کے دونوں اصولوں پر عمل کرنے کے بعد (۳) ایک دوسرے کو حق پر استقامت کی فہمایش اور تاکید کرنا بھی لازمی امر ہے۔ اور یہ تیسرا اصول ترقی ہے۔ اور یہ بھی کافی نہیں بلکہ اس کے بعد چونکہ حق پر قایم رہنے اور اُس کے مطابق عمل کرنے سے

Marfat.com

بہت سی مخالفتوں کا مقابلہ ناگزیر ہوتا ہی لہذا ضروری ہی کہ چوتھے اصول پر بھی عمل کیا جاوے اور وہ یہ ہی کہ (۴) ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی جاوے۔ صبر سے یہ مراد ہی کہ حق پر قایم رہنے کی وجہ سے جو جو مصائب پیش آئیں اُن کے مقابلہ میں ڈٹ جانا چاہیئے اور پیش آمدہ مخالفتوں اور تکلیفوں سے پریشان ہو کر حق کی حمایت نہ چھوڑنا چاہیئے۔

جب تک ان چاروں اصول پر عمل نہ ہوگا انسان ترقی نہیں سکتا چنانچہ مختص الوقت قومی اجتماع کانفرنسیں اور جلسے وقتاً فوقتاً اسی ضرورت سے منعقد کیئے جاتے ہیں۔ اور ہفتہ وار اور سالانہ خطبوں اور مواعظ کا بھی یہی منشار ہوتا ہی۔

خلاصہ یہ ہی کہ انفرادی اور اجتماعی ترقیوں کے تمام ضروری اور اہم اصول صرف ایک سطر میں قرآن مجید نے نہایت فصیح و بلیغ الفاظ میں بیان کر دیئے۔

دُنیا کی تمام تاریخی کتابوں کی ورق گردانی کر جایئے۔ اور بنی نوع انسان کی ترقیوں کے اصول تلاش کیجیئے مگر ان چار اصولوں سے بڑھ چڑھ کر ہرگز کوئی نیا مشورہ نہ ملے گا۔ اگر دنیا بھر کی کتابیں جمع کی جائیں تو اس فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کیئے ہوئے کامل ترقی حاصل کرنے کے جامع اور مانع اصول اُن میں ڈھونڈے نہ ملیں گے۔ اور یہی قرآن مجید

Marfat.com

کی تعلیم کا اعجاز ہی۔ اور اسی اعجاز کی بنا پر ساری دُنیا کو چیلنج دیا گیا ہی کہ اگر ہو سکے تو قرآن مجید کی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کی مانند ہی کوئی بشری کلام پیش کرد۔

یہ ایک نہایت مختصر نمونہ ہی اُس پاک قرآنی تعلیم کا جو بنی نوع انسان کے لیئے ایسا مکمل قانون پیش کرتی ہی جس کی مدد سے انسان انتہائی روحانی اور مادّی ترقی کر سکتا ہی اور جس کی بدولت ایک خشک جزیرہ نما کے باشندے نہ صرف کامل خدا پرست اور روحانی پیشوا بن گئے بلکہ دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کے مالک ہو کر اُنھوں نے علم و فضل کی روشنی تمام عالم میں پھیلا دی۔

نوٹ (نمبر ۱) حق پر استقامت کے ساتھ صبر کی تلقین کا اس طرح وابستہ کیا جانا اس گہری حقیقت پر مبنی ہی کہ حق کی حمایت کرنے والوں کو شدید مخالفتوں سے ضرور مقابلہ کرنا پڑتا ہی۔ اور حقیقت میں یہی مقابلہ اور کشمکش حق پرستوں کی قوتوں میں ترقی اور اضافہ کا باعث ہوتا ہی۔ جس طرح کامیاب شہسوار وہی بن سکتا ہی جو شریر ترین گھوڑے پر قابو پا سکے۔ اسی طرح مخالفوں کی شدید مخالفتوں کا استقلال کے ساتھ مقابلہ کرنا ہی حقیقی کامیابی اور ترقی کا راستہ ہی۔ اور یہی صداقت شیطان

Marfat.com

یا نفس امارہ یا قوائے بہیمیہ کے وجود کی مصلحت ظاہر کرتی ہے شیطانی طاقتوں سے مقابلہ کرنے اور اُن پر فتح پانے سے ایمانی قوتوں کو عروج اور ترقی نصیب ہوتی ہے۔ اگر کوئی مخالف قوت سامنے نہ ہو اور مقابلہ کی کبھی نوبت نہ آئے تو اپنی طاقت قایم رکھنے اور اُس کو بڑھانے کی کوئی ترغیب باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ پہلوانوں کی کشتیوں کے دنگل اور کرکٹ ہاکی اور فٹ بال کے روزانہ میچ اسی حقیقت کی تصدیق کرتے ہیں۔

(۲) چونکہ مطبع میں اس کتاب کی کتابت ختم ہو چکی تھی اور بیچ میں اضافہ مضمون کی گنجایش نہ تھی اس لیے اپنے دوست کے مشورہ کے مطابق اس مضمون کا تتمہ کے عنوان سے آخر میں اضافہ کیا گیا حقیقت میں یہ اضافہ چھٹے باب کا جزو ہے جس میں قرآن مجید کی تعلیم و ہدایت کا ذکر ہوا ہے۔ اور اُس کے آخر میں چھپنا چاہیئے تھا۔

مولف

Marfat.com

مطبوعہ نظامی پریس بدایون

(محمد احید الدین ایف آر ایس اے پرنٹر)

Marfat.com

مطبوعہ نظامی پریس بدایون

(محمد احید الدین ایف آر ایس اے پرنٹر)

Marfat.com